شوق حدیث
مصنف
امام اہلسنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ
ناشر
مکتبہ صفدریہ
نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًاؕ (قرآن کریم)

نَضَّرَ اللّٰہُ اِمْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَحَفِظَھَا الحدیث (حدیث شریف)

اصل چیز آمد کلام اللہ معظم داشتن — پس حدیث مصطفےٰ برجاں مسلّم داشتن

شوقِ حدیث

جس میں بڑی محنت اور جستجو کے ساتھ کتب حدیث۔ کتب اسماء الرجال (بیوگرافی) اور مستند کتب تاریخ و سیر سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ تحصیل علم حدیث میں حضرات محدثین کرامؒ کو بے حد محنت اور بڑی مشقت اور تکالیف و مصائب کا سامنا ہوا ہے اور ایک ایک حدیث کے لئے ان میں سے بعض نے دور دراز کے اسفار طے کئے ہیں نیز محدثین کرامؒ کی قوت یادداشت اور یاد کی ہوئی احادیث میں ان کے امتحانات اس کے ساتھ ان کی عبادت شب بیداری۔ مذاکرۂ احادیث۔ دین کی بے لوث خدمت وعظ و نصیحت وغیرہ ایسی بے شمار باتوں کا باحوالہ بیان کیا گیا ہے جو قارئین کرام کو آسانی کے ساتھ بڑی بڑی کتابوں میں بھی یکجا دستیاب نہیں ہو سکیں گی ہم نے ذات خداوندی پر بھروسہ کرتے ہوئے بڑی کوشش اور کاوش اور تحقیق و عرقریزی سے ان جواہر پاروں کو قارئین کرام کے معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے مرتب کیا ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔

ابوالزاہد محمد سرفراز خطیب جامع مسجد گکھڑ
ضلع گوجرانوالہ (پاکستان)

۲۴ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ - ۱۲ فروری ۱۹۵۰ء

طبع چہارم ۸ .... اگست ۲۰۰۵ء

نام کتاب .... شوق حدیث

تالیف .... شیخ الحدیث حضرت مولانا ابو الزاہد محمد سرفراز خان صفدر

مطبع .... مکی مدنی پرنٹرز لاہور

تعداد .... ایک ہزار

قیمت .... -/٦٠ (ساٹھ روپے)

ناشر .... مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرة العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

فہرست مضامین شوق حدیث

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

مُبَسْمِلاً وَّ مُحَمْدِلاً وَّ مُصَلِّیًا ۰ اَمَّا بَعْد اگر یہ صحیح ہے کہ عالم اسباب میں دنیا کا مدار چار چیزوں پر ہے۔ عالموں کا علم۔ اکابر کا عدل۔ عابدوں کا تقوٰی۔ اور جوانمردوں کی شجاعت تو کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی کہ علم کو ان سب پر مقدم نہ سمجھا جائے اور یہ بات بھی مخفی نہیں کہ علم صحیح کا بنیادی منبع دو بنیادی چیزیں ہیں اول قرآن کریم جو منزل من اللہ ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ آج تک اس میں ایک حرف کی کمی و بیشی نہیں ہو سکی اور نہ تاقیامت ہو سکے گی کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود قادرِ مطلق نے لیا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ۔ اور دوم حدیث شریف ہے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امت مسلمہ نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور حدیث و سُنت کی ایسی حفاظت کی ہے جس کی دنیا میں کوئی نظیر اور مثال موجود نہیں ہے حضرات سلفؒ کو اللہ تعالیٰ نے قوتِ حفظ کے ساتھ ایسا علمی ذوق و شوق بھی عطا فرمایا تھا جس کا کسی اور قوم میں تلاش کرنا ناممکن امر ہے اس امت مرحومہ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہر حرکت و ادا کو ہر قول و فعل کو ایسے پیرایہ میں پیش کیا ہے کہ آنے والی نسلیں اس سے متمتع اور لطف اندوز ہوں اُس زمانہ میں فوٹو گرافی کے آلات نہ تھے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام حرکات و سکنات کے فلم لے لئے جاتے نہ آواز بھرنے کے آلات تھے تاکہ آپ کے ارشادات اور تقریروں کے ریکارڈ بھر کر رکھ لئے جاتے نہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ سے اخبارات و رسائل نکلتے تھے کہ روزانہ یا ہفتہ وار یا ماہانہ آپ کی تبلیغی سرگرمیوں اور آپ کی زندگی کے حالات کی رپورٹیں شائع ہوتیں نہ ریڈیو تھے کہ ان کے ذریعہ دور دراز تک آپ کے فرمودات نشر کئے جاتے اُس وقت ضبط و نقل کا ذریعہ جو بھی تھا وہ لوگوں کا حافظہ اور زبانیں تھیں قدیم زمانہ میں نہ صرف عرب بلکہ دنیا کی بیشتر قوموں

کے پاس واقعات محفوظ رکھنے اور بعد کی نسلوں تک پہنچانے کا یہی ایک واحد ذریعہ تھا مگر عرب خصوصیت کے ساتھ اپنے حافظا اور صحتِ نقل میں ممتاز تھے اور ان کی یہ خصوصیت ایسی تھی کہ شاید کسی بھی منکرِ حدیث کو اس سے انکار نہ ہو حضرت وحشیؓ بن حرب نے حضرت عبید اللہؓ بن عدی بن الخیار کو شیر خوارگی کے زمانہ میں دیکھا تھا پھر پچاس سال کے بعد صرف ان کی آنکھیں اور پاؤں دیکھ کر (جب کہ وہ منہ ڈھانپے ہوئے تھے) ان کی شناخت کرلی کہ تم عبید اللہؓ ہو جس کو میں نے بچپن میں اٹھایا تھا (بخاری ج ۲ ص ۵۸۳ و ہامشہ ۱۲) جو قوم ایام العرب کلام جاہلیت انساب قبائل حتیٰ کہ اونٹوں اور گھوڑوں تک کے نسب نامے یاد کرتی اور اپنی اولاد کو یاد کراتی ہو اس سے کیا بعید ہے کہ وہ اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسی عظیم الشان شخصیت کے حالات اور آپ کے ارشادات کو یاد نہ رکھتی اور آنے والی نسلوں تک انہیں منتقل نہ کرتی؟ ہر آدمی کو اپنے محبوب کی ادا پسند اور خوش کن معلوم ہوتی ہے اور حضرات صحابہ کرامؓ کے نزدیک ذات کبریاؑ جل جلالہ کے بعد گوہرِ مقصود ہی صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی تھی اور کیوں نہ ہو؟ ؎

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر — اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

اندریں حالات اگر انہوں نے اپنے محبوب پیغمبر کی ایک ایک دل پسند ادا اور ایک ایک خوش کن ارشاد کو اپنے سینوں میں محفوظ کرلیا ہو اور آنے والی نسلوں کو اس سے روشناس کیا ہو جس کو ہمہ تن گوش ہو کر باہوش طریقے ذوق و شوق کے ساتھ انہوں نے سُنا تھا تو اس میں کیا تعجب ہے؟ ؎

بہرِ تسکین دل نے رکھ لی ہے غنیمت جان کر — وہ جو وقتِ ناز کچھ جنبش تری ابرو میں ہے

اور یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ کے نزدیک کفر و شرک کے بعد بڑے گناہوں میں ایک جھوٹ بھی تھا حضرات صحابہ کرامؓ کا تو مقام ہی بہت اونچا ہے۔ امام وکیعؒ کا بیان ہے کہ حضرت ربعیؒ بن خراشؒ جو تابعی تھے انہوں نے اسلام میں ایک مرتبہ بھی جھوٹ نہیں بولا تھا (ترمذی ج ۲ ص ۹) اور پھر جب کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تاکیدی طور پر صریح الفاظ میں یہ فرما دیا تھا کہ مجھ پر دیدہ دانستہ جھوٹ بولنے والے اپنے لئے جہنم میں ٹھکانا بنالیں اس روایت کے حضرات صحابہ کرامؓ میں مرکزی بیس ۲۰ رواۃ تو وہ ہیں جن کے نام امام ترمذیؒ نے (ج ۲ ص ۹۰ میں) بیان کئے ہیں جن

میں خصوصیت سے حضرات خلفاء راشدینؓ اور بقیہ حضرات عشرہ مبشرہؓ شامل ہیں (توجیہ النظر ص ۴۸) اور متواتر حدیثوں میں اس کو پہلا درجہ حاصل ہے۔ (شرح نخبۃ الفکر ص ۱۱)

ایسے صریح اور تاکیدی حکم کے بعد بھلا وہ پاکیزہ نفوس جھوٹ کیوں بولتے؟ اس لئے یہ بات بالکل واضح ہے کہ انہوں نے جو کچھ فرمایا صحیح اور حق فرمایا اس میں ذرہ بھر شک اور شبہ کی گنجائش نہیں ہاں ع تو ہی اگر نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

ہم کسی کی نیت پر حملہ نہیں کرتے کیونکہ نیتوں کا جاننے والا تو صرف علام الغیوب ہی ہے لیکن قرائن و شواہد جس نتیجہ تک انسان کو پہنچاتے ہیں ان سے کچھ قیاس تو کیا جاسکتا ہے۔ کہ فلاں امر کا جذبہ محرک کیا ہوسکتا ہے؟ قرآن کریم پر ایمان لانا تو عین ایمان ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں ہوسکتی لیکن جو لوگ احادیث کو تسلیم کئے بغیر دعوت الی القرآن کا نعرہ بلند کرتے ہیں وہ درحقیقت کلمۃ الحق ارید بہا الباطل کا مصداق ہے اس لئے کہ قرآن کریم میں اصول و ضوابط تو ہیں مگر فروع اور ان کی تشریحات نہیں اور یہ اُمور حدیث کو ماننے سے ہی طے ہوتے ہیں منکرین حدیث یہ چاہتے ہیں کہ اجمال کو سامنے رکھ کر اپنی مرضی سے اس کی تشریح کریں اور حدیث ان کے اس باطل نظریہ کے سامنے سدِ سکندری ہے اس لئے وہ سرے سے حدیث کا انکار کرتے ہیں تاکہ ع ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبر کہیں۔

اور یہ ایک خالص حقیقت ہے کہ حدیث کی مخالفت آج وہی لوگ کر رہے ہیں جو دراصل اسلامی تہذیب و تمدن کے عادلانہ نظام کو یکسر توڑنا چاہتے ہیں کیونکہ وہ اس کی تشریح اور تعینات کی حدود میں اپنی اہوا اور خواہشات کی پیروی کے لئے قطعاً کوئی گنجائش نہیں پاتے لہذا انہوں نے یہ مسلک اختیار کیا ہے کہ اس چیز ہی کو اصل سے مٹا دیا جائے جو مکمل طور پر اسلام کے عادلانہ نظام کی تشریح اور حد بندی کرتی ہے تاکہ وہ آزاد ہو جائیں اور اسلام کے ڈھانچے پر جس قدر اور جس طرح چاہیں گوشت پوست چڑھائیں اور جس طرح چاہیں اپنے خود ساختہ اسلام کی شکل بنا دیں الغرض احادیث کو کلیتہً رد کر دینے سے عملاً جو خامی اور خرابی واقع ہوتی ہے وہ بالکل عیاں ہے کہ انسان احکام جزئیہ میں رسالت کی بہترین رہنمائی سے محروم ہو جاتا ہے اور دین پر عمل کرنے کی تفصیلی صورتوں میں اپنے ناقص قیاس اور رائے کا دخل اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ اس کے اصول احکام کی اصل روح کے ضائع ہو جانے کا خوف پیدا ہو جاتا ہے علاوہ ازیں اس میں یہ خطرہ بھی یقیناً موجود ہے کہ جب تفصیلات میں سرے سے

کوئی سند ہی نہ ہوگی تو خواہ مخواہ انفرادیت اور خود پسندی راہ پائے گی ہر شخص اپنے رجحان اور اپنی رائے کے مطابق جو صورت چاہے گا اختیار کرے گا اور کوئی اصولی قوت ایسی باقی نہیں رہے گی جو خواہشات سے پیدا شدہ تفرقہ اور انتشار اور اختلافِ عمل کو آخری حدود تک پہنچنے سے روک سکتی ہو۔

یہ پیشِ نظر کتاب دراصل خالص اسلامی جذبہ کے تحت مرتب کی گئی ہے جس کا ظاہری سبب یہ ہے کہ مطالعہ کے ذوق وشوق کے تحت جب راقم اثیم نے کتب اسماء الرجال مقدمۂ تدریب الراوی مقدمۂ ناشر معرفۃ علوم الحدیث۔ تذکرۂ مولانا آزادؒ خطبات مدراس مولانا سید سلیمان ندویؒ نصرۃ الحدیث مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مضمون تدوینِ حدیث مولانا مناظر احسن گیلانیؒ (جو علمی رسالہ برہان دہلی میں قسط وار طبع ہوتا رہا) حکایات صحابہؓ اور مقدمۂ ترجمان السنۃ مولانا بدر عالم صاحب مدنیؒ اور طلوع اسلام وغیرہ وغیرہ رسالے اور کتابیں پڑھیں تو ان سے متاثر اور مستفید ہو کر بے شمار دیگر کتابوں کے سینکڑوں ہی نہیں بلکہ ہزاروں اوراق سے یہ جواہر پارے باحوالہ جمع کئے جیسا کہ قارئین کرام آئندہ اوراق میں بچشم خود اس کا مشاہدہ کریں گے انشاء اللہ العزیز یہ بات تو ناممکن ہے کہ دعویٰ کیا جاسکے کہ یہ کتاب اس موضوع پر حرفِ آخر ہے کیونکہ انسان کے کام اور خصوصًا اس حقیر پر تقصیر کے کام کے متعلق ایسا خیال کسی طرح بھی زیب نہیں دیتا اور نہ درست ہوسکتا ہے مگر بفضلہٖ تعالیٰ بلا خوف لومۃ لائم یہ کہنا بجا ہوگا کہ اتنی مختصر کتاب میں ایسے یک جا اور باحوالہ معلومات قارئین کرام کو کہیں یکجا نہیں ہوسکیں گے اور یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا انعام واحسان ہے ورنہ من آنم کہ من دانم خطاؤ نسیان تو انسان کے خمیر میں داخل ہے اور پھر انسان بھی میرے جیسا عاجز و قاصر انسان تو اس سے خطا کا بہت ہی زیادہ احتمال ہے لہٰذا گذارش ہے کہ اگر معقول طریقہ سے راقم اثیم کو غلطی پر آگاہ کیا جائے تو انشاء اللہ العزیز اس کی اصلاح میں کوتاہی، درپیش وپیش نہ ہوگی واللّٰہ علیٰ ما نقول وکیل۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ناچیز کی دینی خدمت کو درجۂ قبولیت عطا فرمائے اور عامۃ المسلمین کو اس سے نفع پہنچائے اور راقم اثیم کے لئے اسے ذخیرۂ آخرت بنائے وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَخَاتَمِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى مَنْ تَبِعَهٗ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ آمين ثم آمين۔

احقر ابو الزاہد محمد سرفراز خطیب جامع مسجد گکھڑ ضلع گوجرانوالہ

۱۲؍ فروری ۱۹۵۵ء ۱۳۶۹ھ

بابِ اوّل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهُدٰى هُدٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ (النسائی ج ۱ ص ۱۷۹) وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ

اگرچہ تحصیل علم حدیث کے بارے میں متعدد صحیح احادیث وارد ہیں مگر ہم یہاں بعون اللہ تعالیٰ وحسن توفیقہٖ صرف ایک ہی حدیث (مع نقلِ تصحیح) قارئین کرام کی خدمت میں عرض کرتے ہیں اس سے بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علم حدیث حاصل کرنے والوں کے لئے کیسے خوش کن اور پُرلطف الفاظ میں دعا مانگی ہے اور آپ نے کس لطیف پیرایہ میں یہ فرمایا ہے کہ حدیث کو انہیں الفاظ میں بیان کیا جائے جو آپ نے ارشاد فرمائے ہیں اور پھر سننے کے بعد ان الفاظ اور احادیث کو یاد کر لینے کے بعد اہل فقہ واجتہاد کے سامنے پیش کرنے کی تلقین فرمائی ہے تاکہ ان سے مسائل کا استنباط کیا جاسکے اور مخلوقِ خدا کو درپیش مسائل میں زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل ہو اور اس حدیث سے جہاں حدیث کی فضیلت اور درجہ واضح ہے وہاں فقہ کی قدر ومنزلت بھی بالکل عیاں ہے چنانچہ حضرت عبد اللہؓ بن مسعودؓ (المتوفی ۳۲ھ) روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

نضر اللہ عبداً سمع مقالتی فحفظها فوعاها وأداها فرب حامل فقه غیر فقیه الحدیث
(معرفت علوم الحدیث ص۲۶ طبع قاہرہ)

اللہ تعالیٰ اس بندہ کو تر و تازہ (اور خوش و خرم) رکھے جس نے میری بات سنی اور خوب یاد کرلی اور وہ دوسروں تک پہنچادی سو بسا اوقات ہوسکتا ہے کہ فقہ پر مشتمل حدیث کسی شخص کو یاد ہے مگر وہ فقیہ نہیں۔

یعنی یہی حدیث جب کسی فقیہ اور مجتہد کو پہنچے گی تو وہ اس سے مسائل اخذ کرکے امت کے لئے سہولت فراہم کرے گا جس سے وہ مستفید ہوتی رہے گی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم معرفت علوم الحدیث سے اس حدیث کی سند اس کے رواۃ اور کتب اسماء الرجال سے باحوالہ انکی توثیق عرض کردیں تاکہ صرف ایک سند کو آپ دیکھ کر دوسری اسانید کا جو اس کثرت سے ہیں کہ وہ احصاء و شمار سے باہر ہیں اندازہ لگا سکیں۔ ع قیاس کن ز گلستانِ من بہارِ مرا

رواۃ یہ ہیں۔

۱۔ ابو العباس محمد بن یعقوبؒ۔ علامہ ذہبیؒ ان کو الامام الثقہ او محدث مشرق لکھتے ہیں (تذکرہ ج۳ ص۸۰)

۲۔ ربیعؒ بن سلیمانؒ امام نسائیؒ ان کی لا بأس بہ سے توثیق کرتے ہیں محدث ابن یونسؒ اور علامہ خطیبؒ ان کو ثقہ کہتے ہیں امام ابن ابی حاتمؒ ان کو صدوق اور ثقہ کہتے ہیں محدث خلیلیؒ فرماتے ہیں کہ ان کی ثقاہت پر سب کا اتفاق ہے محدث مسلمہؒ بن قاسمؒ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ ہیں (تہذیب التہذیب ج۳ ص۲۴۶)

۳۔ امام شافعیؒ حضرات ائمہ اربعہؒ میں سے ایک امام ہیں حافظ ابن حجرؒ ان کو دوسری صدی کا مجدد لکھتے ہیں (تقریب ص۳۱۲) ان کی جلالت امامت عدالت اور ثقاہت پر سب کا اتفاق ہے امت میں سے کسی کا اس میں اختلاف نہیں۔

۴۔ سفیانؒ بن عیینہؒ امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ ان کی امامت جلالت شان اور عظمت پر سب کا اتفاق ہے (تہذیب الاسماء اللغات ج۱ ص۲۲۴) علامہ ابن عماد الحنبلیؒ ان کو شیخ الحجاز اور احد الاعلام لکھتے ہیں (شذرات الذہب ج۱ ص۳۵۴) علامہ ذہبیؒ انہیں العلامۃ الحافظ اور شیخ الاسلام لکھتے ہیں (تذکرہ ج۱ ص۲۴۲) امام ابن وہبؒ جو خود بھی حدیث و فقہ کے بلند پایہ امام تھے امام سفیانؒ بن عیینہؒ کی بہت ہی تعریف کیا کرتے تھے (خطیب بغدادی ج ۹ ص۱۵۲)

۵۔ عبدالملکؒ بن عمیرؒ امام نسائیؒ "لا بأس بہ" کہتے ہوئے ان کی توثیق کرتے ہیں محدث ابن نمیرؒ کہتے ہیں کہ وہ حدیث میں ثقہ اور ثبت تھے امام الجرح والتعدیل ابن معینؒ ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ محدث ابن حبانؒ ان کو ثقات میں لکھتے ہیں امام عجلیؒ ان کو صالح الحدیث کہتے ہیں (تہذیب التہذیب ج ۶ ص۴۱۲) حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ وہ ثقہ اور فقیہ تھے بڑھاپے میں ان کے حافظہ میں (دوسرے محدثین کرامؒ کی طرح) فرق آگیا تھا (تقریب ص۲۴۶) لیکن علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ (وغیرہ) نے ان سے احتجاج کیا ہے ان کو ایسا اختلاط کبھی واقع نہیں ہوا جس کی وجہ سے ان کی حدیث پر کوئی اثر پڑتا (تذکرہ ج۱ ص۱۲۸ و میزان الاعتدال ج۲ ص۱۵۲)

۶۔ عبدالرحمٰنؒ بن عبداللہؓ بن مسعود حافظ ابن حجرؒ انہیں ثقہ لکھتے ہیں (تقریب ص۲۳۲) امام ابن معینؒ امام عجلیؒ اور امام ابو حاتمؒ ان کو ثقہ کہتے ہیں علامہ ابن سعدؒ ان کو ثقہ اور قلیل الحدیث کہتے ہیں (تہذیب التہذیب ج ۶ ص۲۱۶)۔

فائدہ۔ بعض حضرات کو یہ شبہ ہوا ہے کہ عبدالرحمٰنؒ بن عبداللہؓ بن مسعود کی اپنے والد سے سماعت ثابت نہیں (غالباً ان کو ابو عبیدہؒ بن عبداللہؓ بن مسعود سے شبہ ہوا ہے ان کی واقعی اپنے والد محترم سے سماعت نہیں ہوئی ترمذی ج ۱ ص۲ و فتح الباری ج ۱ ص۲۰۶) لیکن حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں وہو نقل غیر مستقیم یعنی جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰنؒ کی اپنے والد حضرت عبداللہؓ سے سماعت نہیں تو اس کا کہنا تاریخ کے رو سے درست نہیں بلکہ غلط ہے محدث ابو حاتمؒ فرماتے ہیں سمع من ابیه ان کی اپنے والد سے سماعت ثابت ہے اور اسی کو امام بخاریؒ نے اولیٰ عندی کہہ کر ترجیح دی ہے (تہذیب التہذیب ج۶ ص۲۱۶) غرضیکہ حضرت عبدالرحمٰنؒ کی ثقاہت اور اپنے والد محترم حضرت ابن مسعودؓ سے سماعت محدثین کرامؒ کے نزدیک تاریخ سے طے شدہ امر ہے۔

۷۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی اور نمبر اول کے مفسر قرآن تھے جن کے فضائل و مناقب شمار و احصاء سے باہر ہیں۔

قارئین کرام! ہم نے پیش کردہ حدیث کی صرف ایک سند اور اس کے رواۃ کی توثیق کتب اسماء الرجال سے پیش کردی ہے کہ اس کا ایک ایک راوی ثقہ اور ثبت ہے اور یہ حدیث صحیح ہے۔

اس حدیث سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

۱۔ علم حدیث حاصل کرنے والوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ بابرکت دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری حدیث کو یاد کرنے والوں کو دین و دنیا میں ہمیشہ خوش و خرم رکھے اور ظاہر امر ہے کہ مخلوقِ خدا میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے بڑھ کر کس کی دعا قبول ہو سکتی ہے؟ اور آپ سے بڑھ کر کون مستجاب الدعوات ہے؟

۲۔ علم حدیث حاصل کرنے والا ہی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک حقیقۃً عبد اور بندہ کہلانے کا مستحق ہے کیونکہ آپ کی بعثت کا مقصد ہی یہی تھا کہ انسان صحیح معنیٰ میں خدا تعالیٰ کے عبد اور بندے ہو جائیں۔

۳۔ حدیث کا سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول ہو اگرچہ فعلی اور تقریری حدیثیں بھی قابل عمل ہیں لیکن سمع مقالتی کا جملہ قولی حدیث کا جو درجہ ثابت کرتا ہے وہ مخفی نہیں کیونکہ آپ کا قول امت کے لئے قانون کا درجہ رکھتا ہے بخلاف فعلی حدیث کے کہ اس میں آپؐ کی یا تقریری حدیث میں صاحب واقعہ کی خصوصیت بھی ہو سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ تقریباً تمام محدثین کرامؒ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب قولی اور فعلی حدیث کا تعارض ہو تو قولی حدیث کو فعلی حدیث پر ترجیح ہوتی ہے (کتاب الاعتبار ص۱۹ للعلامۃ الحازمیؒ)

۴۔ اس حدیث میں آپؐ کے فوعاها کے ارشاد سے ثابت ہوا کہ سامع حدیث سن لینے اور سمجھ لینے کے بعد اسے خوب حفظ اور یاد کرے تاکہ الفاظ میں کمی بیشی بھی نہ ہونے پائے اور بھول بھی نہ جائے یہ فریضہ صرف اسی صورت میں پورا نہیں ہوگا کہ حدیث کو ایک دفعہ یاد کر لیا جائے بلکہ اس کو بار بار دُھراتا اور اچھی طرح سے اس کو محفوظ رکھنا بھی مطلوب ہے وعی کے معنی ہیں نگہداشتن و یاد گرفتن (صراح ص۵۹۸) یعنی خوب محفوظ رکھنا۔

۵۔ ان تمام مراحل کے بعد اس سے یہ ثابت ہوا کہ جس طرح اور جن الفاظ میں اس نے حدیث سنی اور یاد کی تھی بعینہٖ انہیں الفاظ میں اس کو آگے پہنچائے اور ادا کرے اس حدیث میں اپنی طرف سے کمی بیشی کرنا گویا کسی محدث کے منصب میں داخل نہیں ہے اور حدیث کے الفاظ کو ملحوظ نہ رکھنا حدیث کی ادائیگی کے طریق کے خلاف ہے اور ہر کہ و مہ نقل بالمعنیٰ کا مجاز بھی نہیں ہے

اور یہ بات بھی حضرات محدثین کرامؒ کی تسلیم شدہ ہے۔

۶۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حدیث حاصل کرنے کا مقصد صرف یہی نہیں کہ طوطے کی طرح اس کو رٹ لیا جائے بلکہ فقیہ اور متأصل کے لئے اس سے مسائل اخذ کرنا اور جزئیات اور فروع کا استنباط کرنا بھی ایک اعلیٰ عمدہ اور صالح مقصد ہے تاکہ مسلمان کی زندگی کا کوئی پہلو اور نوازل و حوادث کا کوئی موڑ علم نبوت و رسالت سے محروم اور تشنہ نہ رہے اور کسی بھی سائل کا زمانہ تہذیب و ترقی میں بھی رابطہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث اور سنت سے نہ ٹوٹے بلکہ اس کی ضرورت کا ہر گوشہ پُر ہو جائے۔

۷۔ اس حدیث سے یہ بات بھی روز روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ اگرچہ حضرات محدثین کرامؒ بھی علم نبوت کے روشن ستارے ہیں لیکن علم حدیث کا جو حقیقی مقصد ہے یعنی الفاظ پر غور و فکر کر کے ان سے مسائل فقہی کا استنباط کرنا وہ اس سے بھی کہیں بلند و بالا مقصد ہے اور حضرات فقہاء کرامؒ اس خوبی میں روشن تر ستارے ہیں اور محض الفاظ یاد کرنے والے محدثین کرامؒ ان کے قاصد اور ہرکارے ہیں ان میں غیر فقیہ محدث کا کام صرف یہ ہے کہ وہ حدیث کو بعینہٖ فقیہ اور مجتہد تک پہنچا دے تاکہ وہ اس سے مسائل استنباط کرے اور انکی کڑی حدیث سے ملائے اور جوڑے۔

۸۔ اس حدیث سے جس طرح حضرات محدثین کرامؒ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اسی طرح اس سے واضح اور غیر معمولی طور پر حضرات فقہاء کرامؒ کی منقبت اور شان بھی ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول برحق کے اقوال کے صحیح مطالب اور مقاصد کو صرف وہی سمجھتے ہیں اور اس خوبی میں کوئی دوسرا ان کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا و ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء و الله ذو الفضل العظيم ○

۹۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حدیث یاد کرنے والوں کے مراتب اور درجات بھی متفاوت ہیں کیونکہ ایک اور روایت میں اوعیٰ لہ منہ کے الفاظ آتے ہیں (بخاری ج ۱ ص۱۶) یعنی سننے والا حدیث کو آگے دوسروں تک پہنچائے ہو سکتا ہے کہ ان میں سے زیادہ یاد رکھنے والا کوئی ہو اور یہ حدیث دیر تک اس کے پاس رہے۔

۱۰- اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اصحاب فقہ کے درجات بھی مختلف ہیں کیونکہ اس میں تو یہ الفاظ ہیں فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غیر فقیہ مگر بعض روایتوں میں آتا ہے وَرُبَّ حامل فقہ الیٰ من ہو افقہ منہ (مسند دارمی ج ۱ ص۵۲ طبع دمشق) یعنی بسا اوقات فقہ کی حدیث اٹھانے والا اپنے سے زیادہ فقیہ تک پہنچا دے گا۔

۱۱- اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص حدیث سننے کی مجلس میں موجود نہیں اور اصل واقعہ سے غائب اور غیر حاضر ہے تو سامع حدیث اور شاہد مجلس کا یہ فریضہ ہے کہ وہ غیر حاضروں کو حدیث سنائے اور ان کو اس کی تعلیم دے وہ شرعاً اس کا بھی مکلف اور پابند ہے۔

۱۲- اس سے یہ امر بھی بالکل آشکارا ہو گیا کہ اگر حدیث حجت نہ ہوتی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث سننے اور پھر آگے سنانے کی ترغیب نہ دیتے؟ اور اس کے یاد کرنے اور خوب محفوظ رکھنے کی تاکید نہ فرماتے؟ جب آپؐ نے حدیث یاد کرنے اور پھر اس کو آگے سنانے کی ترغیب دی ہے بلکہ بخاری ج ۱ ص۱۶ کی روایت کے مطابق آگے دوسروں تک پہنچانے کا حکم اور امر دیا ہے (فلیبلغ الشاھد الغائب) تو بلا کسی خارجی قرینہ کے یہ اس بات کی صاف دلیل ہے کہ آپؐ کی حدیث جو اپنی شرائط کے ساتھ صحیح ہو حجت ہے (راجع مفتاح الجنۃ ص۵) اور یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ آپؐ نے یہ ارشاد کسی اکیلے دوکیلے سے نجی مجلس میں نہیں فرمایا بلکہ حضرت ابو الدرداءؓ (عویمرؓ بن عامر المتوفی ۳۲ھ) کی روایت میں ہے خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الحدیث (مسند دارمی ص۴۲ طبع ہند و طبع دمشق ص۷۶) یعنی آپؐ نے عام مجمع میں یہ بیان فرمایا ہے اور حضرت نعمانؓ بن بشیرؓ کی روایت میں بھی ہے کہ آپؐ نے یہ ارشاد عام خطاب میں فرمایا تھا (مستدرک ج ۱ ص۸۸) اور یہ خطاب آپؐ نے منیٰ میں مسجد خیف کے مقام پر کھڑے ہو کر فرمایا تھا (مسند دارمی ص۴۱ طبع ہند و مستدرک ج ۱ ص۸۵ قال الحاکمؒ والذہبیؒ علی شرطھما) اور یہ خطاب ۱۰ھ حجۃ الوداع میں ہوا تھا جس میں تقریباً ایک لاکھ سے زائد حضرات صحابہ کرامؓ حاضر تھے (مسند دارمی ص۴۱ طبع ہند و ص۷۵ طبع دمشق) اگر کسی کو اس سے یہ شبہ ہو کہ لفظ مقالتی تو صرف آپ کے قول کو

شامل ہے حالانکہ آپؐ کا فعل (اور تقریر) بھی حدیث ہے اور نیز آحاد سے ممکن ہے کہ حدیث سے ثابت شدہ حکم آگے پہنچانا مقصود ہو اور اس سے الفاظ کی پابندی لازم نہ ہو جیسا کہ الفاظ کی پابندی کے بارے حضرات محدثین کرامؒ کا فیصلہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عبد اللہؓ بن مسعود کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

نَضَّرَ اللّٰہُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَیْئًا فَبَلَّغَہٗ کَمَا سَمِعَہٗ الحدیث (ترمذی ج۲ ص۹۰ و مسند دارمی ص۴۲ طبع ہند)

اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو تر و تازہ اور خوش و خرم رکھے (جس نے ہم سے کوئی چیز سنی اور اور اس کو اسی طرح پہنچایا جس طرح اس نے سنی تھی۔

اس میں لفظ لفظ شیئ عام ہے جو قول و فعل اور تقریر سب کو شامل ہے مطلب یہ ہے کہ ہماری کوئی چیز قول ہو یا فعل یا تقریر ہو براہ راست ہم سے یا کسی دوسرے سے سنی اور وہ بلا کم و کاست آگے پہنچا دی۔ علاوہ ازیں حضرت زیدؓ بن ثابت (المتوفی ۴۵ھ) وغیرہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں نضر اللہ امرءا سمع منا حدیثا فحفظہ وبلغہ غیرہ الحدیث اس میں صاف طور پر حدیث کے لفظ موجود ہیں جو حدیث کی تینوں اقسام قولی فعلی اور تقریری کو شامل ہیں۔ یہ حدیث ابوداؤد ج۲ ص۱۵۹ ترمذی ج۲ ص۹۰ اور جامع بیان العلم ج ۱ ص۳۹ وغیرہ کتابوں میں موجود ہے۔ اور کما سمعہ کے الفاظ الفاظ کی پابندی پر دال ہیں لہٰذا دونوں شبہے رفع ہو گئے۔

اس حدیث کی درایتی اور معنوی حقیقت تو آپ نے ملاحظہ کر لی ہے اب اس حدیث اور اس کے شواہد اور مؤیدات کی روایتی اور نقلی حیثیت بھی ملاحظہ کر لیں۔

یہ روایت اور اس کے شواہد اور مؤیدات راقم اثیم کی دانست کے مطابق تقریباً تئیس ۲۳ حضرات صحابہ کرامؓ سے مروی ہیں مختصر سا خاکہ یہ ہے۔

۱- حضرت عبد اللہؓ بن مسعود ترمذی ج۲ ص۹۰ جامع بیان العلم ج ۱ ص۴۰ اور معرفت علوم الحدیث ص۲۶ وغیرہا۔

۲- حضرت زیدؓ بن ثابت ابوداؤد ج۲ ص۱۵۹ - ترمذی ج۲ ص۹۰ - ابن ماجہ ج۲ ص۲۱

دارمی ص۴۲۔ الترغیب والترغیب ج۱ ص۶۳۔ جامع ص۴۱ ومشکوٰۃ ص۳۵ وغیرہا۔

۳۔ حضرت نعمانؓ بن بشیرؓ مستدرک ج۱ ص۸۸ ومجمع الزوائد ج۱ ص۱۳۸

۴۔ حضرت جبیرؓ بن مطعم۔ ابن ماجہ ص۲۱۔ مستدرک ج۱ ص۸۶۔ دارمی ص۴۱ الترغیب ج۱ ص۶۴ کتاب الخراج ص۱۰ للقاضی ابی یوسفؒ ومجمع الزوائد ج۱ ص۱۳۹)

۵۔ حضرت انسؓ بن مالک ابن ماجہ ص۲۱۔ مسند احمد ج۳ ص۲۲۵۔ الترغیب ج۱ ص۶۴ ومجمع الزوائد ج۱ ص۱۳۹ وجامع ج۱ ص۴۲۔

۶۔ حضرت ابوالدرداءؓ تعلیقاً ترمذی ج۲ ص۹۰ ومسنداً طبرانی ودارمی ص۴۲ ومجمع الزوائد ج۱ ص۱۳۷۔

۷۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص طبرانی ومجمع الزوائد ج۱ ص۱۳۸

۸۔ حضرت بشیرؓ والد حضرت نعمانؓ طبرانی ومجمع الزوائد ج۱ ص۱۳۸

۹۔ حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ طبرانی ومجمع الزوائد ج۱ ص۱۳۸

۱۰۔ حضرت عمیرؓ بن قتادۃ طبرانی ومجمع الزوائد ج۱ ص۱۳۷

۱۱۔ حضرت معاذؓ بن جبل طبرانی ومجمع الزوائد ج۱ ص۱۳۸

۱۲۔ حضرت ابوقرصافہ حیدرۃؓ[1] بن خیثمہ طبرانی۔ الترغیب ج۱ ص۶۴ ومجمع الزوائد ج۱ ص۱۳۸

۱۳۔ حضرت ابوسعیدؓ الخدریؓ الترغیب ج۱ ص۲۳ وقال رواہ البزار باسناد حسن ومجمع الزوائد ج۱ ص۱۳۷ وکوثر النبی قلمی ص۲

۱۴۔ حضرت ربیعۃ بن عثمان التیمیؒ حلیۃ الاولیاء ج ص

۱۵۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ تاریخ قزوین للامام الرافعیؒ ومسند بزار والبدایۃ والنہایۃ ج۵ ص۲۰۳

۱۶۔ حضرت زیدؓ بن خالد الجہنی تاریخ ابن عساکر

۶ کے بعد یہاں تک جملہ حوالے الحرز المکنون من لفظ المعصوم المکنون ص۹ لنواب صدیق حسن خاں صاحبؒ اور بعض مجمع الزوائد سے ماخوذ ہیں صفحات کے حوالے راقم نے دیئے ہیں۔

---

[1] الترغیب والترہیب میں ابوقرصافہ جندرۃؓ بن خیشنہ ہے (ج۱ ص۶۴)

۱۷۔ حضرت عبادۃؓ بن الصامت مجمع الزوائد ج۱ ص۱۳۹

۱۸۔ حضرت عمرؓ سے موقوفاً مروی ہے رحم اللہ رجلاً سمع مقالتی فوعاھا الخ مستدرک ج۱ ص۱۱۵ قال الحاکمؒ والذھبیؒ صحیح اور امام ابن عبدالبرؒ روایت نقل کرتے کرتے عمرؓ بن الخطاب یقول من سمع حدیثاً فاداہ کما سمع فقد سلم (جامع بیان العلم ج۲ ص۱۱۳) یعنی جس نے حدیث سنی اور اس کو اسی طرح ادا کیا جس طرح اس نے سنی تھی تو گرفت سے بچ گیا۔

۱۹۔ حضرت مالکؓ بن عبادۃ مشکل الآثار للطحاویؒ ج۱ ص۱۷۱

۲۰۔ حضرت ابوبکرۃؓ (نفیعؓ بن الحارث) لیبلغ الشاہد الغائب الحدیث کے الفاظ سے بخاری ج۱ ص۱۶ وابن ماجہ ص۲۱

۲۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ وان کی حدیث رب حامل فقہ غیر فقیہ الخ کے الفاظ سے الترغیب ج۱ ص۶۴

۲۲ حضرت معاویہ القشیریؓ ان کی حدیث الا لیبلغ الشاہد الغائب ابن ماجہ ص۲۱

۲۳۔ حضرت ابوحرۃ الرقاشی عن عمہؓ لیبلغ الشاہد الغائب فانہ رب مبلغ اسعد من سامع کے الفاظ سے مسند احمد ج۵ ص۷۳ اور البدایۃ والنہایۃ ج۵ ص۲۰۱ و ص۲۰۲ ابوحرۃؓ کے عم محترم کا نام حنیفہؓ تھا جیسا کہ امام ابن مندہؒ۔ ابونعیمؒ۔ ابن قانعؒ۔ باوردیؒ۔ طبرانیؒ اور ایک خاصی جماعت نے کہا ہے (محصلہ تہذیب التہذیب ج۳ ص۶۴) علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ۔

حنیفۃ الرقاشیؓ عم ابی حرۃ لہ حدیث (تجرید اسماء الصحابۃ ج۱ ص۱۵۴)

ابوحرۃؓ کے چچا حضرت حنیفہ الرقاشیؓ تھے جن سے ایک حدیث مروی ہے۔

اور غالباً وہ یہی حدیث ہے اس حدیث کی شہرت کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ ایک غیر مشہور صحابی بھی یہ روایت بیان کرتے ہیں۔

امام حاکمؒ فرماتے ہیں کہ اس باب میں حضرات صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی جماعت سے روایتیں موجود ہیں جن میں حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت معاذ بن جبل حضرت ابن عمر حضرت ابن عمرو حضرت ابن عباس حضرت ابوہریرہ حضرت

انس وغیرہ عدۃ (کئی دیگر حضرات صحابہ کرامؓ) شامل ہیں اور حضرت نعمانؓ بن بشیرؓ کی روایت صحیح کی شرط پر ہے (مستدرک ج ۱ ص۸۸) اور علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں وفی الباب عن جماعۃ من الصحابۃ (تلخیص ج مستدرک ص۸۷) رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

الغرض امام حاکمؒ اس کو مشہور حدیثوں میں شمار کرتے ہیں (معرفت علوم الحدیث ص۹۲) اور امام سیوطیؒ فرماتے ہیں وہذا الحدیث (ای حدیث نضر اللہ الحدیث) متواتر (مفتاح الجنۃ ص۵) اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ

وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی خطبۃ حجۃ الوداع وقد بلغت التواتر الا ھل بلغت قالوا نعم فلیبلغ الشاھد الغائب فرب مبلغ اوعی من سامع (لسان المیزان ج ۱ ص۳)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا اور یہ فرمان حد تواتر کو پہنچ چکا ہے خبردار! کیا میں نے بات پہنچا دی ہے؟ تو سامعین نے فرمایا ہاں (فرمایا) تو حاضر غائب کو پہنچا دے ہو سکتا ہے کہ جس کو بات پہنچائی گئی ہو وہ سامع سے زیادہ یاد رکھنے والا ہو۔

الحاصل حدیث نضر اللہ الحدیث اور اس کے شواہد فلیبلغ الشاہد الغائب مشہور بلکہ متواتر حدیث ہے امام ترمذیؒ حضرت زیدؓ بن ثابت کی روایت کو حسن اور حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی روایت کو حسن صحیح کہتے ہیں (ترمذی ج ۲ ص۹۰) اور امام حاکمؒ اور ناقد فن رجال علامہ ذہبیؒ حضرت جبیرؓ بن مطعم کی حدیث کی امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کی شرط پر تصحیح کرتے ہیں (مستدرک مع التلخیص ج ۱ ص۸۷) اسی طرح حضرت نعمانؓ بن بشیرؓ کی روایت کی دونوں بزرگ تصحیح کرتے ہیں (مستدرک مع التلخیص ج ۱ ص۸۸) اور علامہ حافظ نورالدین علیؒ بن ابی بکر الہیثمیؒ (المتوفی ۸۰۷ھ) حضرت جبیرؓ بن مطعم کی حدیث کے بارے فرماتے ہیں رجالہ موثقون کہ اس کے جملہ راوی ثقہ ہیں اور حضرت عبادۃؓ بن الصامت کی روایت کے متعلق فرماتے ہیں رجالہ موثقون (مجمع الزوائد ج ۱ ص۱۳۹)

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث یاد کرنے

اور پھر اس کو دوسروں تک پہنچانے کی صرف ترغیب اور خوش خبری ہی نہیں سنائی بلکہ اس کو دوسروں تک پہنچانے کا حکم بھی دیا ہے اگر حدیث حجت نہیں تو معاذ اللہ تعالیٰ آپ کی یہ کاوش بالکل بے کار ہے آپ نے یہ سعی اسی لیئے کی کہ آپ کی حدیث کو مان کر اور آپ کے نقش قدم پر چل کر ہر سعادت مند کو دارین میں کامیابی نصیب ہو ؎

آپ کے نقش قدم پر گامزن ہو بے گماں   جس مسافر کو مکمل ارتقاد رکار ہے

بابُ دوم

بعون اللہ تعالیٰ قارئین کرام کے سامنے ہم یہ بات عرض کرنا چاہتے ہیں کہ حضرات محدثین کرامؒ نے بڑے ذوق و شوق کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آب زر سے لکھے جانے کے قابل الفاظ فحفظہا فوعاہا پر عمل کر کے دکھایا ہے اور بڑی محنت اور کاوش سے آپ کی احادیث کو ازبر کیا اور عالم اسباب میں امت مرحومہ تک ان کو پہنچانے میں بڑے احسانات کیے ہیں فرحمہم اللہ تعالیٰ کتب تاریخ اور اسماء الرجال سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ بہ نسبت پچھلوں کے اگلے لوگوں کا حافظہ زیادہ قوی تھا خواہ اس کی وجہ یہ ہو کہ قدرتاً عرب کے باشندوں کو سمجھا جاتا ہے کہ یادداشت کی قوت ان میں بہتر اور زیادہ تھی یا نوشت و خواند کا رواج چونکہ عرب میں کم تھا اس لیئے لوگ زیادہ تر حافظہ کی قوت سے کام لینے کے عادی تھے اور قاعدہ ہے کہ جس قوت سے جتنا زیادہ کام لیا جاتا ہے عام طور پر وہی زیادہ محکم اور قوی ہو جاتی ہے جیسے برعکس اس کے آدمی جس قوت سے کام لینا چھوڑ دیتا ہے بتدریج وہ کمزور ہونے لگتی ہے۔ بہرحال آپ کو اس میں آزادی ہے کہ اگلوں کے قوت حافظہ کا سبب

پہلی چیز کو سمجھیں یا دوسری کو، بامشہور تابعی حضرت قتادہؒ کے اس دعویٰ کو اس کا سبب قرار دیں کہ حق تعالیٰ نے اس امت کو حفظ و یاد داشت کی غیر معمولی قوت سے سرفراز فرمایا ہے دنیا کی دوسری قوموں اور امتوں کے درمیان اس امت کا یہ خاص امتیازی سرمایہ ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کو نوازا اور مختص کیا ہے۔ اور حق تعالیٰ نے اپنی اس اہم نوازش سے اس امت کو وافر حصہ مرحمت فرمایا ہے۔ (زرقانی شرح المواہب ج ۵ ص۳۹۵ ومثلہ فی البدایہ والنہایہ ج ۱ ص۲۹)

اس باب میں ہم اختصاراً بعض ایسے اکابر کا باحوالہ تذکرہ کرتے ہیں جن کو احادیث کا کافی ذخیرہ یاد ہوتا تھا اور وہ اپنے تلامذہ کو زبانی طور پر احادیث سناتے پڑھاتے اور لکھواتے تھے جب کہ کوئی کتاب ان کے سامنے نہیں ہوتی تھی۔

امام سعیدؒ بن ابی عروبہؒ (المتوفی ۱۵۶ھ) حضرت امام احمدؒ بن حنبلؒ فرماتے تھے کہ وہ یاد سے زبانی طور پر حدیثیں سناتے تھے (تذکرہ ج ۱ ص۱۶۷) محدث ابن ابی ذئبؒ (المتوفی ۱۵۹ھ) یہ حضرت بھی اپنے شاگردوں کو زبانی حدیثیں پڑھایا کرتے تھے (تذکرہ ج ۱ ص۱۸۱)

امام یحییٰؒ ابن اسحاقؒ (المتوفی ۲۱۰ھ) جو حافظ اور ثقہ تھے ان کو وہ تمام احادیث یاد تھیں جن کو وہ بیان کیا کرتے تھے (تذکرہ ج ۱ ص۳۴۲ وتہذیب التہذیب ج ۱۱ ص۱۷۷)

امام ابوالولید طیالسیؒ (المتوفی ۲۲۷ھ) امام ابوحاتمؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کے ہاتھ میں کبھی کتاب نہیں دیکھی وہ زبانی حدیثیں پڑھایا کرتے تھے (تذکرہ ج ۱ ص۳۴۷)

امام محمدؒ بن سلامؒ (المتوفی ۲۲۵ھ) جو الحافظ اور الثقہ تھے ان کو پانچ ہزار کے قریب حدیثیں یاد تھیں (تذکرہ ج ۲ ص۱)

محدث صالحؒ بن محمد جزرہؒ (المتوفی ۲۹۳ھ) جو الحافظ العلامۃ اور الثبت تھے عرصۂ دراز تک وہ ماوراء النہر میں اپنی یاد سے روایتیں بیان کرتے تھے (تذکرہ ج ۲ ص۱۹۵) نہر سے جیحون کی نہر مراد ہے جو بدخشان کے پہاڑوں سے نکل کر مغرب کی سمت پر بہتی ہے اور ماوراء النہر میں بخارا۔ سمرقند۔ نسف۔ اسبیجاب۔ تجند۔ شاش۔ آذرجند۔ خوارزم اور کاشغر وغیرہ شہر شامل ہیں (نبراس ص۲۴۵)

محدث ابن سقاءؒ (المتوفی ۳۷۱ھ) جو الحافظ اور الامام تھے علامہ ابن المظفرؒ اور امام دارقطنیؒ کا بیان ہے کہ ہم نے کبھی ان کے ہاتھ میں کتاب نہیں دیکھی (تذکرہ ج ۳ ص۱۶۵) یہ بزرگ کابلی بچہ سقہ کی طرح متاعِ دنیا کے طالب نہ تھے بلکہ ان کا عزیز متاع اور سرمایہ حدیث نبوی تھا۔ محدث ابن فطیسؒ (المتوفی ۴۰۲ھ) جو الحافظ الثبت اور العلامۃ تھے اپنے شاگردوں کو یاد سے حدیثیں املا کرایا کرتے تھے (تذکرہ ج ۳ ص۲۴۸) محدث احمدؒ بن محمد العلافؒ (المتوفی ۴۰۷ھ) یہ بھی اپنی یاد اور حفظ سے حدیثیں بیان کیا کرتے تھے (تذکرہ ج ۳ ص۲۵۳) محدث ابن ماکولاؒ (المتوفی ۴۸۶ھ) جو الامام الکبیر الحافظ اور البارع تھے امام حمیدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جب بھی ان سے کوئی حدیث دریافت کی تو انہوں نے فر فر زبانی ہی سنائی میں نے ان کے ہاتھ میں کوئی کتاب نہیں دیکھی (تذکرہ ج ۴ ص۲) محدث احمدؒ بن ابی عمران بغدادیؒ (المتوفی ۲۸۰ھ) جو امام طحاویؒ کے استاد اور ثقہ تھے انہوں نے بھی بہت سی احادیث اپنی یاد اور حفظ سے بیان کیں (الجواہر المضیہ ج ۱ ص۱۲۸) محدث بکرؒ بن محمدؒ بن علیؒ (المتوفی ۵۱۲ھ) ان کو بھی حدیثیں یاد تھیں ان سے جب بھی کوئی سائل کوئی حدیث پوچھتا تو وہ فوراً زبانی بیان کر دیتے ان کو کتاب کی طرف مراجعت کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی تھی (الجواہر ج ۱ ص۱۷۱) امام لیثؒ بن سعدؒ (المتوفی ۱۷۵ھ) سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ بعض اوقات ایسی حدیثیں بیان کرتے ہیں جو آپ کی کتابوں میں نہیں ہوتیں تو فرمایا کہ ہر وہ چیز جو میرے سینہ میں محفوظ ہے وہ کتابوں میں بھی ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو تم دیکھتے کہ وہ اس قدر بڑا دفتر ہو جاتا کہ یہ سواری اس کو نہ اٹھا سکتی (تہذیب ج ۸ ص۴۶۳) امام عبدالرحمٰنؒ بن مہدیؒ (المتوفی ۱۹۸ھ) محدث محمدؒ بن یحییٰؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی ان کے ہاتھ میں کتاب نہیں دیکھی میں نے ان سے جو کچھ سنا اور حاصل کیا وہ زبانی حاصل کیا وہ اپنی یاد ہی سے روایت کیا کرتے تھے (تاریخ خطیبؒ بغدادی ج ۱۰ ص۲۴۷) امام عطارؒ ابوبکر محمدؒ بن ابراہیمؒ (المتوفی ۴۶۶ھ) جو الحافظ اور الامام تھے اپنی یاد ہی سے حدیثیں املا کرایا کرتے تھے (تذکرہ ج ۳ ص۳۳۳) محدث محمدؒ بن صلتؒ (المتوفی ۲۲۷ھ) امام ابوحاتمؒ فرماتے ہیں وہ ہمیں زبانی تفسیر (حضرات سلفؒ تفسیر میں احادیث کو سب سے

مقدم رکھتے تھے) املاء کرایا کرتے تھے (میزان الاعتدال ج ۳ ص۱۵۷ اور تہذیب ج ۹ ص۲۳۳ میں ہے کہ وہ تفسیر وغیرہ زبانی املاء کرایا کرتے تھے) محدث مسلمؒ بن ابراہیم الفراہیدیؒ (المتوفی ۲۲۲ھ) ان کو اپنے اساتذہ میں قرہؒ بن خالدؒ، ہشام دستوائیؒ اور ابانؒ بن یزیدؒ کی چند روایتیں یاد تھیں (تذکرہ ج ۱ ص۳۵۷)، امام یحییٰؒ بن ابی زائدہؒ (المتوفی ۱۸۳ھ) وہ عموماً کتاب دیکھے بغیر اپنے حافظہ سے زبانی حدیثیں بیان کیا کرتے تھے (تہذیب ج ۱۱ ص۲۰۹) امام یحییٰؒ بن معینؒ باوجود روایتِ حدیث میں بڑے متشدد ہونے کے ان کی صرف ایک ہی حدیث کی غلطی کا ادعاء کرسکے (بغدادی ج ۱۴ ص۱۱۷) امام شعبہؒ بن الحجاجؒ (المتوفی ۱۶۰ھ) ایک مرتبہ امام علیؒ بن المدینیؒ نے امام الجرح والتعدیل یحییٰؒ بن سعیدؒ القطانؒ سے دریافت کیا کہ آپ کے نزدیک طویل حدیثوں کو سب سے زیادہ یاد رکھنے والا کون ہے؟ سفیانؒ یا شعبہؒ؟ انہوں نے جواب دیا کہ شعبہؒ اس معاملہ میں بہت بڑھے ہوئے ہیں (ترمذی ج ۲ ص۲۳۸ وتاریخ خطیب بغدادی ج ۹ ص۲۶۴) محدث اسماعیلؒ بن عُلیہؒ (المتوفی ۱۹۳ھ) علامہ زیادؒ بن ایوبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عُلیہؒ کی کبھی کوئی کتاب نہیں دیکھی لیکن اس کے باوجود تثبت اور اتقان کا یہ عالم تھا کہ ان سے حدیث بیان کرنے میں کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی (بغدادی ج ۶ ص۲۳۲) محدث حاجبؒ بن سلیمانؒ (المتوفی ۲۶۵ھ) ان کے پاس بھی کوئی کتاب نہ تھی وہ جو کچھ روایت کرتے اپنے حافظہ سے زبانی طور بیان کرتے تھے (دار قطنی ج ۱ ص۵۰ ونصب الرایہ ج ۱ ص۵۷ وتہذیب ج ۲ ص۱۳۳) امام معمرؒ (المتوفی ۱۵۲ھ) جلیل القدر اور پختہ کار محدث تھے اور وہ اپنے حافظہ کے بھروسہ پر اپنی یاد ہی سے روایت کیا کرتے تھے (تہذیب ج ۱۰ ص۲۴۴) محدث ہشیمؒ (المتوفی ۱۸۳ھ) ان کا بھی یہی معمول تھا کہ وہ زبانی احادیث بیان کرتے تھے (تہذیب ج ۱۱ ص۶۳) امام محمدؒ بن محمدؒ ابوبکر الباغندیؒ (المتوفی ۳۱۲ھ) انکی نسبت علامہ خطیبؒ فرماتے ہیں کہ وہ عام طور پر زبانی احادیث سنایا کرتے تھے (بغدادی ج ۳ ص۱۲۹)۔

قارئین کرام! ہم نے اختصاراً بعض حوالے سپردِ قلم کیئے ہیں جن سے بخوبی یہ اندازہ

ہوسکتا ہے کہ ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں بزرگ ایسے تھے جن کو تدریس اور املاء کے وقت کتاب دیکھنے اور مطالعہ کرنے کی حاجت ہی نہ پڑتی تھی اور ان کے حافظے اتنے قوی ہوتے تھے کہ متشدد سے متشدد بزرگ بھی ایک آدھ غلطی کے بغیر ان کی غلطیوں کا دعویٰ نہیں کرسکے اور صرف یہی نہیں کہ ان کو دو چار دس بیس پچاس سو حدیثیں ہی یاد ہوتی تھیں بلکہ سینکڑوں سے گزر کر ہزاروں بلکہ لاکھوں حدیثیں ان کو یاد ہوتی تھیں اور کتابوں کی کتابیں اور دیوانوں کے دیوان اشعار ان کو یاد ہوتے تھے جیسا کہ آئندہ اوراق میں انشاء اللہ العزیز بخوبی اس کا اندازہ ہوجائے گا ہم زیادہ تطویل سے کام نہیں لیتے ؎

کام تھے عشق میں بہت پر میرؔ ہم تو فارغ ہوئے شتابی سے

باب سوم

اس باب میں ہم ان محدثین کرامؒ کا تذکرہ کرتے ہیں جن کو ہزاروں حدیثیں یاد ہوتی تھیں امام ربعیؒ (المتوفی ۲۴۶ھ) جو الامام اور الحافظ تھے ان کو صرف محدث ابن جوصاءؒ کی ایک ہزار حدیث مع سند یاد تھی (تذکرہ ج ۳ ص۲۸۹) امام ابوعاصم النبیلؒ (المتوفی ۲۱۴ھ) امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ ان کو ایک ہزار جید اور صحیح حدیث یاد تھی (تذکرہ ج ۱ ص۳۳۱ وتہذیب ج ۴ ص۴۵۱)

لطیفہ: نبیل کے عربی میں کئی معانی آتے ہیں ایک معنیٰ یہ ہے کہ جس آدمی کی ناک بڑی ہو اس کو نبیل کہتے ہیں انہوں نے جب شادی کی اور اپنی بیوی کو بوسہ دینے لگے تو وہ بولی بندۂ خدا اپنا گھٹنا دور رکھو ابو عاصمؒ بولے یہ گھٹنا نہیں میری ناک ہے (تہذیب ج ۴ ص۴۵۲) امام یزیدؒ بن ہارونؒ (المتوفی ۲۰۶ھ) وہ فرماتے ہیں کہ میں نے (صرف) یحییٰؒ بن

سعید الانصاریؒ سے تین ہزار حدیثیں یاد کی تھیں لیکن جب میں بیمار ہوا تو نصف بھول
گیا (تذکرہ ج ۱ صـ۱۳۲) امام حفصؒ بن غیاثؒ (المتوفی ۱۷۹ھ) امام یحییٰؒ بن معینؒ فرماتے
فرماتے ہیں کہ حفصؒ بن غیاثؒ نے بغداد اور کوفہ میں تین چار ہزار حدیثیں زبانی بیان کی
تھیں (تذکرہ ج ۱ صـ۲۷۴) امام حمادؒ بن زیدؒ (المتوفی ۱۷۹ھ) جو الامام اور الحافظ تھے
ان کو چار ہزار حدیثیں یاد تھیں اور امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حمادؒ آنکھوں سے
معذور تھے اور ان کے پاس کوئی کتاب نہ تھی (تذکرہ ج ۱ صـ۲۱۲) محدث طلحہؒ بن
عمروؒ (المتوفی ۱۵۲ھ) مشہور محدث معمرؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم چند رفقاء طلحہؒ
کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے جن میں امام شعبہؒ امام سفیان ثوریؒ اور محدث ابن جریجؒ
خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ہمارے سامنے کتابیں رکھی ہوئی تھیں اور طلحہؒ وہ حدیثیں
اپنے شاگردوں کو زبانی املاء کرا رہے تھے چنانچہ چار ہزار حدیثیں انہوں نے املاء کرائیں
صرف دو حدیثوں میں ان سے غلطی ہوئی لیکن ان میں نہ تو ان کا قصور تھا اور نہ ہمارا یہ
غلطیاں اوپر کے بعض رواۃ سے غلط نقل ہوتی چلی آرہی تھیں (میزان ج ۱ صـ۴۷۸ و
تہذیب ج ۵ صـ۲۳) اور یقیناً اس مجلس میں ان غلطیوں کی اصلاح ہوگئی ہوگی امام
سلیمانؒ بن مہران الاعمشؒ (المتوفی ۱۴۸ھ) سے چار ہزار حدیثیں مروی ہیں وہ زبانی
بیان کرتے تھے اور ان کے پاس کتاب نہ تھی (بغدادی ج ۹ صـ۵) امام محمدؒ بن سلامؒ بن
فرجؒ (المتوفی ۲۲۷ھ) وہ خود فرماتے ہیں کہ مجھے تقریباً پانچ ہزار حدیثیں یاد ہیں (تہذیب
ج ۹ صـ۲۱۲) امام سفیانؒ بن عیینہؒ (المتوفی ۱۹۸ھ) جو فن حدیث کے ایک رکن تھے
محدث عجلیؒ فرماتے ہیں کہ ان کو سات ہزار حدیثیں یاد تھیں (تذکرہ ج ۱ صـ۲۴۳) امام
عبد الرحمٰنؒ بن مہدیؒ کو دس ہزار حدیثیں یاد تھیں (تہذیب ج ۴ صـ۱۸۴) امام سعیدؒ بن
منصورؒ (المتوفی ۲۲۷ھ) صاحب سنن مشہور کے بارے محدث حرب کرمانیؒ فرماتے
ہیں کہ انہوں نے تقریباً دس ہزار حدیثیں ہمیں زبانی املاء کرائی تھیں (تذکرہ ج ۲ صـ۵
و تہذیب ج ۴ صـ۹۰) محدث سلیمانؒ بن حربؒ (المتوفی ۲۲۴ھ) امام ابو حاتمؒ فرماتے
ہیں کہ ان کو دس ہزار حدیثیں یاد تھیں جن کو وہ بیان کرتے تھے ان کے ہاتھ میں ہم نے کبھی

کوئی کتاب نہیں دیکھی (تذکرہ ج ۱ صـ۳۵۵ و تہذیب ج ۴ صـ۱۷۹ و بغدادی ج ۹ صـ۳۳)
امام عبد الرحمٰنؒ بن معاذؒ (المتوفی ۲۳۷ھ) جو الحافظ اور الحجۃ تھے امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں
ان کو دس ہزار حدیثیں یاد تھیں (تذکرہ ج ۲ صـ۶۷) حافظ الحدیث امام ابو اللیث عبد اللہؒ
بن شریحؒ (المتوفی ۲۵۸ھ) ان کو بھی دس ہزار حدیثیں یاد تھیں جن کو وہ زبانی بیان کرتے
تھے (مقدمہ نصب الرایہ صـ۴۳) امام شیخ الاسلام حافظ ابو اسمٰعیل عبد اللہؒ بن محمد
الہرویؒ (المتوفی ۴۸۱ھ) وہ خود فرماتے ہیں کہ مجھے بارہ ہزار حدیثیں یاد ہیں اور میں
ان کو فرفر زبانی سنا سکتا ہوں (تذکرہ ج ۳ صـ۳۵۴) یہ بزرگ محدث ہونے کے ساتھ
جید شاعر بھی تھے اور ان کو اپنے حنبلی المسلک ہونے پر بڑا ناز اور فخر بھی تھا چنانچہ وہ
فرماتے ہیں۔

انا حنبلی ما حییت و ان امت   فوصیتی للناس ان یتحنبلوا

(تذکرہ ج ۳ صـ۳۵۴) میں جب تک زندہ رہا تو حنبلی ہی رہوں گا اور جب میں مر گیا تو
لوگوں کو میری یہی وصیت ہے کہ وہ حنبلی ہو جائیں۔ سلطان اورنگ زیب عالمگیرؒ (المتوفی
۱۱۱۸ھ) مولانا شیخ فتح محمد صاحب تھانویؒ بیان فرماتے تھے کہ سلطان عالمگیرؒ کو بارہ
ہزار حدیثیں یاد تھیں (الانفاء صـ۱۷ ماہ رمضان ۱۳۵۶ھ و معارف صـ۲۵ بابت ماہ مئی
۱۹۴۴ء) اور اپنے متعلق فرماتے تھے کہ الحمد للہ مجھے چار ہزار حدیثیں حفظ یاد ہیں (معارف
صـ۳۵۱ بابت ماہ مئی ۱۹۴۴ء) امام عبد الرزاقؒ بن ہمامؒ (المتوفی ۲۱۱ھ) صاحب
مصنف محدث عباد دبریؒ فرماتے ہیں کہ ان کو سترہ ہزار حدیثیں یاد تھیں (تہذیب
ج ۶ صـ۳۱۶) امام الحافظ البارع ابو بکر محمدؒ بن احمد الاسفرائینیؒ (المتوفی ۴۰۶ھ)
امام حاکمؒ فرماتے ہیں کہ محدث اسفرائینیؒ کو امام مالکؒ امام شعبہؒ امام ثوریؒ اور امام مسعرؒ
بن کدامؒ کی بیس ہزار سے زائد حدیثیں یاد تھیں (تذکرہ ج ۳ صـ۲۵۱) امام یزیدؒ بن ہارونؒ
محدث علیؒ بن شعیبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یزیدؒ بن ہارونؒ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ مجھے
چوبیس ہزار حدیثیں مع سند یاد ہیں اور اس پر مجھے کوئی فخر نہیں (کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان
ہے) اور دوسرے حضرات ان سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے پچیس ہزار حدیثیں

بمع سند یاد ہیں اور نیز فرماتے تھے کہ مجھے علاقہ شام کے محدثین کرامؒ کی بیس ہزار روایات ایسی
یاد ہیں جن کے متعلق مجھے کسی دوسرے سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں (بغدادی ج ۴
ص ۲۲۷ تذکرہ ج ۱ ص ۲۹۲ وتہذیب ج ۱۱ ص ۳۶۷) مشہور محدث ابو مسعود احمد بن فراتؒ
(المتوفی ۲۵۸ھ) کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ اصبہان گیا میرے پاس کوئی کتاب نہ تھی
وہاں میں نے کئی ہزار حدیثیں زبانی املا کرائیں اس کے بعد میرے پاس کتابیں پہنچیں اور
میں نے ان سے تقابل کیا تو معلوم ہوا کہ فلم یختلف الا فی مواضع یسیرۃ (بغدادی ج ۴ ص ۱۴۵)
یعنی اختلاف صرف چند ہی مواقع میں نظر آیا۔ قاضی امام ابو یوسفؒ (المتوفی ۱۸۲ھ)
حضرت ملا جیونؒ لکھتے ہیں کہ امام موصوفؒ کو بیس ہزار ایسی حدیثیں یاد تھیں جو بالکل من
گھڑت جعلی اور موضوع تھیں تاکہ لوگوں کو ان سے آگاہ کر دیں کہ وہ ان پر عمل کرنے کی
وجہ سے گمراہ نہ ہو جائیں (نور الانوار ص ۱۹۶) اس سے اندازہ کرلیں کہ ان کو صحیح حدیثیں
کتنی یاد ہوں گی جب کہ بالاتفاق وہ حضرات فقہاء کرامؒ میں محدثین کرامؒ کے نزدیک مکثر
فی الحدیث تھے۔ امام اسماعیل بن عیاشؒ (المتوفی ۱۸۱ھ) محدث عبد اللہ بن احمدؒ
نے امام داؤد ضبیؒ سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ کیا اسمٰعیلؒ کو دس ہزار حدیثیں یاد ہیں؟ انہوں
نے جواب دیا ہاں دس ہزار اور دس ہزار اور دس ہزار (یعنی تیس ہزار) حدیثیں ان کو یاد
ہیں (تہذیب ج ۱ ص ۳۲۲) امام ابو داؤد الطیالسیؒ (المتوفی ۲۰۳ھ) انہوں نے ایک مرتبہ
فرمایا کہ میں فی الحال تیس ہزار حدیثیں فرفر زبانی سنا سکتا ہوں اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں
(اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے) مشہور محدث عمر بن شبہؒ کا بیان ہے کہ امام ابو داؤد طیالسیؒ نے
اصبہان میں چالیس ہزار حدیثیں زبانی املا کرائی تھیں ان کے پاس کوئی کتاب نہ تھی۔
(تہذیب ج ۴ ص ۱۸۳) امام اسحاق بن بہلول التنوخیؒ (المتوفی ۲۵۲ھ) نے بغداد میں پچاس
ہزار سے اوپر حدیثیں زبانی بیان کی تھیں (بغدادی ج ۶ ص ۳۶۸) امام اسحاق بن راہویہؒ
(المتوفی ۲۳۷ھ) وہ فرماتے تھے کہ میں نے جو ایک لاکھ حدیث لکھی ہے وہ میرے پیش
نظر ہے اور تیس ہزار حدیثیں تو میں فرفر زبانی سنا سکتا ہوں امام ابو داؤد الخفافؒ فرماتے
ہیں کہ انہوں نے ایک دفعہ ہمیں گیارہ ہزار حدیثیں املا کرائی تھیں جن میں ایک حرف کی کمی

بیشی نہیں ہوئی تھی (بغدادی ج ۶ ص ۳۵۲ وتذکرہ ج ۲ ص ۲۰) ان کو اللہ تعالیٰ نے غضب کا
حافظہ دیا تھا وہ فرماتے ہیں کہ میں جو چیز بھی سنتا تھا وہ مجھے یاد ہو جاتی تھی (بغدادی ج ۶
ص ۳۵۲) اور فرماتے تھے کہ جو چیز میں نے یاد کی ہے وہ مجھے بھولی نہیں (بغدادی ج ۶ ص ۳۵۴)
انہوں نے زبانی ایک تفسیر بھی املا کرائی تھی (بغدادی ج ۶ ص ۳۵۲) امام عبد اللہ بن ابی
داؤدؒ (المتوفی ۳۱۶ھ) جو الحافظ اور العلامۃ تھے امام ابو داؤدؒ صاحب سنن کے فرزند
تھے انہوں نے خود اپنی سرگذشت اس طرح بیان کی ہے کہ میں جب اصبہان پہنچا تو
لوگوں نے مجھے ایک جلیل القدر امام اور محدث کا لڑکا سمجھ کر حدیثیں بیان کرنے کا
مطالبہ کیا اور اس پر انہوں نے خاصا اصرار کیا میں نے ان کے اصرار پر چھتیس ہزار
حدیثیں زبانی سنا ڈالیں وہاں کے محدثین کرامؒ نے صرف سات حدیثوں میں میری
غلطی نکالی جب میں اپنے وطن مالوف پہنچا اور اپنی بیاض دیکھی تو معلوم ہوا کہ
پانچ حدیثوں میں غلطی اوپر سے نقل ہوتی آرہی ہے صرف دو حدیثوں میں مجھ سے غلطی
واقع ہوئی تھی (تذکرہ ج ۲ ص ۲۹۹ ومیزان ج ۲ ص ۴۴) جب اس محدث کبیر کی وفات
ہوئی تو لوگوں کا تانتا بندھا ہوا تھا اسّی بار ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور تقریباً تین
لاکھ آدمی ان کے نماز جنازہ میں شریک ہوئے (میزان ج ۲ ص ۴۴ ولسان المیزان ج ۳
ص ۲۹۷) امام ابراہیم الحربیؒ المتوفی ۲۸۵ھ) محدث ابو تمام زینبیؒ نے امام ابو داؤدؒ
کے صاحبزادے امام عبد اللہؒ سے دریافت کیا کہ آپ جیسا محدث کوئی اور دیکھنے میں
نہیں آیا ہاں مگر امام ابراہیم حربیؒ ہیں امام عبد اللہؒ نے جواب دیا کہ جو حدیثیں امام ابراہیم
حربیؒ کو یاد ہیں وہ ساری مجھے بھی یاد ہیں (تذکرہ ج ۲ ص ۳۰ ولسان ج ۳ ص ۲۹۶)۔
امام محمد بن عیسیٰ بن نجیحؒ (المتوفی ۲۲۴ھ) فرماتے تھے کہ مجھے چالیس ہزار حدیثیں یاد ہیں
(تہذیب ج ۵ ص ۳۹۴) امام ابن ابی عاصمؒ (المتوفی ۲۸۷ھ) جو الحافظ الکبیر تھے علامہ ذہبیؒ
لکھتے ہیں کہ فتنہ تاتار میں ان کی کتابیں ضائع ہوگئی تھیں انہوں نے پچاس ہزار حدیثیں زبانی
لکھوا دی تھیں (تذکرہ ج ۲ ص ۱۹۴) امام العسالؒ (المتوفی ۳۴۹ھ) جو الحافظ اور العلامۃ
تھے وہ فرماتے تھے کہ مجھے پچاس ہزار حدیثیں صرف علم قرات سے متعلق یاد ہیں انہوں نے

امردستان میں چالیس ہزار حدیثیں زبانی املاء کرائی تھیں جب ان کا تقابل اصل بیاض سے کیا تو معلوم ہوا کہ ایک حرف کی غلطی بھی واقع نہیں ہوئی انہوں نے ایک بہت بڑی تفسیر بھی زبانی لکھوائی تھی (تذکرہ ج ۳ ص ۹۷) امام ابو عبد اللہ عبد الرحمٰنؒ بن احمد الختلیؒ (المتوفی سـ ـھ) علامہ خطیبؒ لکھتے ہیں کہ ان کو پچاس ہزار حدیث زبانی یاد تھی اور انہوں نے زبانی املاء بھی کرائی تھیں (بغدادی ج ۱۰ ص ۲۹۱ و تذکرہ ج ۳ ص ۸۲) امام عبد الملکؒ بن محمد الرقاشیؒ (المتوفی ۲۷۶ھ) ان کی کنیت ابو قلابہ تھی ان کو ساٹھ ہزار حدیث یاد تھی (تذکرہ ج ۲ ص ۱۴۳ و میزان ج ۲ ص ۱۵۳) امام الائمہ ابن خزیمہؒ (المتوفی ۳۱۱ھ) امام ابو احمد حسنکؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ امام ابن خزیمہؒ نے فرمایا کہ امام ابن راہویہؒ کو ستر ہزار حدیثیں یاد تھیں ہم نے سوال کیا کہ آپ کو کتنی یاد ہیں؟ پہلے تو فرمانے لگے میاں فضول باتیں چھوڑ دو پھر خود ہی دل میں خیال پیدا ہوا کہ ان کو جواب دینا ہی بہتر ہے ارشاد فرمایا کہ میں نے جو کچھ بھی لکھا ہے وہ سب مجھے یاد ہے (تذکرہ ج ۲ ص ۲۶۱) گویا امام ابن راہویہؒ کی طرح ستر ہزار حدیثیں اور ان کے علاوہ جو جو حدیثیں بھی ان کے پاس لکھی ہوئی تھیں وہ سب انہی زبانی یاد تھیں۔

باب چہارم

دوسرے باب میں ہم نے یہ عرض کیا ہے کہ حضرات محدثین کرامؒ کو اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں یاد ہوتی تھیں اور وہ درس و تدریس کے وقت اور تلامذہ کو املاء کرانے وقت حدیثیں زبانی املاء کرواتے تھے کتاب دیکھنے اور مطالعہ کرنے کی ان کو مطلقاً ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی تھی اور تیسرے باب میں ہم نے باحوالہ یہ ثابت کیا ہے کہ حضرات محدثین کرامؒ کو سینکڑوں ہی نہیں بلکہ ہزاروں حدیثیں یاد ہوتی تھیں اب اس باب میں ہم بحمد اللہ تعالیٰ آپ کے سامنے ایسے حوالے نقل کرتے ہیں جن سے بخوبی یہ امر واضح اور ثابت ہوتا ہے کہ حضرات محدثین کرامؒ کی یاد اور حفظ کی پرواز ہزاروں سے گزر کر لاکھوں تک پہنچ چکی تھی غور کرنا آپ کا کام ہے۔

محدث محمدؒ بن موسیٰ الحضرمیؒ (المتوفی ۳۲۱ھ) کو ایک لاکھ کے قریب حدیث یاد تھی (میزان ج ۳ ص ۱۴۱ و لسان المیزان ج ۵ ص ۳۹۹) امام عبد الرحمٰنؒ بن احمدؒ (المتوفی ۴۴۵ھ) کو ایک لاکھ حدیث یاد تھی اور ان کی املاء کی مجلس میں تین ہزار دواتیں موجود رہتی تھیں۔ (لسان المیزان ج ۳ ص ۴۰۵) امام عبدانؒ (المتوفی ۳۰۶ھ) جو الحافظ اور الامام تھے ان کو ایک لاکھ حدیث یاد تھی (تذکرہ ج ۲ ص ۲۳۳) امام ابو داؤد طیالسیؒ جو بلند پایہ اور عظیم المرتبت محدث تھے جن کی کتاب مسند ابو داؤد طیالسی کے نام سے جو علم حدیث کا ایک بڑا ذخیرہ ہے دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن سے طبع ہو کر منصۂ شہود پر آچکی ہے محدث یونسؒ بن حبیبؒ فرماتے ہیں کہ امام ابو داؤد طیالسیؒ نے ایک لاکھ حدیث ہمیں زبانی املاء کرائی تھی لیکن ستر

جگہ ان سے غلطی واقع ہوئی جب وہ واپس بصرہ پہنچے تو اپنا بیاض دیکھ کر ہمیں لکھا کہ ستر جگہ مجھے غلطی لگی ہے ان مقامات کی تم اصلاح کر لو (تہذیب ج ۴ ص ۱۸۶) امام علیؒ بن ابراہیم القطانؒ (المتوفی ۳۴۵ھ) جو الحافظ الامام اور القدوۃ تھے وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تحصیل علم کے زمانہ میں جب میں جوان تھا ایک لاکھ حدیث یاد تھی لیکن آج (بڑھاپے کی وجہ سے) میں سو حدیث بھی محفوظ نہیں رکھ سکتا (تذکرہ ج ۳ ص ۸۶) محدث محمدؒ بن عمر ابوبکر الجعابیؒ (المتوفی ۳۵۵ھ) محدث ابو علی تنوخیؒ فرماتے تھے کہ ابن جعابیؒ کو دو لاکھ حدیثیں یاد تھیں (تذکرہ ج ۳ ص ۱۳۱) خود امام ابن جعابیؒ کا اپنا بیان ہے کہ مجھے چار لاکھ حدیثیں یاد ہیں (تذکرہ ج ۳ ص ۱۳۱) اور نیز وہ فرماتے ہیں کہ مجھے چار لاکھ حدیثیں یاد ہیں اور چھ لاکھ حدیث کا میں آسانی سے مذاکرہ کر سکتا ہوں (لسان المیزان ج ۵ ص ۳۲۲) ایک مرتبہ امام جعابیؒ کی کچھ کتابیں ضائع ہو گئیں ان کا ایک شاگرد رشید بہت ہی مغموم اور پریشان ہوا امام جعابی نے اسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ مغموم کیوں ہوتے ہو؟ ان کتابوں میں صرف دو لاکھ حدیثیں درج تھیں بحمد اللہ تعالےٰ ان میں سے کسی ایک حدیث کے بارے میں مجھے کوئی تردد اور اشکال پیش نہیں آئے گا نہ سند میں اور نہ متن میں (میزان ج ۳ ص ۱۱۳ ولسان ج ۵ ص ۳۲۲) امام جلال الدین سیوطیؒ (المتوفی ۹۱۱ھ) کا دعویٰ تھا کہ مجھے دو لاکھ حدیثیں زبانی یاد ہیں (تعلیم المشاغل ص ۴۹۹)

حضرت امام بخاریؒ (المتوفی ۲۵۶ھ) صاحب صحیح کا بیان ہے کہ مجھے تین لاکھ حدیثیں یاد ہیں جن میں سے ایک لاکھ حدیث صحیح ہے اور دو لاکھ غیر صحیح (تذکرہ ج ۲ ص ۱۲۳۔ بغدادی ج ۲ ص ۲۵ واکمال ص ۶۲۶) تاریخ میں امام بخاریؒ کی نسبت مذکور ہے کہ امام بخاریؒ کو چھ لاکھ حدیثیں یاد تھیں (سیرت النبی ج ۳ ص ۴۴ از علامہ سید سلیمان ندویؒ) ان چھ لاکھ احادیث میں سے چھانٹ کر امام بخاریؒ نے صحیح بخاری مرتب کی ہے جس میں کل سات ہزار دو سو پچھتر حدیثیں ہیں (اکمال ص ۶۲۶) اور جن میں تقریباً چار ہزار غیر مکرر ہیں (مقدمہ حاشیہ بخاری ص ۴ از مولانا احمد علی سہارنپوریؒ) اور خود امام بخاریؒ کا بیان ہے کہ میں نے چھ لاکھ حدیثوں سے چھانٹ کر صحیح بخاری مرتب کی ہے (بغدادی ج ۲ ص ۸) اور فرماتے ہیں کہ میں نے صحیح بخاری میں صرف وہ حدیثیں درج کی ہیں جو صحیح ہیں اور میں نے

طوالت کے خوف سے بے شمار صحیح حدیث اس میں درج نہیں کیں (بغدادی ج ۲ ص ۹ و تدریب الراوی ص ۴۶) علامہ حازمیؒ اور حافظ اسماعیلیؒ اپنی اپنی سند کے ساتھ امام بخاریؒ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے صحیح بخاری میں صرف صحیح حدیثیں ہی درج کی ہیں۔

وما ترکت من الصحیح فھو اکثر (شروط الائمۃ الخمسۃ للحازمیؒ ص ۴۹ طبع مصر ومقدمۂ فتح الباری ج ۱ ص ۷ طبع مصر)

اور جو حدیثیں میں نے صحیح بخاری میں درج نہیں کیں اور ترک کر دی ہیں تو وہ بہت زیادہ ہیں۔

اس سے صراحتہ یہ بات ثابت ہو گئی کہ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں صرف صحیح حدیثیں ہی درج کی ہیں اور ان کے علاوہ بھی بے شمار حدیثیں ان کے بیان اور ارشاد کے مطابق صحیح ہیں (فھو اکثر) لہٰذا منکرین حدیث کا اور خصوصیت سے چودھری غلام احمد صاحب پرویز کا یہ دعویٰ کہ۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے تقریباً چھ لاکھ روایات میں سے پانچ لاکھ چورانوے ہزار کو مسترد کر دیا اور قریب چھ ہزار احادیث کو اپنے ہاں درج کیا (مقام حدیث ج ۲ ص ۲۲۴ ومثلہ ج ۱ ص ۵۷) قطعاً باطل اور سراسر مردود ہے اس لئے کہ امام بخاریؒ نے جو حدیثیں صحیح بخاری میں درج نہیں کیں وہ سب کی سب مسترد اور مردود نہیں ہیں بلکہ ان میں بے شمار حدیثیں صحیح بھی ہیں اور اس میں ان کا اپنا بیان کافی ہے۔

مشہور محدث اور لغوی شیخ الاسلام ابن انباریؒ (المتوفی ۳۲۸ھ) جو الحافظ تھے ان کا بیان ہے کہ مجھے تین لاکھ تو صرف اشعار ہی یاد ہیں جن کو میں نے قرآن کریم کے استشہاد کے لئے یاد کر رکھا ہے (تذکرہ ج ۳ ص ۱۳۱)

امام عبید اللہؒ بن عبد الکریم ابو زرعۃ الرازیؒ (المتوفی ۲۶۴ھ) امام احمدؒ بن حنبلؒ فرماتے تھے کہ صحیح احادیث کی کل تعداد تقریباً سات لاکھ سے کچھ زائد ہے جن میں سے چھ لاکھ حدیث اس بندۂ خدا نوجوان ابو زرعہ رازیؒ کو یاد ہے (تہذیب ج ۷ ص ۳۳) ایک مرتبہ کسی ستم ظریف نے خدا جانے اس کو کیا سوجھی (بظاہر کسی کے شک کرنے پر غصہ میں آ کر ایسا ہوا ہوگا) کہ اس نے یہ قسم اٹھا کر کہا کہ اگر امام ابو زرعہؒ کو ایک لاکھ حدیث یاد نہ ہوئی تو مجھ پر میری بیوی طلاق

ہے وہ بیچارہ شکستہ خاطر ہو کر افتاں و خیزاں امام ابوزرعہؒ کے پاس پہنچا اور اپنی سرگذشت سنائی امام ابوزرعہؒ نے فرمایا تمہاری بیوی تم پر طلاق نہیں ہوئی (تذکرہ ج ۲ ص۱۲۴) ظاہر امر ہے کہ اگر امام موصوفؒ کو ایک لاکھ حدیث یاد نہ ہوتی تو محض نام و نمود کے لئے تو ایسا فتوی دینے کی کبھی جرأت نہ کرتے امام ابوزرعہؒ کا اپنا بیان ہے کہ ایک لاکھ حدیث مجھے اس طرح یاد ہے جیسے عام لوگوں کو سورۃ الاخلاص یاد ہوتی ہے (تہذیب ج ۷ ص۳۳) یعنی اگرچہ کئی لاکھ احادیث مجھے یاد ہیں اور ان کو بیان کرتے وقت مجھے فکر اور توجہ کی ضرورت پڑتی ہے لیکن ایک لاکھ حدیث تو اس طرح مجھے یاد ہے کہ دماغ کو مستحضر کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی اور میں ان کو فر فر سنا سکتا ہوں امام ابوزرعہؒ کا یہ بھی دعوی تھا کہ مجھے دس ہزار حدیثیں تو صرف علم قرأت سے متعلق یاد ہیں (تذکرہ ج ۲ ص۱۲۴) امام ابوزرعہؒ کی وفات بھی بڑے عجیب طریقہ سے واقع ہوئی مشہور محدث ابوجعفر محمدؒ بن علی الساویؒ کا بیان ہے کہ ہم چند رفقاء جن میں امام ابوحاتمؒ امام محمدؒ بن مسلمؒ بن وارہؒ اور امام منذرؒ بن شاذانؒ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں امام ابوزرعہؒ کے پاس اس وقت پہنچے جب وہ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہونے والے تھے اور ان پر عالم نزع طاری تھا ہم نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی تلقین کرنے کا ارادہ کیا لیکن امام عالی مقام کے سامنے صریح الفاظ میں تلقین کرنے کی جرأت نہ کر سکے ہم نے تکرار حدیث کے بہانہ سے اس حدیث کی سند شروع کی چنانچہ محدث ابن وارہؒ نے سند یوں شروع کی ہم سے ضحاکؒ بن مخلدؒ نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبدالحمید بن جعفرؒ نے بیان کیا وہ صالحؒ سے روایت کرتے ہیں محدث ابن وارہؒ جو ہم سب میں زیادہ جری تھے یہیں تک سند بیان کر سکے آگے نہ چل سکے اور باقی جملہ حضرات خاموش تھے امام ابوزرعہؒ نے عالم نزع میں خود سند شروع کر دی ثنا بندار قال ثنا ابوعاصم قال حدثنا عبدالحمید بن جعفر عن صالح بن ابی عریب عن کثیر بن مرۃ الحضرمی عن معاذؓ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

من کان آخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ	کہ جس شخص کی آخری بات لا الٰہ الا اللہ پر ختم
دخل الجنۃ ومات رحمہ اللہ تعالیٰ	ہوگئی وہ جنت میں داخل ہوگا۔ یہ پڑھا اور

وہ وفات پاگئے اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمت ہو۔ (معرفت علوم الحدیث ص۷۶)

سچ ہے ؎

صبح ہوئی گجر بجا پھول کھلے ہوا چلی　　　یار بغل سے اٹھ گیا جی ہی کی جی میں رہ گئی

امام سلیمانؒ بن عبدالرحمنؒ (المتوفی ۲۳۲ھ) جو الحافظ الکبیر تھے محدث جوزجانیؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ہمیں کئی دن اپنے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی پھر اجازت ملی تو ہم ان کے گھر میں داخل ہوئے انہوں نے فرمایا کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ نوجوان ابوزرعہ رازیؒ آرہا ہے تو اس کی ملاقات کے لئے میں تین لاکھ احادیث کا تکرار اور دور کرتا رہا (تذکرہ ج ۲ ص۲۳)

امام احمدؒ بن حنبلؒ (المتوفی ۲۴۱ھ) جو اہل السنت والجماعت کے مشہور چار اماموں میں سے فقہ اور حدیث کے مانے ہوئے بلند پایہ اور عظیم القدر ایک امام تھے امام ابوزرعہ رازیؒ کا بیان ہے کہ امام احمدؒ کو دس لاکھ حدیث یاد تھی (بغدادی ج ۴ ص۴۱۹) اور علامہ خطیب تبریزیؒ۔ امام ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ سب اس پر متفق ہیں کہ امام احمدؒ بن حنبلؒ کو کان یحفظ الف الف حدیث۔ ہزار ضرب ہزار یعنی دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں (علی الترتیب اکمال ص۶۲۶ تذکرہ ج ۲ ص۱۷ و تہذیب ج ۱ ص۷۴) امام احمدؒ نے سات لاکھ اور ستر ہزار احادیث سے چھانٹ کا حدیث کا بہترین ذخیرہ تیار کیا ہے جو مسند احمدؒ کے نام سے مشہور اور متداول ہے۔ (الجنۃ فی الاسوۃ الحسنۃ بالسنۃ ص۸۶ لنواب صدیق حسن خانؒ) مسند احمد کی کل احادیث حسب تحقیق علامہ ذہبیؒ تیس ہزار ہیں (تذکرہ ج ۲ ص۲۱۳) اور مشہور مؤرخ علامہ ابن خلدونؒ اور علامہ امیر شکیب ارسلانؒ کی تحقیق کے رو سے پچاس ہزار ہیں (مقدمہ ابن خلدونؒ ص۴۴۴ والحاضر العالم الاسلامی ج ۱ ص۵ للامیر شکیب ارسلانؒ) راقم الحروف کہتا ہے کہ دونوں بزرگوں کے اقوال اور تحقیق میں کوئی تناقض اور تضاد نہیں اس لئے کہ مسند احمد کی غیر مکرر احادیث تیس ہزار ہیں (الکتانی ج ۲ ص۲۰) اور کل احادیث کی تعداد پچاس ہزار ہے علامہ ذہبیؒ نے غیر مکرر کی تعداد بیان کی ہے اور علامہ ابن خلدونؒ وغیرہ نے مکرر اور غیر مکرر سب کا احصاء و شمار کر دیا ہے۔

فائدہ: مسند احمد میں نو سو چھیاسی (۹۸۶) حضرات صحابہ کرامؓ کے مسانید ہیں اور ان میں تین سو کے قریب تو وہ حضرات صحابہ کرامؓ ہیں جن کی حدیثیں صحاح ستہ میں نہیں ہیں (البدایۃ والنہایۃ ج ۵ ص ۳۵۶) یہ یاد رہے کہ کتب حدیث میں سب سے بڑی کتاب جمع الجوامع ہے جس کو فقہی ترتیب سے علامہ علی متقی الحنفیؒ (المتوفی ۹۸۶ھ) نے کنز العمال کی شکل میں جمع کیا ہے جس کی کل احادیث چالیس ہزار نو سو انسٹھ (۴۰۹۵۹) ہیں اور منتخب کنز میں بیس ہزار دو سو حدیثیں ہیں۔

قارئین کرام! ہمارا مقصد لاکھوں کی تعداد میں احادیث یاد کرنے والے حضرات محدثین کرامؒ کے ناموں اور کارناموں کا استیعاب نہیں اور نہ یہ ہمارے بس کی بات ہے بتلانا صرف یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک ارشاد نضّر اللہ الحدیث پر عمل کرتے ہوئے امت مسلمہ کے روشن ستاروں نے سینکڑوں اور ہزاروں ہی نہیں بلکہ لاکھوں تک احادیث یاد کی ہیں اور آنے والی نسلوں تک یہ قیمتی ذخیرہ انہوں نے پہنچایا ہے ۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

باب پنجم

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس باب میں ہم یہ بات عرض کر دیں کہ حضرات محدثین کرامؒ جب یہ فرماتے ہیں کہ فلاں کو دو لاکھ اور فلاں کو چھ لاکھ اور فلاں کو دس لاکھ حدیث یاد تھی تو اس سے ان کی کیا مراد ہے؟ کم فہم یا کج بحث آدمی تو اس کو جھوٹ یا مبالغہ ہی تصور کرے گا جیسا کہ چودھری غلام احمد صاحب پرویز نے طنزاً لکھا ہے۔ ایک صاحب بخارا سے آتے ہیں اور انہیں چھ لاکھ حدیثیں مل جاتی ہیں جن میں سے وہ قریب سات ہزار کو اپنے مجموعہ میں داخل کر لیتے ہیں ان کے اساتذہ میں سے امام احمدؒ بن حنبلؒ دس لاکھ اور امام یحییٰؒ بن معینؒ بارہ لاکھ حدیثوں کے مالک تھے الخ (مقام حدیث جلد دوم ص ۴۱۵) دیکھئے منکرین حدیث کا دور حاضر میں لیڈر کس طرح احادیث کا مذاق اڑا رہا ہے؟ لیکن حقیقت شناس اس سے صحیح بات ہی سمجھتا ہے اور سمجھے گا ذیل کے امور کو بغور دیکھیں۔

۱۔ تدوین کتب حدیث سے پہلے کا کوئی حوالہ ایسا موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ لاکھ یا اس سے زیادہ حدیثیں کسی کو یاد تھیں کتب تاریخ اور کتب اسماء الرجال وغیرہا میں آپ صرف یہی پائیں گے کہ تدوین کتب حدیث کے زمانہ میں یا اس کے بعد ہی لوگوں کو لاکھ یا اس سے بھی زیادہ حدیثیں یاد ہوتی تھیں جن حضرات ائمہ کو لاکھ یا اس سے زیادہ حدیثیں یاد تھیں مثلاً امام طیالسیؒ امام عبدانؒ امام ابن حبانؒ امام بخاریؒ امام ابوزرعہؒ اور امام احمدؒ بن حنبلؒ وغیرہ تو ان کا دور تدوین حدیث اور اس کے بعد کا دور تھا کتب حدیث کی مستقل تدوین اور فقہی ابواب پر ان کی ترتیب کے دور سے قبل اس قسم کا کوئی صریح حوالہ موجود نہیں

جس سے یہ ثابت ہو کہ فلاں بزرگ کو لاکھ یا اس سے زیادہ حدیثیں یاد تھیں ایسے الفاظ آپ کو بعد کے ادوار کے ہی ملیں گے۔

۲۔ امام حاکمؒ صاحب مستدرک اپنے مشہور رسالہ مدخل ص۸ میں لکھتے ہیں کہ اعلیٰ درجہ کی صحیح اور معیاری حدیثوں کے متعلق اگر چھان بین کی جائے تو ان کی تعداد دس ہزار تک بھی نہیں پہنچ سکتی۔ یعنی اگر غیر مکرر صرف مرفوع احادیث کا معیاری اور صحیح اسانید کے ساتھ شمار کیا جائے تو بمشکل تقریباً دس ہزار ہوں گی۔

۳۔ مشہور محدث علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ صحیح حدیثوں کے ساتھ ساری بے بنیاد جھوٹی اور گھڑی ہوئی جعلی حدیثوں کو بھی جمع کر لیا جائے جو کتابوں میں مکتوب پائی جاتی ہیں تو وہ پچاس ہزار تک نہیں پہنچ سکتیں (کتاب صید الخواطر فصل ص۱۰۵)

۴۔ حضرات محدثین کرامؒ جب لفظ حدیث بولتے ہیں تو وہ اس سے مرفوع احادیث کے ساتھ حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ کے موقوفات اور آثار بھی مراد لیتے ہیں جیسا کہ علامہ بیہقیؒ نے اس کی تصریح کی ہے (تہذیب التہذیب ج۷ ص۲۴۳) اور ہم پہلے باحوالہ یہ عرض کر آئے ہیں کہ حضرات محدثین کرامؒ کو قرأت (تاریخ) وغیرہ سے متعلق بھی روایات مع سند یاد ہوتی تھیں ان کو بھی وہ حدیث ہی کی مد میں شامل سمجھتے تھے۔

۵۔ حضرات محدثین کرامؒ کی یہ جداگانہ اصطلاح ہے کہ اگرچہ متن حدیث ایک ہی ہو۔ جب اس کی سند اور سند کا کوئی ایک راوی بھی بدل جائے تو اس کو وہ اپنی اصطلاح میں الگ اور جداگانہ حدیث سمجھتے ہیں چنانچہ محدث جعفرؒ بن خاقانؒ کا بیان ہے کہ میں نے مشہور محدث امام ابراہیمؒ بن سعید الجوہریؒ جو الحافظ اور العلامہ تھے (المتوفی ۲۴۴ھ) سے حضرت ابو بکرؓ کی ایک حدیث دریافت کی تو انہوں نے اپنی لونڈی سے فرمایا کہ جا کر حضرت ابو بکرؓ کی حدیثوں کی تیئسویں ۲۳ جلد نکال لاؤ ابن خاقانؒ فرماتے ہیں کہ میں حیران ہو گیا کیونکہ حضرت ابو بکرؓ سے بمشکل پچاس حدیثیں ہی ثابت ہیں تو انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کی احادیث کا اتنا مجموعہ کیسے اور کہاں سے تیار کر لیا جن کی تیئس ۲۳ جلدیں بھی تیار کر لی گئیں میں نے حضرت ابراہیمؒ سے پوچھا کہ بات کیا ہے حضرت ابو بکرؓ کی اتنی حدیثیں

کہاں سے آگئیں جن سے آپ نے تیئس ۲۳ جلدیں مرتب کر لی ہیں حضرت ابراہیمؒ بن سعیدؒ نے جواب دیا کہ ایک ایک حدیث جب تک سو سو طریقوں اور سندوں کے ساتھ مجھے نہیں ملتی تو میں اس حدیث کے متعلق اپنے آپ کو یتیم خیال کرتا ہوں (تذکرہ ج۲ ص۹۹) اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ حضرات محدثین کرامؒ جب تک ایک ایک حدیث کئی کئی اسانید اور طرق سے حاصل نہ کر لیتے دم نہ لیتے تھے اور ایسی صورت میں وہ خود کو یتیم تصور کرتے تھے۔

۶۔ امام جلال الدین سیوطیؒ کے اس دعویٰ کی کہ مجھے دو لاکھ حدیثیں یاد ہیں ایک محقق عالم نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ حضرات محدثین کرامؒ کی اصطلاح کے مطابق امام سیوطیؒ کی کتابوں میں ایک ایک حدیث اسانید کے لحاظ سے چار ۴ یا دس ۱۰ یا ساٹھ ۶۰ تک بھی پہنچ جاتی ہے (العلم المشائخ ص۹۹۳)

۷۔ علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ

ان المراد بھذا العدد الطرق لا المتون (کہ احادیث کی تعداد اور گنتی میں اسانید اور طرق مراد ہیں نہ کہ متونِ حدیث۔)

یہ حوالہ بھی اپنے مدلول اور مفہوم کے لحاظ سے بالکل واضح ہے

قارئین کرام! ان مذکورہ بالا اصول اور قواعد کو ذہن نشین کر لینے کے بعد اس کا فیصلہ نہایت ہی سہل ہو جاتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں آپ سے حدیث سننے والے حضرات صحابہ کرامؓ تھے اور کوئی غیر صحابی راوی درمیان میں حائل نہیں ہوتا تھا اس لئے احادیث کی تعداد بھی کم تھی اور آپؐ کے زمانہ مبارک سے بُعد کی وجہ سے رواۃ اور رجال سند کی کثرت سے تعداد بھی بڑھ گئی اور اگر کہیں سند کا ایک راوی بھی بدل گیا تو تعداد کے لحاظ سے وہ حضرات محدثین کرامؒ کی اصطلاح میں الگ اور جدا حدیث بن گئی اور اگر اس کے ساتھ حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے آثار موقوفات و فتاویٰ کو بھی شامل کر لیا جائے تو اس میں اور توسیع ہو جاتی ہے غرضیکہ جوں جوں سند طویل اور لمبی ہوتی جائے گی رواۃ کی تعداد بڑھتی جائے گی اور ان کی تعداد کے مطابق احادیث و آثار کی تعداد اور گنتی بھی بڑھ جائے گی حتیٰ کہ متن حدیث میں کسی لفظ کے بدل جانے

یا کسی صحابی یا نچلے رواۃ میں سے کسی ایک راوی کے بدل جانے سے متن کے لحاظ سے ایک ہی حدیث ہوگی مگر گنتی کے اعتبار سے متعدد حدیثیں بن جائیں گی مثلاً اگر کسی ایک محدث کو غیر مکرر ایک ہزار حدیث یاد ہے اور ہر حدیث کے بیسیوں سو اور ساٹھ طرق اور سندیں نہ سہی اوسطاً دس طرق سے ہی ثابت ہو تو حضرات محدثین کرامؒ کی اصطلاح میں گویا دس ہزار حدیثیں ہیں یعنی حافظہ پر تو کل دس احادیث میں سے ایک حدیث کے یاد کرنے کا بوجھ پڑا باقی نو میں کہیں متن سے صرف ایک لفظ کا کہیں سند میں کسی ایک راوی کے یاد کرنے کا بار پڑا اور کہنے کو یہ کہہ لیا کہ دس ہزار حدیثیں ہوگئیں اور اس کے ساتھ یہ بھی نہ بھول جائیے کہ حسب تصریح امام سیوطیؒ اکثر احادیث (یعنی کافی مقدار میں) بالمعنیٰ مروی ہیں (الاقتراح صـ۱۶) اور یہی وجہ ہے کہ اکثر نحاۃ الفاظ حدیث سے قواعد نحو یہ پر استدلال کو درست نہیں سمجھتے اور جن لوگوں نے استدلال کیا ہے ان کی تغلیط کی گئی ہے (الاقتراح صـ۱۶) اس نقل بالمعنیٰ کے اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور توسیع ہو جاتی ہے کہ مثلاً اگر کسی محدث نے تشریح اور تفسیر کے طور پر ایک حدیث میں تشریحی الفاظ درج کر دیئے جو اکثر آخر میں ہوتے ہیں (شرح نخبۃ الفکر صـ۶۲) تو ان کی اصطلاح میں ایک الگ اور جداگانہ حدیث بن جائے گی جو تعداد اور گنتی میں الگ ہوگی۔

الحاصل جب حضرات محدثین کرامؒ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال و افعال و تقاریر اور حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے موقوفات اور آثار اور علم حدیث سے متعلق تاریخی واقعات اور شان نزول اور علم تجوید و قرأت سے متعلق اقوال اور تشریحات گنتی میں داخل ہیں اور سند میں صحابی اور نچلے کسی بھی راوی کے بدل جانے سے نیز متن حدیث میں معمولی تغیر سے جب روایت بدل جاتی ہے اور نقل بالمعنیٰ کے پیش نظر جو تغیر واقع ہوتا اور تشریح و تفسیر کے طور پر جو الفاظ تفہیم کے لئے بڑھا دیئے جاتے ہیں اور مزید براں جعل سازوں کی بے شمار من گھڑت اور جعلی حدیثیں بھی اگر ان میں شامل کر لی جائیں (جب کہ حضرات محدثین کرامؒ ان کو اس لئے یاد کرتے تھے کہ عامۃ الناس ان پر عمل کر کے راہ راست سے کہیں بھٹک نہ جائیں) تو ان اصولوں کو پیش نظر رکھنے کے بعد احادیث کی کثرت پر جو خلجان واقع ہوتا ہے وہ خود بخود زائل ہو جاتا ہے۔ اور حضرات محدثین کرامؒ کی طرف نظر بہ ظاہر غلط بیانی یا مبالغہ

آمیزی کی جو نسبت واقع ہوتی ہے کہ لاکھوں حدیثیں انہوں نے کہاں سے؟ کیسے؟ اور کس طرح یاد کر لیں جب کہ نفس الامر میں اتنی حدیثیں ہیں ہی نہیں تو وہ بالکل رفع ہو جاتی ہے ایسا وہم صرف ان لوگوں کو ہی ہو سکتا ہے جو اصل حقیقت سے نا آشنا نہیں یا اس پر پردہ ڈالے ہوئے ہیں اور محدثینؒ پر بلا بیانِ اصلیت تنقید کرتے ہیں اور گویا وہ زبان حال و قال سے یہ کہتے ہیں۔ ؎

طولِ شبِ فراق کا افسانہ چھیڑیئے ‏ ‏ ‏ لیکن بیانِ زلفِ پریشاں نہ کیجئے

صحیح احادیث کی کل تعداد

قارئین کرام یہ بات بخوبی معلوم کر چکے ہیں کہ متون احادیث کی تعداد لاکھوں تک نہیں پہنچتی بلکہ وہ ہزاروں ہی میں منحصر ہے۔ چنانچہ جلیل القدر ائمہ حدیث میں سے حضرت امام سفیان ثوریؒ امام شعبۃؒ بن الحجاجؒ امام یحییٰ بن سعید القطانؒ امام عبدالرحمٰنؒ بن مہدیؒ اور امام احمدؒ بن حنبلؒ کا متفقہ فیصلہ ہے۔

ان جملۃ الاحادیث المسندۃ عن النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحیحۃ بلا تکرار اربعۃ آلاف واربعۃ مأۃ حدیث (توضیح الافکار صـ۶۲ طبع مصر للامیر الیمانیؒ)

کہ وہ تمام صحیح اور مرفوع حدیثیں جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہیں بلا تکرار کے چار ہزار اور چار سو ہیں۔

اس حوالہ سے روز روشن کی طرح یہ بات آشکارا ہوگئی ہے کہ متون احادیث مرفوعہ صرف ہزاروں میں بند ہیں ہاں تمام مرفوع اور موقوف آثار وغیرہ کو ملا کر اور حضرات محدثین کرامؒ کی اصطلاح کے موافق سند اور رواۃ کو ملحوظ رکھ کر لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے حضرات صحابہ کرامؓ اور حضرات تابعینؒ کے زمانہ میں سند مختصر تھی اس لئے تعداد بھی کم تھی اور فقہی ابواب پر کتب حدیث کی تدوین اور اس کے بعد کے دور میں چونکہ اسانید طویل ہوگئیں لہٰذا تعداد بھی زیادہ ہوگئی طلبہ علم کو یہ نکتہ ذہن سے نہیں نکالنا چاہیئے اور نہ منکرین حدیث کے اس مذاق سے متاثر ہوں کہ حضرت امام یحییٰؒ بن معینؒ بارہ لاکھ حدیث کے مالک تھے اور حضرت امام احمدؒ بن حنبلؒ دس لاکھ کے اور حضرت

امام بخاریؒ چھ لاکھ کے یہ مقولہ منکرین حدیث کے خبث باطن کی واضح دلیل ہے انہیں کے بڑے نمائندہ جناب اسلم جیراجپوری صاحب نے صاف الفاظ میں یہ کہا ہے کہ نہ حدیث پر ہمارا ایمان ہے نہ اس پر ایمان لانے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے الخ (مقام حدیث ج ۱ ص ۱۹۹)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلوں پر ایمان نہ لانا صریح طور پر اپنے کو قرآنی حکم کے مطابق کافر تسلیم کرنا ہے اور کافر کی قسمت میں ایمان کہاں ہے؟ دیگر بے شمار آیات سے جن میں وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔ اور أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ اور قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي اور فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ وغیرہا ہیں صرف نظر کرتے ہوئے کیا یہ آیت کریمہ جناب حافظ اسلم صاحب جیراج پوری کو استادوں نے نہیں یاد کرائی؟

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ	سو قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن نہ ہونگے
فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي	یہاں تک کہ تجھ کو ہی منصف نہ جانیں ہر اس
أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَ	جھگڑے میں جو ان میں اٹھے پھر نہ پاویں اپنے
يُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (النساء۔ ع ۹)	جی میں تنگی تیرے فیصلے سے اور قبول کریں خوشی سے

اگر صرف قرآن کریم ہی حجت ہوتا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلے اور احادیث حجت نہ ہوتیں تو پروردگار حَتّٰى يُحَكِّمُوا الْقُرْآنَ فرماتے حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ ہرگز نہ فرماتے كَ ضمیر سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات کو پیش کر کے آپ کے فیصلوں پر پابند رہنے والوں کو مومن فرمایا اور آپ کے فیصلوں کو تسلیم نہ کرنے والوں کو حلفیہ طور پر غیر مومن قرار دیا جو شخص مجموعی طور پر حدیث کو نہیں مانتا اس کے کفر میں کیا شک ہے؟ وہ تو اس نص قطعی کے رو سے قطعاً اور یقیناً کافر ہے لاشک فیہ ولاریب فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ کے عمومی الفاظ سے اللہ تعالیٰ نے قسم اٹھا کر یہ بات واضح فرما دی ہے کہ ہر قسم کے نزاعات میں خواہ وہ عقائد واعمال سے متعلق ہوں یا اخلاق ومعاملات وغیرہا سے جب تک بطیب خاطر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلوں کو تسلیم نہ کر لیا جائے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا مگر منکرین حدیث اور ان کے وکیل کہتے ہیں کہ حدیث پر ہمارا ایمان ہی نہیں اور نہ ہمیں حکم دیا گیا ہے

خدا معلوم اللہ تعالیٰ کے قسم کے ساتھ ارشاد اور حکم سے جو قرآن کریم میں موجود ہے بڑھ کر اور کونسا حکم ہوگا جس کو منکرین حدیث تسلیم کریں گے؟ یہی آیات کریمات سب سے پہلے جب حضرات صحابہ کرامؓ نے سنیں تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر فیصلہ اور ہر قول وفعل کو اپنے گلے کا بہترین ہار بنایا اور بعض آپ کے ایک ایک حکم پر کٹ مرے مگر منکرین حدیث کو تو اپنی آراء اور خواہشات ہی سے لگن ہے انہیں حضرات صحابہ کرامؓ سے کیا لگاؤ لیکن ؎

ہم فخر سے کہتے ہیں ہمارے ہیں صحابہؓ	واللہ ہمیں جان سے پیارے ہیں صحابہؓ
وہ چاند جو روشن ہوا بطحا کے افق پر	اس چاند کے تابندہ ستارے ہیں صحابہؓ

باب ششم

پہلے ابواب میں ہم نے یہ چیز بیان کی ہے کہ حضرات محدثین کرامؒ کو ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں حدیثیں یاد ہوتی تھیں اس باب میں بفضلہ تعالیٰ ہم یہ بیان کریں گے کہ ان حضرات کو چھوٹی اور بڑی کئی کئی کتابیں بھی یاد ہوتی تھیں اور کتابیں یاد کرنے کا بھی ان میں کافی رواج تھا اور نہ صرف یہ کہ وہ حدیث کی کتابیں ہی یاد کرتے تھے بلکہ کتب تفسیر۔ کتب غریب الحدیث کتب فقہ شروح حدیث کتب نحو اور کتب لغت وغیرہا بھی ان میں سے بعض کو از بر ہوتی تھیں اختصاراً بعض حوالے ہم ہدیہ قارئین کرام کرتے ہیں۔

محدث ابن انباریؒ جن کا ذکر خیر پہلے ہو چکا ہے خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تیرہ [سنہ ۳۲۸ھ] صندوق (کتابوں کے) یاد ہیں علامہ ذہبیؒ ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ ان کو ایک سو بیس [۱۲۰] تفاسیر مع سند یاد تھیں (تذکرہ ج ۳ ص ۵۸) امام ابو عمر الزاہد النحوی اللغویؒ (المتوفی سنہ ۳۴۵ھ) جو الحافظ اور العلامہ تھے انہوں نے تیس ہزار ورق لغت کے زبانی املاء

کرائے تھے بلکہ اس کے علاوہ بھی جو کتابیں انہوں نے املا کرائی تھیں وہ سب زبانی املا کرائی تھیں (تذکرہ ج ۳ ص ۸۵) علامہ جعفرؒ بن یحییٰ برمکیؒ المتوفی ۱۸۷ھ مقتولاً) ان کے حالات میں لکھا ہے کہ مشہور شاعر ابان نے ابن مقنع (المتوفی ۱۴۳ھ مقتولاً) کی کتاب کلیلہ و دمنہ چودہ ہزار اشعار میں نظم کی تھی اور جعفرؒ بن یحییٰؒ نے وہ زبانی یاد کر لی تھی (کتاب الاوراق ص ۲ مصنفہ ابوبکر صولیؒ المتوفی ۳۳۵ھ جو ایک علم دوست انگریز پروفیسر گب کی کوشش سے مصر میں طبع ہوئی ہے) جعفرؒ بن یحییٰؒ کا مذکورہ واقعہ خطیب بغدادی ج ۷ ص ۱۴۴ میں بھی مذکور ہے۔ حضرت امام شافعیؒ (المتوفی ۲۰۴ھ) کا اپنا بیان ہے کہ میری عمر سات سال کی تھی کہ میں نے قرآن مجید یاد کر لیا تھا اور جب میری عمر دس سال کی ہوئی تو میں نے مؤطا امام مالک حفظ یاد کر لیا تھا (تذکرہ ج ۱ ص ۳۲۹ بغدادی ج ۲ ص ۶۳۔ البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۲۵۱۔ تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۲۷) علامہ ابن الباجیؒ (المتوفی ۳۹۶ھ) جو الحافظ الکبیر اور العلامہ تھے انہوں نے محدث ابو عبیدؒ القاسم بن سلامؒ المتوفی ۲۲۴ھ اور امام ابو محمد عبداللہؒ بن مسلمؒ ابن قتیبہؒ المتوفی ۲۷۶ھ کی کتاب غریب الحدیث حفظ یاد کر لی تھی (تذکرہ ج ۳ ص ۲۸۹) محدث الدانیؒ (المتوفی ۴۴۴ھ) جو الحافظ الامام اور شیخ الاسلام تھے ان کا بیان ہے کہ میں نے جو بات بھی سنی ہے وہ قلمبند کر لی ہے اور جو چیز میں نے لکھی ہے وہ مجھے زبانی یاد ہے اور مجھ پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ جو چیز مجھے یاد ہے وہ مجھے بھولی نہیں ان کی ایک سو بیس تصانیف ہیں (تذکرہ ج ۳ ص ۳۰) گویا وہ سب ان کو حفظ تھیں۔ امام اسحاقؒ بن ابراہیمؒ بن راہویہؒ جو الامام اور الحافظ الکبیر تھے (المتوفی ۲۳۸ھ) نے مسند (جو غالباً ان کا اپنا مسند ہوگا) زبانی املا کرایا تھا اور ایک مرتبہ زبانی پڑھایا بھی تھا (بغدادی ج ۶ ص ۳۵۶) اور انہوں نے ایک تفسیر بھی زبانی املا کرائی تھی (بغدادی ج ۶ ص ۳۵۲ وتہذیب التہذیب ج ۱ ص ۲۱۸) اور فرمایا کہ ایک لاکھ حدیث جو میری کتابوں میں ہے وہ میرے پیش نظر ہے اور تیس ہزار تو میں فر فر سنا سکتا ہوں انہوں نے ایک مرتبہ گیارہ ہزار حدیثیں بیان کیں تو ایک حرف کی بھی کمی بیشی نہ کی (تذکرہ ج ۲ ص ۲۰) امام سرجسیؒ (المتوفی ۳۶۵ھ) انہوں نے تیرہ سو جلدوں میں ایک مسند لکھا تھا اور امام زہریؒ کی احادیث کی خاص ترتیب

دی تھی اور وہ ان کو پانی کی طرح یاد تھیں (تذکرہ ج ۳ ص ۱۵۶) امام ابو اسحاقؒ بن حمزہؒ (المتوفی ۳۵۳ھ) جو الحافظ اور الثبت الکبیر تھے ان کی نسبت محدث ابن جعابیؒ اور امام ابو علی نیشاپوریؒ وغیرہ اکابر محدثین کرامؒ کا واضح اقرار ہے کہ وہ اپنے زمانہ میں مسند کے حفظ کرنے میں متفرد تھے (تذکرہ ج ۳ ص ۱۱۱) مسند سے کیا مراد ہے؟ ممکن ہے کہ کوئی مخصوص کتاب مراد ہو جیسا کہ ابھی امام سرجسیؒ کے ذکر میں تیرہ سو جلدوں میں ایک مسند کا ذکر ہوا ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور مسند ہو مثلاً مسند احمدؒ، مسند ابو داؤد طیالسیؒ، مسند ابو یعلی موصلیؒ، مسند اسحاقؒ بن راہویہؒ اور مسند ابن ابی شیبہؒ وغیرہ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مسند سے تمام مرفوع اور مسند حدیثیں مراد ہوں جیسا کہ علامہ ذہبیؒ نے علامہ ابن مظاہرؒ (المتوفی ۳۰۴ھ جو الحافظ الامام اور البارع تھے) کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے اولاً تمام مسند اور مرفوع حدیثیں یاد کر لی تھیں اور پھر موقوف حدیثیں یاد کرنے کے درپے ہو گئے تھے (تذکرہ ج ۳ ص ۹۹) محدث ابن عمران الکوفیؒ (المتوفی ۔۔۔ھ) ان کی نسبت مشہور محدث اور امام الجرح والتعدیل ابو حاتمؒ نے فرمایا ہے کہ انہوں نے امام شعبیؒ کی کتاب الفرائض ہمیں زبانی املا کرائی تھی اور املا کی یہ حالت تھی کہ ایک مسئلہ میں بھی تقدیم و تاخیر واقع نہیں ہوئی تھی (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۸۱) شیخ الاسلام ابن موسیٰ المدینیؒ (المتوفی ۵۸۱ھ) جو الحافظ تھے انہوں نے کتاب معرفت علوم الحدیث زبانی یاد کر کے حافظ اسماعیلؒ کو زبانی سنائی تھی (تذکرہ ج ۴ ص ۱۲۵) معرفت علوم الحدیث امام حاکمؒ (ابو عبداللہ محمدؒ بن عبداللہؒ جو الحافظ الکبیر اور امام المحدثین تھے المتوفی ۴۰۵ھ) کی تصنیف ہے جو دو سو ساٹھ صفحات پر مشتمل ہے محترم جناب ڈاکٹر سید معظم حسین صاحب سابق پروفیسر ڈھاکہ یونیورسٹی کی کوشش سے قاہرہ میں طبع ہوئی ہے اصول حدیث پر بہترین کتاب ہے مگر مختصر ہے۔ سلطان محمد شاہ سنجیؒ (المتوفی ۷۵۲ھ) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ ان کو فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ ازبر یاد تھی (الدرر الکامنۃ ج ۳ ص ۴۹۰) علامہ مقریزیؒ لکھتے ہیں کہ سلطان محمدؒ کو قرآن کریم کے علاوہ اکثر فنون کی کتابیں بھی حفظ یاد تھیں اور ہدایہ کی چار جلدیں نوک زبان تھیں (کتاب الخطط مقریزیؒ ج ۲ ص ۱۳۴) امام ربعیؒ (ابو الحسن علیؒ بن الحسنؒ جو

الحافظ المقری اور الامام تھے المتوفی ۳۴۲ھ) کو امام ابو عبیدؒ کی غریب الحدیث یاد تھی
(تذکرہ ج ۳ ص ۲۸۹) امام ابو الخیرؒ (عبد الرحمٰنؒ بن احمدؒ جو الحافظ المتقن تھے المتوفی
۵۶۸ھ) کو صحیحین (بخاری اور مسلم) یاد تھیں (تذکرہ ج ۴ ص ۱۱۲) امام الحازمیؒ
(ابو بکر محمدؒ بن موسیٰؒ جو الامام الحافظ اور البارع تھے المتوفی ۵۸۴ھ) کو کتاب
الاکمال فی المؤتلف والمختلف اور مشتبہ النسبۃ یاد تھی (تذکرہ ج ۴ ص ۱۵۲)
امام یونینیؒ (المتوفی ۶۵۸ھ) جو الحافظ الامام القدوۃ اور الفقیہ تھے انہوں نے امام
حمیدیؒ کی کتاب جمع بین الصحیحین (جس میں بخاری اور مسلم کی حدیثیں جمع کی گئی
تھیں) زبانی یاد کی تھی اور صرف چار ماہ کے قلیل عرصہ میں صحیح مسلم حفظ کرلی تھی اور
مسند احمد کی اکثر حدیثیں زبانی بیان کیا کرتے تھے (تذکرہ ج ۴ ص ۲۲۴) محدث اور واعظ
ابن کمادؒ (المتوفی ۶۶۳ھ) جو الحافظ اور الحجت تھے ان کو جو کتابیں زبانی یاد تھیں ان
میں سنن ابی داؤد خصوصیت سے قابل ذکر ہے (تذکرہ ج ۴ ص ۲۴۳) امام محی الدین
ابو زکریا یحییٰؒ بن شرف النوویؒ المتوفی ۶۷۶ھ) شارح صحیح مسلم وغیرہ انہوں نے
کتاب التنبیہ ساڑھے چار ماہ میں اور مہذب کا ایک چوتھائی حصہ سال کے باقی حصہ
میں زبانی یاد کرلیا تھا (تذکرہ ج ۴ ص ۲۵۱) علامہ محمدؒ بن الحسنؒ (المتوفی
۶۳۳ھ) کا دعویٰ تھا کہ انہوں نے صحیح مسلم مغرب کے ایک محقق عالم سے حفظ یاد کی تھی
(لسان المیزان ج ۴ ص ۲۹۶) حضرت امام بخاریؒ سے پوچھا گیا کہ جو کچھ آپ نے اپنی تصنیفات
میں لکھا ہے وہ سب آپ کو یاد ہے فرمایا لایخفی علیّ جمیعہ (البغدادی ج ۲ ص ۹) کہ مجھ پر
اس میں سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے سب پیش نظر اور یاد ہے حضرت امام بخاریؒ کا خود
اپنا بیان ہے کہ میں سولہ سال کی عمر میں تھا کہ میں امام ابن المبارکؒ اور امام
وکیعؒ بن الجراحؒ کی کتابیں یاد کرلی تھیں (البغدادی ج ۲ ص ۷ وطبقات سبکیؒ ج ۲ ص ۴)
امام ابوبکر الجصاص الرازی الحنفیؒ (المتوفی ۳۷۰ھ) کو سنن ابی داؤد۔ ابن ابی شیبہؒ
مصنف عبدالرزاق اور مسند طیالسی کی احادیث اور اسانید پر اتنا عبور تھا کہ ان کتب
کی تقریباً تمام حدیثیں اور اسانید جہاں سے چاہتے زبانی بیان کر دیتے تھے (مقدمہ

نصب الرایہ ص ۴۴) وزیر شیخ احمدؒ بن ادریسؒ (المتوفی ۱۲۵۳ھ) جو مغرب اقصیٰ کے رہنے
والے ایک جید عالم تھے اور سید احمد شہیدؒ کے ہاتھ پر ۱۲۴۳ھ کو بیعت ہوئے تھے ان
کو بخاری مع شرح قسطلانی حفظ یاد تھی (سیرت سید احمد شہید ص ۱۰۳ و ص ۳۷۹ از مولانا
سید ابو الحسن ندوی) امام ابو الحسن علیؒ بن عمر الدارقطنیؒ (المتوفی ۳۸۵ھ) ان کو کتب
حدیث کے علاوہ شعراء کے کئی ایک دیوان زبانی یاد تھے جن میں سے ایک دیوان سید
حمیری کا بھی تھا اسی وجہ سے بعض لوگوں نے امام دارقطنیؒ پر رافضی ہونے کا الزام
بھی لگایا ہے (تذکرہ ج ۳ ص ۱۸۷ و بغدادی ج ۱۲ ص ۳۵) کیونکہ سید حمیری مشہور رافضی
شاعر تھا (لسان المیزان ج ۵ ص ۳۰) حالانکہ امام دارقطنیؒ سنی اور شافعی المسلک تھے
رافضی کے دیوان کا یاد کرنا ان کا صرف ایک علمی اور ذوقی کارنامہ تھا۔ علامہ ابو السعود
الحنفیؒ (المتوفی ۹۸۲ھ) کو چند عدد کتابیں نوک زبان یاد تھیں جن میں سے ایک علامہ
سکاکیؒ کی مفتاح بھی تھی (الفوائد البہیۃ ص ۹۲) محدث قرطمہ الحافظ الباہر ابو عبداللہ
محمدؒ بن علی البغدادیؒ (المتوفی ۳۲۹ھ) کو کتاب الاشربۃ یاد تھی (تذکرہ ج ۲ ص ۲۷۵ و بغدادی
ج ۳ ص ۶۶) امام ابو الحسین الاصفہانیؒ (المتوفی ھ) کو صحیح بخاری اور مسلم دونوں
یاد تھیں (حکایات الصحابہؓ ص ۹۱) شیخ تقی الدین بعلبکیؒ (المتوفی ھ) نے چار
مہینے میں صحیح مسلم شریف زبانی حفظ کرلی تھی اور جمع بین الصحیحین کے بھی حافظ تھے۔
(حکایات الصحابہؓ ص ۹۱) الملک شرف الدین عیسیٰؒ بن عادل الدمشقی الحنفیؒ (المتوفی
ھ) جو علاقہ شام کے بادشاہ تھے ان کو علم نحو کی مشہور کتاب الایضاح زبانی
یاد تھی (دول الاسلام ج ۲ ص ۹۹ علامہ ذہبیؒ) امام جلال الدین سیوطیؒ نے آٹھ سال کی
عمر میں قرآن کریم یاد کرلیا تھا اور اس کے بعد عمدۃ الاحکام منہاج الفقہ اور الفیہ ابن
مالک یاد کیا (معارف ص ۱۷۵ بابت ماہ ستمبر ۱۹۴۱ء) اندلس کا نابینا علامہ سید سلیمان
ندویؒ لکھتے ہیں کہ اندلس کے ایک نابینا کو آغانی کی بیس جلدیں یاد تھیں (سیرت النبی
ج ۳ ص ۴۴ از سید سلیمان ندویؒ) مشہور منکر حدیث جناب اسلم جیراج پوری صاحب
نواب صدیق حسن خانؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ بھوپال میں بہت سے لوگ ایسے بھی تھے

جنہوں نے قرآن کے ساتھ بلوغ المرام یا مشکوٰۃ بھی یاد کر رکھی تھی (نوادرات ص۳۷۹)
اور خود اپنے متعلق لکھتے ہیں کہ میں نے حفظ قرآن کے ساتھ گلستان اور بوستان دونوں
کتابیں پوری پوری یاد کر ڈالیں (طلوع اسلام ص۳۰ بابت ماہ اگست ۱۹۵۰ء مضمون میری
طالب علمی) اور نیز لکھتے ہیں کہ فصول اکبری اور کافیہ برزبان یاد کر لی گئی تھیں (ص۳۲) پھر
تہذیب زبانی یاد کی (ص۳۳) والد نے پہلے زمخشری کی اطواق الذہب یاد کرائی ص۳۴
اور سبعہ معلقہ از بر کیا ص۳۴ اصول حدیث میں نخبہ اور دیگر رسائل سے جملہ اقسام حدیث
اور اس کے علل کے شجرے لکھا کر یاد کرائے گئے (ص۳۴)۔

اگر جیراج پوری صاحب میں حفظ کا یہ ذوق تھا تو اس سے بخوبی وہ خود بخود سمجھ
سکتے ہیں کہ حضرات محدثین کرامؒ اور فقہاء عظامؒ میں حفظ کتب کا کتنا ذوق و شوق ہوتا
ہوگا؟ مرد تو الگ رہے عورتوں میں بھی حفظ کا یہ جذبہ موجود تھا چنانچہ لکھا ہے کہ
مشہور فقیہ امام ابوبکرؒ بن مسعود کاسانی الحنفیؒ (المتوفی ۵۸۷ھ) کی اہلیہ حضرت فاطمہؒ
کو اپنے والد محترم محمدؒ بن احمد السمرقندیؒ کی کتاب تحفۃ الفقہاء یاد تھی (الفوائد
البہیۃ ص۵۳)

قارئین کرام! کتب تاریخ اور کتب اسماء الرجال میں اس قسم کے واقعات بکثرت
موجود ہیں ہمارا مقصد بھی سب کا احصار نہیں اور نہ یہ ہمارے حیطۂ امکان میں ہے نمونہ کے
لئے یہ واقعات بھی کافی ہیں۔

بابِ ہفتم

پہلے باحوالہ یہ بات عرض کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امت مرحومہ کو قوت حفظ کی وافر
دولت سے نوازا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرات محدثین کرامؒ فقہاء عظامؒ اور مورخین نیک انجام
ایک ایک مجلس میں بیسیوں ہی نہیں بلکہ سینکڑوں حدیثیں یاد کر لیا کرتے تھے ان حضرات
کی سرعت حفظ کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے اور ان میں بعض ایسے بھی تھے کہ جو بات انہیں ایک
دفعہ یاد ہوئی پھر بھولی نہیں اور ان میں ایسے بھی تھے جو زود حفظ ہونے کے ساتھ زود
فراموش بھی تھے اور ایسے بھی تھے کہ اپنے شیخ اور استاد سے ایک ہی مرتبہ متعدد احادیث
سُن کر یاد کر لیتے تھے اور یاد بھی ایسی کہ دوبارہ ان کو استاد سے دریافت کرنے کی ضرورت
ہی پیش نہ آئی تھی ذیل کے حوالوں سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ (المتوفی ۶۸ھ) نے ایک مرتبہ تقریباً اسّی اشعار ایک
ہی دفعہ مجلس میں سن کر یاد کر لئے اور پھر فوراً سنا دیئے (الکامل للمبرد ج ۳ ص۱۳۶)

خلیفہ مامون الرشید (المتوفی ۲۱۸ھ) و امین الرشید (المتوفی ۱۹۸ھ) پسران خلیفہ
ہارون الرشید (المتوفی ۱۹۳ھ) کے حالات میں یہ بات بھی منقول ہے کہ ان کے والد ماجد
نے ان دونوں کو فرمائش کی کہ مشہور محدث عبداللہؒ بن ادریسؒ کے دولت کدہ پر حاضر
ہو کر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں حاصل کرو چنانچہ وہ دونوں
محدث مذکور کے پاس پہنچے اور انہوں نے سو حدیثیں ان کو سنائیں۔ مامون نے کہا کہ آپ
مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں یہ حدیثیں آپ کو سنا دوں؟ استاد محترم نے اجازت

دے دی چنانچہ مامونؔ نے وہ کل حدیثیں زبانی سنا دیں غور فرمایئے کہ ایک وہ وقت تھا جب بادشاہوں اور شاہزادوں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں سننے اور یاد کرنے کا شوق ہوتا تھا کہ خود محدثین کرامؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوری توجہ اور دلجمعی سے حدیثیں سنتے اور ایک ہی بار سن کر سو سو حدیثیں یاد کر لیتے تھے لیکن ہمارے اس قرب قیامت کے دور میں بادشاہ اور شہزادے تو کیا معمولی امیروں اور امیرزادوں کا حال بھی کسی سے مخفی نہیں ہے ؎

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد ز باغباں — بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد

اور دوسروں تک علم دین پہنچانے کا یہ ذوق ہوتا تھا کہ مالی طور پر مبلغین کی خوب خوب امداد کی جاتی تھی حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ اپنے لائق اور فہیم شاگرد حضرت ابو جمرہؒ (نصرؒ بن عمرانؒ الضبعیؒ المتوفی [illegible]) کو اپنے مال سے ایک حصہ اس لئے دیتے تھے کہ وہ ان کی آواز دوسروں تک پہنچاتے اور غیر ملکی لوگوں کے لئے ترجمہ کرتے تھے (بخاری ج ۱ ص ۱۳ و ابوداؤد طیالسی ص ۳۵۹) خلیفہ ہارون الرشیدؒ نے حکام کو یہ خطوط لکھے کہ جس شخص نے قرآن کریم یاد کر لیا ہو اور حدیث کی روایت کرتا ہو اور علم میں تفقہ اور مہارت حاصل کر لی ہو تو اس کو (سالانہ) چار ہزار دینار وظیفہ دو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آٹھ سال کی عمر کے بچے حافظ قرآن ہو گئے اور گیارہ سال کے بچے علم حدیث اور دیگر علوم کے ماہر ہو گئے (الامامۃ والسیاسۃ ج ۲ ص ۱۹۸)

امام لغت محمدؒ بن الحسن ابوبکر بن دریدؒ (المتوفی ۳۲۱ھ) کا بیان ہے کہ زمانہ طلب علم میں میری تربیت میرے چچا حسینؒ بن دریدؒ کے سپرد تھی اور میرے استاد علامہ سعیدؒ بن ہارون ابو عثمان اشناندانیؒ تھے میرے چچا کی یہ عادت تھی کہ کھانا کھاتے وقت میرے استاد کو بھی کھانے میں شریک کیا کرتے تھے ایک دن میں اپنے استاد محترم سے مشہور شاعر حارث بن حلزہ کا قصیدہ پڑھ رہا تھا جس کا پہلا مصرع آذنتنا ببینھا الاسماءُ ہے میرے چچا نے کہا کہ اگر تم یہ قصیدہ یاد کر کے سنا دو تو میں تمہیں اتنا انعام دوں گا یہ کہ کر وہ دونوں کھانے میں مشغول ہو گئے اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد چند ہی باتیں انہوں نے کی ہوں گی کہ میں نے وہ سارا قصیدہ (جو تراسی۸۳ اشعار پر مشتمل تھا) زبانی سنا دیا اور لطف کی بات یہ ہے کہ صرف ایک ہی قصیدہ نہیں بلکہ امام خطیبؒ

کے بیان کے مطابق ان کے استاد کسی ضرورت کے لئے باہر گئے۔

فالی ان رجع المعلم حفظت دیوان الحارث بن حلزۃ باسرہ — ان کے واپس آنے تک انہوں نے حارث بن حلزہ کا پورا دیوان حفظ کر لیا۔

اس کے بعد جب میرے چچا اور استاد نے امتحان لیا تو مجھے انعام دیا (خطیب بغدادی ج ۲ ص ۱۹۶) امام عبداللہؒ بن المبارکؒ (المتوفی ۱۸۱ھ) صخرہؒ جو امام عبداللہؒ بن المبارکؒ کے دوست تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ بچپن میں ایک مرتبہ میں اور ابن المبارکؒ ایک مقام سے گزر رہے تھے وہاں دیکھا کہ ایک بزرگ خطاب فرما رہے تھے خطاب خاصا طویل تھا ہم دونوں سنتے رہے جب خطاب ختم ہوا تو ابن المبارکؒ بولے مجھے یہ سب خطاب اور تقریر یاد ہو گئی ہے سامعین میں سے کسی نے یہ فقرہ سن لیا وہ بولا اچھا سناؤ ابن المبارکؒ نے وہ سارا خطاب از اول تا آخر سنا دیا (بغدادی ج ۱۰ ص ۱۶۵) امام خالدؒ بن سعدؒ (المتوفی ۳۵۲ھ) جو الحافظ اور العلامۃ تھے بیسؔ حدیثیں ان کو ایک ہی بار سننے سے یاد ہو گئی تھیں (تذکرہ ج ۳ ص ۱۲۴) امام ابو یوسفؒ جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے ایک دفعہ مشہور محدث سفیانؒ بن عیینہؒ نے چالیسؔ حدیثیں سند کے ساتھ ان کے سامنے بیان کیں اور امام موصوف کو ایک دفعہ ہی سننے سے وہ سب یاد ہو گئیں (الجواہر المضیہ ج ۲ ص ۵۲۴) یہی نہیں کہ زندگی بھر میں صرف ایک بار ایسا ہوا بلکہ وہ عموماً پچاسؔ ساٹھؔ حدیثیں ایک ہی مجلس میں سن کر یاد کر لیتے تھے اور حلقہ درس سے اٹھ کر وہی حدیثیں لوگوں کو لکھوا دیتے تھے (تاریخ ابن خلکان ج ۲ ص ۲۰۳) امام ابو زرعہ الرازیؒ جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے خود ان کا اپنا بیان ہے کہ میں نے جو چیز بھی سنی وہ مجھے ایک ہی بار سننے سے یاد ہو گئی اور جو بات یاد ہو گئی وہ کبھی بھولی نہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی محدث سے دوبارہ بیان کرنے کی آرزو نہیں کی اور فرماتے ہیں کہ میں جب بغداد کے بازاروں میں جاتا تو کانوں میں انگلیاں ٹھونس دیتا تھا تاکہ جو عورتیں اور چھوکریاں اپنے گھروں اور بالاخانوں میں خرافات قسم کے اشعار اور غزلیں گاتی ہیں کہیں وہ مجھے یاد نہ ہو جائیں (تہذیب ج ۷ ص ۳۲ البدایہ والنہایہ ج ۹ ص ۲۴۲) اور ان کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ وہ فرماتے تھے کہ پچاسؔ سال ہوئے ہیں کہ میں نے حدیثیں لکھی

تھیں اور وہ لکھی ہوئی کتابیں میرے گھر میں رکھی ہوئی ہیں لکھنے کے بعد پورے پچاس سال ان حدیثوں کا میں نے کتابوں میں دوبارہ مطالعہ نہیں کیا لیکن بایں ہمہ میں یہ جانتا ہوں کہ فلاں حدیث کس کتاب کس ورق کس صفحہ اور کس سطر میں ہے (بغدادی ج ۱۰ ص ۲۳۲ و تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۶۶) محمد بن سائب الکلبی (المتوفی ۱۴۶ھ) جو علم حدیث میں ساقط الاعتبار تھا اس کا بیان ہے کہ میں زود حفظ اور زود فراموش ہوں اس کا بیان ہے کہ میں نے صرف سات دن میں قرآن کریم یاد کر لیا تھا (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۶۱) امام محمد بن الحسن الشیبانی (المتوفی ۱۸۹ھ) انہوں نے بھی صرف سات دن میں قرآن کریم یاد کر لیا تھا (الجواہر المضیہ ج ۲ ص ۵۲۸) محدث علی بن جعد (المتوفی ۲۳۰ھ) مشہور محدث ابن ابی ذئب نے بیس حدیثیں املا کرائیں اور علی بن جعد نے وہ زبانی فرفر سنا دیں (تذکرہ ج ۱ ص ۳۶۱ و تہذیب ج ۷ ص ۲۹۰) محدث یحیٰی بن یمان (المتوفی ۱۸۹ھ) کا بیان ہے کہ مجھے ایک ایک نشست میں پانچ پانچ سو حدیثیں یاد ہو جاتی تھیں مگر میں جلدی بھول بھی جاتا تھا (تذکرہ ج ۱ ص ۲۶۳) امام عامر بن شراحیل الشعبی (المتوفی ۱۰۴ھ) فرمایا کرتے تھے کہ مجھے کوئی چیز لکھنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی تھی (دول الاسلام ج ۱ ص ۵۴ علامہ ذہبی) لیکن جو چیز میں نے لکھی ہے وہ مجھے بھولی نہیں اور میں نے اس بات کی کبھی دل میں آرزو نہیں کی کہ بیان کرنے والا دوبارہ اور مکرر بیان کرے (بغدادی ج ۱۲ ص ۲۳۵ و تذکرہ ج ۱ ص ۷۹ و تہذیب ج ۵ ص ۶۷) اور امام موصوف یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ سب سے کم جو چیز مجھے یاد ہے وہ اشعار ہیں اور فرماتے تھے کہ میں اگر تمہیں مہینہ بھر غیر مکرر اشعار سناتا رہوں تو ختم ہونے میں نہ آئیں (تذکرہ ج ۱ ص ۷۹) امام شعبی نے تقریباً پانسو حضرات صحابہ کرام کی زیارت کی اور ان میں بیشتر سے علم دین حاصل کیا اور حضرت امام ابو حنیفہ کے اساتذہ میں سب سے بڑے ہی تھے (تذکرہ ج ، ص ۷۵) امام موصوف محدث فقیہ مؤرخ اور مفسر ہونے کے ساتھ ظرافت پسند بھی تھے کبھی کبھی نہایت لطیف انداز میں خوش طبعی بھی کر لیا کرتے تھے ایک مرتبہ راستہ میں ایک آدمی ان سے ملا امام شعبی نے ظرافۃً فرمایا بڑے میاں تمہارا کیا شغل ہے؟ اس نے کہا کہ میں رفوگر ہوں امام شعبی نے ظرافۃً فرمایا کہ ہمارا ایک مٹکا ٹوٹ گیا ہے اس کو بھی رفو کر دیں بڑے میاں کو بھی ظرافت سوجھی وہ کہنے لگے اگر آپ مجھے

ریت کی رسی مہیا کر دیں تو میں آپ کے مٹکے کو بھی رفو کر دوں گا امام شعبی بے اختیار ہنس پڑے (تذکرہ ج ۱ ص ۸۱) امام اعمش فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک ظریف الطبع آدمی امام شعبی کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے دریافت کیا کہ ابلیس کی بیوی کا کیا نام ہے؟ امام شعبی نے جواب دیا کہ ہم اس کی برات میں شامل نہ تھے (تذکرہ ج ۲ ص ۹۲) محدث نوبختی ان کا ایک حوالہ پہلے بھی گزر چکا ہے ان کو ایک ایک نشست میں ستر سے زیادہ حدیثیں یاد ہو جایا کرتی تھیں انہوں نے سورۃ الانعام اور مقامات حریری کے تین مقامے دن کے ایک حصہ میں یاد کر لئے تھے (تذکرہ ج ۴ ص ۲۲۴) امام بخاری کے رفیق درس حاشد بن اسمٰعیل اور ان کے ایک اور رفیق کا بیان ہے کہ ہم لوگ جب درس میں شریک ہوتے تو استاد جو حدیثیں بیان کرتا جاتا ہم انہیں لکھتے جاتے تھے لیکن امام بخاری کا معمول اس کے خلاف تھا وہ چپ چاپ خاموش بیٹھے رہتے ان ساتھیوں نے امام بخاری کو ٹوکنا شروع کیا کہ جب تم لکھتے نہیں تو حلقۂ درس میں بے کار وقت ضائع کرنے کیوں آتے ہو؟ پہلے تو امام بخاری نے سکوت اختیار کیا جب رفقاء نے زیادہ تنگ کیا تو فرمانے لگے لاؤ جو کچھ تم نے لکھا ہے میں تمہیں زبانی سُنا دیتا ہوں حاشد کا بیان ہے کہ پندرہ ہزار سے زیادہ حدیثیں اس بندۂ خدا نے زبانی سُنا ڈالیں (بغدادی ج ۲ ص ۱۵ و تذکرہ ج ۲ ص ۱۲۳ و ج ۲ ص ۵ طبقات سبکی) امام ترمذی ابو عیسٰی محمد بن سورہ (المتوفی ۲۷۹ھ) ان کے حالات میں مؤرخین نے لکھا ہے کہ انہوں نے ایک شیخ سے دو جزیں حدیثیں لکھی تھیں جب مکہ مکرمہ جانے لگے تو وہ شیخ راستہ میں امام ترمذی سے ملے امام ترمذی نے وقت کو غنیمت سمجھتے ہوئے ان سے درخواست کی کہ آپ فلاں فلاں اجزاء کی حدیثیں سنائیں انہوں نے سنانا شروع کیا جب وہ سنا چکے تو فرمانے لگے اب تم سناؤ تاکہ میں سن لوں اور ان میں غلطی باقی نہ رہے امام ترمذی کا بیان ہے کہ اتفاقاً میں وہ دونوں جزیں (اور کاپیاں) بھول آیا تھا میں نے یہ تدبیر نکالی کہ سادہ کاپیاں سامنے رکھ لیں اور شیخ کی سنائی ہوئی حدیثیں زبانی سنانا شروع کر دیں جب شیخ کی نظر ان سادہ کاپیوں پر پڑی تو وہ برہم ہوئے کہ تمہارے پاس لکھی ہوئی تو ہیں نہیں تم ویسے ہی سناتے ہو امام ترمذی نے فرمایا کہ وہ مجھے سب زبانی یاد ہیں چنانچہ شیخ نے مزید امتحان لیتے ہوئے چالیس

غریب حدیثیں بیان کیں اور امام ترمذیؒ سے فرمایا کہ اب سناؤ انہوں نے ایک مرتبہ سننے کے ساتھ ہی وہ چالیس غریب حدیثیں زبانی سناڈالیں اور ایک حرف میں بھی غلطی نہ کی (تذکرہ ج ۲ ص۱۸۷ وتہذیب ج ۹ ص۳۸۹) محدث قتادہؒ بن دعامہؒ (المتوفی ۱۱۸ھ) امام احمدؒ بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ قتادہؒ اہل بصرہ میں سب سے زیادہ حفظ والے تھے وہ جو چیز بھی سنتے تھے انہیں یاد ہو جاتی تھی ان پر حضرت جابرؓ کا صحیفہ ایک مرتبہ پڑھا گیا تو ایک ہی دفعہ سننے سے انہیں یاد ہو گیا تھا (البدایۃ والنہایۃ ج ۹ ص۳۱۳ وتذکرہ ج ۱ ص۱۱۶ وتہذیب ج ۸ ص۳۵۴) ایک دفعہ انہوں نے سورۂ بقرہ زبانی سنائی جس میں ایک غلطی بھی واقع نہ ہوئی پھر سامع سے فرمایا کہ سورۂ بقرہ سے بھی کہیں زیادہ مجھے صحیفہ جابرؓ یاد ہے (تاریخ کبیر امام بخاریؒ ج ۴ ص۱۸۲) حضرت جابرؓ (المتوفی ۷۸ھ) کے صحیفہ کے بارے قطعی طور پر تو ہم کچھ نہیں کر سکتے کہ اس میں کتنی حدیثیں تھیں البتہ حضرت جابرؓ سے کل ایک ہزار پانچسو ساٹھ حدیثیں مروی ہیں (خطبات مدراس ص۴۵ از سید سلیمان ندویؒ) امام شاطبیؒ (ابوالقاسم بن فیرہؒ المتوفی ۵۹۰ھ) جو بلند پایہ محدث تھے علم تجوید کے بڑے ماہر تھے لیکن بیچارے آنکھوں سے معذور تھے ایک مرتبہ حج کے لئے روانہ ہوئے تو ایک جگہ پہنچے اور وہ سواری پر تھے ان کے ساتھی نے فرمایا کہ آگے راستہ پر ایک درخت ہے سر نیچا کر لیجئے پینتالیس ۴۵ سال کے بعد جب امام شاطبیؒ اسی جگہ سے گذرنے لگے تو اپنا سر جھکا لیا کسی رفیق نے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ فرمانے لگے کہ آگے راستہ میں درخت آرہا ہے رفقاء نے کہا کہ یہاں تو کوئی درخت نہیں فرمایا کہ کیا سچ مچ یہاں کوئی درخت نہیں ہے؟ ساتھیوں نے کہا واقعی یہاں کوئی درخت نہیں ہے امام شاطبیؒ سواری سے اتر گئے اور فرمایا کہ اگر میرا حافظہ ایسا کمزور ہو گیا ہے کہ میں درخت کے محل وقوع کو یاد نہیں رکھ سکا تو مجھے درس حدیث بھی اب ترک کر دینا چاہیئے ہو سکتا ہے کہ سوءِ حفظ کی وجہ سے کہیں حدیث میں غلطی واقع نہ ہو جائے تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ واقعی چند سال قبل وہاں ایک درخت تھا لیکن پھر وہ کاٹ دیا گیا تھا امام شاطبیؒ کو جب اپنے حافظہ پر تسلی اور اطمینان ہوا تو وہاں سے چل پڑے (فیض الباری ج ۲ ص۱۴۷ از مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ) ایسا ہی ایک واقعہ ہدیۃ المجتنی ص۴ میں علامہ مناویؒ کے حوالہ سے حضرت امام ترمذیؒ کا

نقل کیا گیا ہے۔ علامہ مجدالدینؒ (المتوفی ۸۱۷ھ) صاحب قاموس نے ایک مرتبہ چارسو سطریں سنیں اور دفعۃً سن کر یاد کر لیں (فیض الباری ج ۱ ص۳۱)۔

قارئین کرام! اس قسم کے واقعات بے حساب و بے شمار ہیں صرف نمونہ کے طور پر بعض حوالے عرض کئے گئے ہیں ہم صرف دو حوالے اور عرض کرتے ہیں کہ سرعت حفظ کی دولت جس طرح اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو دی ہے۔ بعض غیر مسلموں میں بھی اس کی مثالیں موجود ہیں۔ عین الدولہ (المتوفی ـــھ) کے دربار میں دو زنار دار (برہمن) پیش کئے گئے جن کی یہ خصوصیت تھی کہ ایک بار ہی سن لینے سے ان کو کئی کئی اشعار یاد ہو جاتے تھے اور پھر اسی ترتیب سے وہ زبانی سُنا دیتے تھے چنانچہ ان کا امتحان بھی ہوا اور وہ پاس نکلے (شاہ جہاں نامہ ج ص۲۶۹)۔

مارکس ریناس (المتوفی ـــھ) جو رومیوں کی تاریخ میں مشہور رواقی حکیم سنیکا کا باپ تھا دو ہزار الفاظ سننے کے بعد بالترتیب بلاتھکان ان کا زبانی اعادہ کر دیا کرتا تھا (سکرس آف گارڈ ترجمہ ص۶)۔

قارئین کرام! یہ پہلے لوگوں کی سرعت حفظ کا ایک اجمالی خاکہ ہے حقیقت یہ ہے کہ ؎

گہر جو دل میں نہاں ہیں خدا ہی دے تو ملیں
اسی کے پاس ہے مفتاح اس خزانے کی

باب ہشتم

اس باب میں یہ بات عرض کی جائے گی کہ حضرات محدثین کرامؒ کے صرف یہ دعاوی نہ تھے کہ ہمیں اتنی اور اتنی حدیثیں یاد ہیں بلکہ وقتاً فوقتاً ان کے امتحانات بھی لئے جاتے تھے اور وہ ان میں کامیاب ثابت ہوتے تھے ہم ماموں الرشید امام عبداللہؒ ابن المبارکؒ امام ترمذیؒ اور امام بخاریؒ وغیرہ حضرات کے بعض حوالے پہلے عرض کر چکے ہیں کہ ان کے امتحانات ہوئے اور وہ سو فیصد ان میں کامیاب نکلے مزید کچھ حوالے سُن لیں۔ حضرت ابوہریرہؓ جن کا نام عبدالرحمٰن بن صخر تھا احکام الاحکام ج ۱ ص۲۷ المتوفی ۵۷ھ) جن سے پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) حدیثیں مروی ہیں (خطبات مدراس ص۴۵) ابوزرعہؒ کا بیان ہے جو دمشق کی حکومت کے پہلے حکمران مروان بن الحکم کا پرائیوٹ سیکرٹری تھا کہ مروان نے حضرت ابوہریرہؓ کو (لوگوں کی اس شکایت پر کہ وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بہت کم رہے کیونکہ وہ محرم ۷ھ میں فتح خیبر کے بعد مسلمان ہوئے لیکن حدیثیں سب سے زیادہ بیان کرتے ہیں) حکمت عملی کے ساتھ امتحان کے لئے طلب کیا ابوزرعہؒ کہتے ہیں کہ مجھے قلم دوات اور کاپی دے کر پس پردہ بیٹھا دیا اور کہا کہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے امتحاناً چھیڑ چھاڑ کر حدیثیں پوچھوں گا وہ جو حدیث بیان کریں تم اسے لکھ لینا چنانچہ مروان نے بہت سی حدیثیں حضرت ابوہریرہؓ سے پوچھیں ابوزرعہؒ ان کو لکھتے رہے حضرت ابوہریرہؓ مروان کی یہ حکمت عملی نہ سمجھ سکے پورا ایک سال گزر گیا مروان نے حضرت ابوہریرہؓ کو پھر طلب کیا اور مجھے کہا کہ تم حسب سابق پردہ کے پیچھے بیٹھ جاؤ میں حضرت ابوہریرہؓ سے

گذشتہ سال والی حدیثیں پوچھتا جاؤں گا تو تم ان کو نوشتہ حدیثوں سے ملاتے جانا چنانچہ مروان نے اس تدبیر سے حضرت ابوہریرہؓ کا امتحان لیا ابوزرعہؒ کا بیان ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ حدیثیں بیان کرتے جاتے اور میں بیاض اور کاپی میں لکھی ہوئی حدیثوں سے ان کو ملاتا جاتا معلوم ہوا کہ نہ تو انہوں نے کمی کی اور نہ زیادتی اور نہ تو کسی حدیث میں تقدیم کی اور نہ تاخیر (کتاب الکنیٰ للبخاریؒ ص۳۳۔ کتاب الکنیٰ للدولابیؒ ج ۱ ص۱۹۴ و مستدرک ج ۳ ص۵۱۰ قال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح) امام ابن شہاب الزہریؒ جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے خلیفۂ وقت ہشامؒ (المتوفی ۱۲۵ھ) نے ان کا یوں امتحان لیا کہ حضرت آپ کچھ حدیثیں شاہزادہ کے لئے لکھوا دیں چنانچہ امام زہریؒ نے چار سو حدیثیں زبانی لکھوا دیں ایک مہینہ کے بعد ہشامؒ نے پھر طلب کیا اور کہا کہ افسوس کہ جو حدیثیں آپ نے لکھوائی تھیں وہ کہیں ضائع ہو گئی ہیں آپ اگر وہی حدیثیں پھر لکھوا دیں تو آپ کی نوازش ہو گی چنانچہ امام زہریؒ نے وہ سب حدیثیں پھر زبانی لکھوا دیں اور تشریف لے گئے پہلا مسودہ بھی ضائع نہیں ہوا تھا بلکہ اس طرح امام زہریؒ کا امتحان مقصود تھا جب ہشامؒ نے دونوں مسودوں کو آپس میں ملایا تو معلوم ہوا کہ ایک حرف کا فرق بھی نہیں نکلا (تذکرہ ج ۱ ص۱۰۴ البدایۃ والنہایۃ ج ۹ ص۳۴۲ و تہذیب التہذیب ج ۹ ص۴۴۹) امام محمدؒ بن یحییٰ الذھلیؒ (المتوفی ۲۵۷ھ جو احد الائمۃ العراقیین والحفاظ المتقنین والثقات المامونین تھے بغدادی ج ۳ ص۴۱۵) کی خدمت میں مشہور محدث صالحؒ بن محمد الجزرہؒ حاضر ہوئے اور امتحاناً ایک حدیث سند کے ساتھ پیش کی سند میں اصل راوی سعیدؒ بن واصلؒ تھا مگر محدث صالحؒ نے سعیدؒ بن عامرؒ پڑھا امام ذھلیؒ نے فوراً ٹوک دیا اور اصلاح کر دی امام صالحؒ نے آخر میں تسلیم کیا کہ میں نے امتحاناً ایسا کیا تھا (بغدادی ج ۳ ص۱۴۷) حضرت امام بخاریؒ کتب تاریخ میں ان کے حالات میں لکھا ہے کہ جب وہ بغداد پہنچے تو وہاں کے حضرات محدثین کرامؒ نے امام موصوف کا امتحان لینا چاہا چنانچہ دس آدمی امتحان کے لئے مقرر ہوئے اور ہر ایک نے دس دس حدیثیں متن اور سند بدل بدل کر اور تقدیم و تاخیر کر کے حضرت امام بخاریؒ کے سامنے پیش کرنا شروع کر دیں۔ امام بخاریؒ صرف یہ کہتے جاتے لا اعرفہ کہ میں یہ نہیں جانتا سطحی ذہن کے لوگ امام بخاریؒ

کے حافظہ سے بدظنی کرنے لگے جب پورے سو سوال امام بخاریؒ سے پوچھ لئے گئے تو امام
موصوف نے علی الترتیب جوابات شروع کئے اور سو حدیثوں کو درست کر دیا ہر حدیث
کے متن کو اس کی سند کے ساتھ اور ہر سند کو اس کے مخصوص متن کے ساتھ جوڑ دیا۔
فہیم قسم کے لوگوں کو پہلے ہی امام بخاریؒ کے حافظہ اور ذہانت کا اقرار تھا لیکن ع
شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ اب تو ان کو ان کی اس خوبی اور کمال کا مشاہدہ بھی
ہو گیا (اکمال ص۶۲۶ و مقدمہ ابن خلدون ص۴۴۴ و بغدادی ج ۲ ص۲۰ طبقات سبکیؒ
ج ۲ ص۶ و بہجۃ النظر ص۵۸) ان کے اسی کمال کی وجہ سے مشہور محدث عمروؒ بن علیؒ نے
کہا ہے کہ جس حدیث کو امام بخاریؒ نہ جانتے ہوں تو وہ حدیث ہی نہیں (بغدادی ج ۲ ص۱۸)
حضرت امام بخاریؒ کے اس قول سے کہ لا اعرفہ (میں اس کو نہیں جانتا) کذب گوئی اور
غلط بیانی کا شبہ نہ ہونا چاہیئے کیونکہ امام بخاریؒ کا مقصد یہ تھا کہ معترضین نے جو غلط
صورت پیش کی ہے میں اسے نہیں جانتا اور وہ غلط صورت امام بخاریؒ کو اس سے
قبل معلوم نہ تھی امام موصوف تو وہ صحیح صورت جانتے تھے جو نفس الامر میں تھی اور
اپنے جواب میں انہوں نے جس کی تصحیح کر کے بیان بھی کر دی تھی۔ امام ابو جعفر محمدؒ بن عمر
العقیلیؒ (صاحب کتاب الضعفاء الکبیر جو الحافظ اور الامام تھے المتوفی ۳۲۲ھ)
مشہور محدث امام مسلمہؒ بن قاسمؒ کا بیان ہے کہ ہم چند رفقاء نے امام عقیلیؒ کے امتحان
کی ٹھان لی کہ ان کا امتحان لینا چاہیئے کہ آیا وہ امتحان میں کامیاب ثابت ہوتے ہیں یا
ناکام؟ چنانچہ ہم نے احادیث کا ایک مجموعہ تیار کیا جس میں کہیں تو متن بدل دیا اور
کہیں سند بدل دی اور کہیں تقدیم کر دی اور کہیں تاخیر غرضیکہ ہم نے الٹ پلٹ کر کے
ایک ذخیرہ تیار کیا اور امام عقیلیؒ کی خدمت میں پیش کیا وہ خاموشی سے سنتے رہے جب
ہم سنانے سے فارغ ہوئے تو امام عقیلیؒ نے وہ مسودہ ہم سے لے کر قلم پکڑا اور تمام غلطیاں
زبانی درست کر دیں (تذکرہ ج ۳ ص۵ و بہجۃ النظر ص۵۸) حضرت امام بخاریؒ اور امام
عقیلیؒ کے اس امتحان کا مختصر سا تذکرہ حافظ ابن حجرؒ نے نزہۃ النظر ص۶۵ (مع الشرح
بہجۃ النظر ص۵۷) میں بھی کیا ہے۔ امام ابراہیمؒ (المتوفی ۔۔ھ) فرمایا کرتے تھے کہ جب آپ

نے مجھ سے کوئی حدیث بیان کرنی ہو تو امام ابو زرعہؒ کی حدیثوں میں سے بیان کیا کرو کیونکہ
انہوں نے مجھ سے ایک حدیث بیان کی تھی اور میں نے ایک سال کے بعد ان سے وہ
حدیث (بظاہر بطور امتحان کے) دریافت کی فما خرم حرفاً (دارمی ص۶) تو انہوں نے
ایک حرف کی کمی (و بیشی) نہ کی۔ امام علیؒ بن جعدؒ جن کا ایک حوالہ پہلے گذر چکا ہے انکے
پاس ایک موقع پر چند جلیل القدر ائمہ حدیث حاضر ہوئے جن میں خصوصیت سے امام
خلفؒ بن سالمؒ امام احمدؒ بن حنبلؒ امام اسحاق بن راہویہؒ اور امام ابن معینؒ قابل ذکر
ہیں جو ہر ایک اپنی جگہ فن حدیث اور اسماء الرجال کے مستقل امام تھے امام علیؒ بن جعدؒ
ان کے پاس اپنی کتابیں چھوڑ کر ان کے لئے کھانا تیار کرانے چلے گئے ان حضرات نے ان
کی کتابوں کو بغور ملاحظہ کیا اور ان میں صرف ایک ہی غلطی دیکھی جب وہ واپس آئے اور
ہم سب کھانے سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے فرمایا لاؤ جو کچھ تم نے لکھا ہے دکھاؤ چنانچہ
ہم نے جو کچھ لکھا تھا اس کو سامنے رکھا انہوں نے وہ سب کچھ زبانی سنا دیا (تذکرہ ج ۱
ص۳۶۱ و تہذیب ج ۷ ص۲۹۱) گویا ان جلیل القدر ائمہ کرامؒ کے ہاں یہ ان کے حافظہ کا
امتحان تھا اس قسم کے واقعات کتب تاریخ اور کتب اسماء الرجال میں بکثرت موجود
ہیں صرف بات کو مدلل اور مبرہن کرنے کے لئے اصحاب ذوق حضرات کے لئے یہ حوالے
کافی ہیں۔

غور فرمائیں کہ ان حضرات کا دین، کتب دین، اور علی الخصوص علم حدیث سے کتنا گہرا
تعلق تھا کہ ان کی قیمتی زندگیاں ہی اس کی تحصیل اور نشر و اشاعت میں صرف ہو گئیں
آج حدیثیں بھی ہیں اور ہم لوگ بھی ہیں لیکن ذوق و شوق اور ولولہ کا کیا کہنا؟ خیال رہے
یہاں؟ سچ ہے ؎

قسمت کی نوازش تھی جن پر خورشید کی ضو سے چاند بنے
ذرے کو ضیا دی سورج نے لیکن وہ ستارا ہو نہ سکا

باب نہم

اس باب میں ہم قارئین کرام کی خدمت میں یہ بات عرض کرتے ہیں کہ حضرات محدثین کرامؒ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث کو محفوظ رکھنے کے لئے پورا پورا اہتمام کیا ہے احادیث کی حفاظت کے لئے آپس میں بحث، تکرار اور مذاکرہ سے کام لیتے رہے اور صحیح احادیث کو ضبطِ کتابت میں لاکر انہوں نے امت مرحومہ تک پہنچانے کی سعی کی اور تحصیل علم حدیث میں ایسے ذوق و شوق کا مظاہرہ کیا کہ علمی دنیا میں اس کی نظیر ملنا مشکل ہے ذیل کے حوالوں سے مذاکرۂ حدیث تکرار اور کتابت حدیث کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے امام سلیمانؒ بن عبد الرحمٰنؒ کا حوالہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ انہوں نے امام ابو زرعۃ الرازیؒ سے مذاکرہ کے لئے تین لاکھ احادیث کا مطالعہ کیا اور کئی دن تک انہوں نے درس بند کر دیا تھا۔

امام ابن جعابیؒ کا ذکر بھی پہلے ہو چکا ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں چھ لاکھ حدیث کا آسانی سے مذاکرہ کر سکتا ہوں (میزان ج ۳ ص ۱۱۳ ولسان ج ۵ ص ۳۲۲) امام ابو داؤدؒ (المتوفیٰ ۲۷۵ھ صاحب سنن) محدث محمدؒ بن مخلدؒ کا بیان ہے کہ امام ابو داؤدؒ ایک لاکھ حدیث کا مذاکرہ کر سکتے تھے (تہذیب ج ۴ ص ۱۷۲) امام ابو داؤدؒ کا خود اپنا بیان ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پانچ لاکھ حدیثیں لکھی ہیں (بغدادی ج ۹ ص ۵۷ والکمال ص ۶۲۷) سنن ابو داؤد میں صرف چار ہزار آٹھ سو حدیثیں ہیں (اکمال ص ۶۲۷ و تذکرہ ج ۲ ص ۱۵۴) امام مسلمؒ بن الحجاجؒ (المتوفیٰ ۲۶۱ھ صاحب صحیح) کا بیان ہے کہ میں نے صحیح مسلم کی احادیث تین لاکھ احادیث سے چھانٹ کر انتخاب کی ہیں (تذکرہ ج ۲ ص ۱۵۱ والکمال ص ۶۲۷) صحیح مسلم کی کل غیر مکرر احادیث چار ہزار ہیں (اکمال ص ۶۲۶)

امام سلیمانؒ بن حربؒ (المتوفیٰ ۲۲۴ھ) امام ابو حاتمؒ کا بیان ہے کہ جس سال میں امام سلیمانؒ بن حربؒ کے حلقۂ درس میں شریکِ دورہ تھا اس سال چالیس ہزار نفوس دورہ میں شریک تھے امام سلیمانؒ بن حربؒ نے منبر کی مانند ایک اونچی سی جگہ بنا رکھی تھی جس پر بیٹھ کر وہ پڑھایا کرتے تھے (بغدادی ج ۹ ص ۳۳ و تذکرہ ج ۱ ص ۳۵۵) امام عاصمؒ بن علیؒ (المتوفیٰ ۲۲۱ھ جو الحافظ الامام اور الثقہ تھے) کے حلقۂ درس میں ایک لاکھ سے زیادہ طلبۂ حدیث حاضر رہتے تھے (تذکرہ ج ۱ ص ۳۵۹) مشہور محدث عمرؒ بن حفصؒ کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حاضرین درس کی گنتی کی تو معلوم ہوا کہ ایک لاکھ بیس ہزار آدمی شریک ہیں (تذکرہ ج ۱ ص ۳۵۹) امام عاصمؒ بن علیؒ بغداد کی مسجد رصافہ میں درس دیا کرتے تھے (تہذیب ج ۵ ص ۵۱) حضرت ابو الدرداءؓ جو جلیل القدر صحابی تھے ان کے حالات میں تاریخ کی کتابوں سے یہ ملتا ہے کہ ان کے شاگردوں کا ایک دن شمار کیا گیا تو معلوم ہوا کہ سولہ سو طالب علم اس وقت حلقۂ درس میں حاضر تھے (یہ حضرات قرآن کریم حفظ اور قراءت سے پڑھتے تھے) (الفاروق ج ۲ ص ۱۳۱ بحوالہ طبقات القراء از علامہ ذہبیؒ)

امام ابن الجوزیؒ (عبد الرحمٰنؒ بن ابی الحسنؒ جو الامام العلامہ الحافظ اور عالم العراق تھے المتوفیٰ ۵۹۷ھ) ان کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کے حلقۂ درس میں ایک لاکھ سے زائد انسان شریک اور حاضر رہتے تھے (تذکرہ ج ۴ ص ۱۳۵) محدث یزیدؒ بن ہارونؒ ایک مرتبہ ان کے تلامذہ کی گنتی ہوئی تو معلوم ہوا کہ ستر ہزار کی تعداد میں لوگ شریک درس ہیں (تذکرہ ج ۱ ص ۲۹۲) حضرت امام بخاریؒ سے بلاواسطہ نوے ہزار نفوس نے صحیح بخاری پڑھی تھی (بغدادی ج ۴ ص ۹ اکمال ص ۶۲۲ و عجالۂ نافعہ ص ۶) امام بخاریؒ نے جب بغداد میں درس حدیث شروع کیا تو بیس ہزار سے زیادہ طلبہ ان کے درس میں شریک تھے اور تین آدمی صرف اس لئے متعین تھے کہ بلند آواز سے املا کرائیں (بغدادی ج ۲ ص ۲۰)

امام فریابیؒ (ابو بکر جعفرؒ بن محمدؒ جو العلامہ الحافظ اور شیخ الوقت تھے المتوفیٰ ۳۰۱ھ) ایک مرتبہ شمار کرنے پر معلوم ہوا کہ تیس ہزار آدمی ان کے درس میں شریک ہیں محدث ابو الفضل الہرویؒ کا بیان ہے کہ جس سال میں شریکِ دورہ تھا اس سال دس ہزار تو صرف

وہ لوگ تھے جو ان کے درس میں احادیث کو قید تحریر میں لائے تھے محدث ابن عدیؒ کا بیان ہے کہ جس سال میں دورۂ حدیث میں شریک تھا اس سال امام فریابیؒ کے حلقۂ درس میں دس ہزار سے زائد طلبۂ علم شریک درس تھے (تذکرہ ج ۲ ص ۲۳۷) ان کی مجلس میں تین سو سولہ آدمی صرف حدیثیں لکھوانے پر مقرر اور مامور تھے (تذکرہ ج ۲ ص ۲۳۷ و حکایات الصحابہؓ ص ۹۲) امام ابو مسلم الکجیؒ (ابراہیمؒ بن عبد اللہؒ المتوفی ۲۹۲ھ) کی مجلس میں جو لوگ حدیثیں لکھتے تھے اور جن کے پاس دواتیں ہوتی تھیں ان کی تعداد چالیس ہزار سے زیادہ تھی اور جب انہوں نے حدیث کا دورہ شروع کرایا تو دس ہزار کا صدقہ کیا اور جب ان کی سنن ختم ہوئی تو ایک ہزار دینار کی دعوت کھلائی (تذکرہ ج ۲ ص ۱۷۷) امام ضحاکؒ بن مزاحم الخراسانیؒ (المتوفی ۱۰۵ھ) جو مشہور تابعی اور مفسر تھے ایک مرتبہ ان کے حلقۂ درس میں تین ہزار طالب علم شریک تھے کبر سنی کی وجہ سے وہ سواری پر سوار ہو کر تلامذہ کی صفوں میں چکر لگایا کرتے تھے (دول الاسلام ج ۱ ص ۵۳ علامہ ذہبیؒ) امام ابو مسلم بصریؒ (ابراہیمؒ بن عبد اللہؒ) جو الحافظ اور المسند تھے المتوفی ۲۹۲ھ بغداد میں درس حدیث دیتے تھے سات آدمی ان کے شاگردوں پر املا کراتے جاتے تھے ان میں سے ایک دوسرے تک آواز پہنچاتا اور دواتیں شمار کی گئیں تو چالیس ہزار سے زائد تھیں (تذکرہ ج ۲ ص ۱۷۱) خلیفہ جعفرؒ بن المعتصمؒ الملقب بہ متوکل علی اللہ۔ (المتوفی ۲۴۶ھ / ۸۶۱ء) نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث کی اشاعت کے لئے حضرات محدثین کو سامرا بلا کر انہیں بڑے بڑے انعامات دیئے (تاکہ معاشی ضروریات سے فارغ البال ہو کر دین کی خدمت کر سکیں) اور محدثین کرامؒ کو حکم دیا کہ وہ احادیث صفات اور رؤیت (باری تعالیٰ) لوگوں کو سنائیں محدث ابو بکرؒ بن ابی شیبہؒ نے جامع رصافہ میں حلقۂ درس قائم کیا جس میں تقریباً تیس ہزار آدمی جمع ہوتے تھے اور ان کے بھائی محدث عثمانؒ بن ابی شیبہؒ نے جامع منصور میں درس کا حلقہ قائم کیا ان کے حلقہ میں بھی تقریباً تیس ہزار کا مجمع ہوتا تھا۔ (چونکہ معتزلہ رؤیت اور صفات باری تعالیٰ کے منکر تھے اس لیے ان کے رد کے لیے ان احادیث کے بیان پر زور دیا گیا) (تاریخ الخلفاء ص ۲۴۴ للسیوطیؒ) علامہ ذہبیؒ جو فن حدیث تاریخ اور اسماء الرجال

کے بلا مدافعت مسلّم امام تھے وہ لکھتے ہیں کہ حضرات سلفؒ کے زمانہ میں ایک ایک مجلس میں دس دس ہزار سے زائد تو صرف دواتیں جمع ہوتی تھیں جن سے طلبۂ علم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں لکھا کرتے تھے اور ان لوگوں کا شغل اور بہترین سرمایہ ہی یہی دولت تھی (تذکرہ ج ۲ ص ۱۰۱) علامہ امیر شکیب ارسلانؒ (المتوفی ۱۳۶۶ھ) جو دور حاضر کے جلیل القدر مجاہد مؤرخ ادیب اور سیاسی مفکر تھے ایک فرانسیسی مورخ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ انگریز جو تہذیب و تمدن اور وسعت معلومات کے مدعی ہیں ان میں سے کسی بڑے مطالعہ بین اور وسیع النظر کو کبھی اتنی ہمت بھی نہ ہوئی ہوگی کہ ایک مسلمان مؤرخ اور عالم کی لکھی ہوئی کتابوں کا عمر بھر مطالعہ بھی کر سکے یعنی مثلاً جتنی کتابیں امام جلال الدین سیوطیؒ نے لکھی ہیں کسی انگریز کو عمر بھر بھی پڑھنے کی توفیق نہیں ہوئی ہوگی (العالم الحاضر الاسلامی ج ۱ ص ۶) امام محمدؒ بن جریر الطبریؒ (المتوفی ۳۱۰ھ) جو جلیل القدر اور عظیم المرتبت محدث مفسر مؤرخ اور فقیہ تھے انہوں نے صرف تاریخ میں اسی ہزار ورق املا کرائے تھے (العالم الحاضر الاسلامی ج ۱ ص ۶) امام بدر الدین محمدؒ بن احمد العینی الحنفیؒ (المتوفی ۸۵۵ھ) صاحب عمدۃ القاری شرح البخاری ایسے سریع القلم تھے کہ صرف ایک ہی دن میں قدوری کا مکمل نسخہ نقل کر لیا تھا جتنے وقت میں وہ لکھا کرتے تھے اتنے وقت میں ان کی لکھی ہوئی کتابیں پڑھی بھی نہیں جا سکتی تھیں وہ غضب کے سریع القلم تھے (فیض الباری ج ۲ ص ۲۰۳) امام ابن جریر طبریؒ کے متعلق علماء کرام لکھتے ہیں کہ ان کی وفات کے بعد لکھائی کی روشنائی اور سیاہی کا حساب کرنے پر اندازہ کیا گیا کہ ایک ہزار رطل (پونڈ) روشنائی کتابت علوم اور تصنیف میں خرچ ہوئی ہے (تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام ص ۵۹ از مولانا محمد طیب مہتمم دار العلوم دیوبند) یہ بات اس زمانۂ ترقی میں تعجب انگیز نہیں ۱۹۳۱ء میں اخبار نیویارک ٹائمس کی طباعت پر روزانہ چار ٹن سیاہی خرچ ہوتی تھی (مطالعات نیاز ص ۴۲۸) جب اس وقت اور پھر ایک ہی اخبار پر روزانہ اتنی سیاہی خرچ ہوتی تھی تو پھر آج خدا تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ

کتنی سیاہی روزانہ خرچ ہوتی ہوگی امام ابن شاہینؒ (ابوحفص عمرؒ بن احمدؒ) جو الحافظ المفید المکثر اور محدث العراق تھے المتوفی (۳۸۵ھ) انہوں نے ایک ہزار جلدوں میں تفسیر اور تیرہ سو جلدوں میں احادیث کی ایک کتاب (مسند شاہین) لکھی تھی (تذکرہ ج ۳ ص ۱۸۳) لیکن حافظ ابن حجرؒ کا بیان ہے کہ یہ مسند پندرہ سو جلدوں میں لکھی گئی تھی (لسان المیزان ج ۴ ص ۲۸۴) محدث ابن شاہینؒ کا خود اپنا بیان ہے کہ سات سو درہم کی مالیت کی روشنائی ان کتابوں پر صرف ہوئی جو میں نے لکھی ہیں (تذکرہ ج ۳ ص ۱۸۳) حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ اس سیاہی کا وزن محدث ابن شاہینؒ کے بیان کے مطابق چار سو رطل (پونڈ) تھا (لسان المیزان ج ۴ ص ۲۸۴)

فائدہ۔ درہم وزن کے لحاظ سے (بعض کے نزدیک تین ماشے اور) علی الاصح ساڑھے تین ماشے ہوتا ہے (رسالۂ اوزان ص ۷) اور مالیت کے لحاظ سے انگریزی دور میں تقریباً چار آنے ہوتا تھا (اسلام کا اقتصادی نظام ص ۱۸۴ از مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ) اور اب چاندی کا بھاؤ بڑھ گیا ہے اگر ایک گرام کی قیمت تین روپے ہو تو تین ماشہ کے لحاظ سے درہم کی قیمت تقریباً نو روپے ہوگی۔

قارئین کرام! حضرات محدثینؒ فقہاءؒ مورخینؒ اور علماء اسلام نے جس محنت اور جستجو کے ساتھ اپنے پیارے اور محبوب پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں اور دین کے مسائل و احکام کو عالم اسباب میں امت کے لئے محفوظ رکھا ہے تاریخ کے اوراق میں چراغ لیکر ڈھونڈنے سے بھی اس قسم کے مجموعی واقعات دوسرے مذاہب کے علماء میں نہیں مل سکتے اس کے ساتھ حضرات محدثین کرامؒ اور فقہاء عظامؒ بڑے متواضع بھی تھے ان کی تواضع میں بلندی سادگی میں بناؤ اور خاموشی میں گویائی تھی وہ اکیلے بھی ہوتے تو لشکر تھے پیادہ بھی ہوتے تو برق رفتار تھے وہ محض قال نہ تھے سراپا حال تھے کہتے کم کرتے زیادہ تھے ان کی سب سے بڑی خوبی اور خصوصیت یہ تھی کہ انہوں نے راہ اور منزل کے واضح فرق کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا اور منزل ہی کی طرف رواں دواں رہے مگر ؎

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی ثریا نے زمین پر آسماں سے ہم کو دے مارا

باب ۱۰ ہم

بفضلہ تعالیٰ اس باب میں ہم بعض ایسے حوالے عرض کریں گے جن سے بخوبی اس کا اندازہ ہو سکے گا کہ حضرات محدثین کرامؒ نے ایک ایک حدیث کے لئے دور دراز کے سفر طے کئے اور بعض اوقات انتہائی غربت اور افلاس سے دوچار ہوتے رہے اور تحصیل علم میں گرمی۔ سردی۔ بھوک۔ پیاس اور لباس غرضیکہ صحت جیسی بہترین نعمت کی بھی انہوں نے کوئی پرواہ نہیں کی اور باوجود وسائل نہ ہونے کے علمی چشموں سے اپنی پیاس بجھاتے رہے اور اس کے ساتھ ورع تقویٰ کا بھی عمدہ ثبوت انہوں نے دیا حتیٰ کہ بعض مواقع پر جائز قسم کی خواہشات سے بھی سختی کے ساتھ کنارہ کش رہے اور ہر قسم کی بدنی تکلیف گوارا کرتے رہے۔

مشہور اور جلیل القدر صحابی حضرت ابوالدرداءؓ کے پاس دمشق میں مدینہ طیبہ سے ایک شخص ایک حدیث حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا (ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۷۔ ترمذی ج ۲ ص ۹۳ ابن ماجہ ص ۲۰ دارمی ص ۴۳ مسند احمد ج ص و مشکوٰۃ ج ۱ ص ۳۴) حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ (المتوفی ۷۴ھ) جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشہور صحابی تھے انہوں نے صرف ایک حدیث کے لئے ایک مہینہ کی مسافت طے کی اور حضرت عبداللہؓ بن انیس سے حدیث حاصل کی (بخاری ج ۱ ص ۱۷) امام حاکمؒ اور امام ابن عبدالبرؒ اس واقعہ کی تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت جابرؓ نے قیامت

کے دن حقوق العباد کے قصاص اور بدلہ کے تصفیہ کے متعلق ایک حدیث حاصل کرنے کے لئے ایک اونٹ خریدا اور اس پر سوار ہو کر مصر یا شام (محدث ابن عبد البرؒ صرف شام کا ذکر کرتے ہیں) پہنچے اور فرمایا کہ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں وہ حدیث حاصل کئے بغیر ہی نہ مر جاؤں چنانچہ حضرت عبد اللہؓ بن انیس سے وہ روایت انہوں نے حاصل کی۔ (مستدرک ج ۴ ص۵۷۴ وجامع بیان العلم وفضلہ ج ۱ ص۹۳) اور یہ روایت مسند احمد ج ص اور طبرانی میں بھی مذکور ہے (مفتاح الجنۃ ص۲۷) اور اس واقعہ کا ذکر علامہ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے بھی کیا ہے (تجرید اسماء الصحابۃ ج ۱ ص۲۲ وتہذیب ج ۵ ص۱۵۰)۔

فائدہ :- مدینہ طیبہ سے شام کا دار الخلافہ دمشق چھ سو چھتر اسٹیشن (جبکہ ترکیوں کے دور میں ریلوے لائن موجود تھی) اور ۱۳۰۳ کلو میٹر ہے (سفرنامہ حاجی عبد الرحیمؒ ج ۲ ص۱) جو انگریزی میلوں کے لحاظ سے آٹھ سو دس میل ہے (سفرنامہ ج ۲ ص۷) اندازہ لگائیں کہ اس دور میں جب کہ راستہ میں کسی قسم کی کوئی سہولت حاصل نہ تھی اتنا ایک طرفہ سفر اختیار کر کے ایک حدیث حاصل کرنا کتنی تکلیف کا باعث ہے اور یہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث سے لگاؤ کا ہی اثر ہے حضرت سائبؓ بن یزیدؓ (المتوفی ۹۱ھ) نے ایک حدیث میں شک کے ازالہ کے لئے حضرت عقبہؓ بن عامر کے پاس پہنچنے کے لئے مصر کا سفر طے کیا تھا (حسن المحاضرۃ فی اخبار المصر والقاہرۃ ج ۱ ص۹۶ للسیوطیؒ) حضرت ابو ایوبؓ (خالد بن زید المتوفی ۵۱ھ) کو ایک حدیث کے بارے شک ہوا اور وہ مدینہ طیبہ سے مصر پہنچے اور حضرت مسلمہؓ بن مخلد انصاریؓ گورنر مصر کے ہاں پہنچے اور ان سے حضرت عقبہؓ بن عامر کی جگہ دریافت کی اور فرمایا کہ میں ان سے ایک حدیث پوچھنے آیا ہوں چنانچہ انہیں ان کے پاس پہنچایا گیا اور ان سے حدیث حاصل کر کے واپس مدینہ طیبہ روانہ ہو گئے اور اپنی سواری کا پالان بھی نہ کھولا (معرفت علوم الحدیث ص۸ وجامع بیان العلم ج ۱ ص۹۴) اور حضرت مسلمہؓ بن مخلدؓ حضرت ابو ایوبؓ کے پیچھے نکلے اور مصر کے باہر

عریش مصر (یعنی اس زمانہ کے اڈہ) پر ان کو کھانا پہنچایا (مفتاح الجنۃ ص۲۷) اس حدیث کا مضمون یہ ہے کہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کا عیب دنیا میں چھپائے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیوب اور گناہ قیامت کو چھپائے گا اور اپنی بخشش سے نوازے گا (معرفت علوم الحدیث ص۸ وجامع بیان العلم ج ۱ ص۹۴) سچ ہے ع

اُس کے الطاف بہت ہیں کہ گنہگار بہت۔

حضرت فضالہؓ بن عبید (المتوفی ۵۸ھ) جو مصر کے گورنر تھے ان کی خدمت میں مدینہ طیبہ سے ایک صحابی جن کو ایک حدیث کے متعلق شک ہوا تھا حاضر ہوئے اور فرمانے لگے کہ میں آپ کی ملاقات کے لئے حاضر نہیں ہوا بلکہ اس لئے آیا ہوں کہ آپ نے اور میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی تھی مجھے اس میں کچھ شک واقع ہوا ہے اس لئے آیا ہوں چنانچہ وہ حدیث انہوں نے بیان کی لیکن حضرت فضالہؓ کو پراگندہ مُو دیکھ کر سوال کیا کہ آپ حاکم ہو کر اس طرح کیوں نظر آرہے ہیں؟ وہ بولے کہ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ ترفہ اور عیش کی زندگی سے منع کیا ہے انہوں نے سوال کیا کہ آپ برہنہ پا کیوں ہیں؟ حضرت فضالہؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ کبھی کبھی ننگے پاؤں چلا کریں تاکہ غریبوں کی غربت کا احساس ہو (ابو داؤد ج ۲ ص۲۱۷ ودارمی ص۵۶ بعضہ) حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ میرا ایک انصاری دوست تھا میں اسے کہتا کہ چلو حضرات صحابہ کرامؓ سے حدیثیں حاصل کریں وہ کہتا اے ابن عباسؓ تمہارا کیا خیال ہے کہ تم سے بھی حدیثیں پوچھنے کی نوبت آئے گی؟ الغرض میں تنہا ہی حدیثیں حاصل کرتا رہا اور مجھے جب یہ معلوم ہوتا کہ فلاں صحابی کو کچھ حدیثیں معلوم ہیں تو ان کے دروازہ پر جا کر چادر بچھا کر اس پر بیٹھ جاتا اور اس اثناء میں گلی کوچہ کا سب گرد وغبار مجھ پر پڑتا رہتا جب وہ صحابی باہر تشریف لاتے اور مجھے دیکھتے تو فرماتے کہ آپ نے ہمیں اپنے دولت کدہ پر کیوں نہیں بلا لیا؟ میں جواب دیتا کہ یہ میرا فرض تھا کہ میں اپنے استاد کی خدمت میں حاضر ہوتا جب لوگوں نے مجھ سے حدیثیں حاصل کرنا چاہیں تو میرا وہ انصاری دوست بڑا ہی پشیمان ہوا اور کہنے لگا کہ واقعی آپ صاحب بصیرت

ثابت ہوئے ہیں (مستدرک ج۱ ص۱۰۶ قال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح، دارمی ص۵۰ والبدایۃ والنہایۃ ج۸ ص۲۹۸) حضرت عبداللہ بن فیروز دیلمیؒ (جو ثقہ اور تابعی تھے (تہذیب ج۵ ص۳۵۸ المتوفی سـ ھ) یہ بزرگ بیت المقدس سے مدینہ طیبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس دین کی کوئی بات پوچھنے کے لئے روانہ ہوئے جب مدینہ طیبہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے ہیں یہ مدینہ منورہ سے ان کے پیچھے مکہ مکرمہ روانہ ہوگئے جب وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ تو طائف چلے گئے ہیں چنانچہ یہ طائف پہنچے اور ان سے حدیث حاصل کی پھر واپس ہوگئے (مستدرک ج۱ ص۲۵ وقال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح والدارمی ص۶۷) اس حدیث کا مضمون یہ ہے کہ جو شخص ایک دفعہ بھی شراب پیئے گا اس کی چالیس دنوں کی نماز قبول نہیں ہوگی (ایضاً) حضرت سعیدؒ بن المسیبؒ (المتوفی سنہ ۹۴ھ) کا بیان ہے کہ میں صرف ایک حدیث کے لئے کئی کئی دنوں اور راتوں کا سفر کیا کرتا تھا (معرفت علوم الحدیث ص۸ وتذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۵۲ وجامع بیان العلم ج۱ ص۹۴) حضرت بسر بن عبید اللہ الحضرمیؒ (جو ثقہ اور تابعی تھے تہذیب ج۱ ص۴۳۸) فرماتے ہیں کہ میں صرف ایک حدیث کے سماعت کے لئے اہم شہروں میں سے کسی شہر کی طرف سوار ہو کر جایا کرتا تھا (دارمی ص۶۷ جامع بیان العلم ج۱ ص۹۵ ومفتاح الجنۃ ص۴۴) حضرت رفیع بن مہران ابوالعالیۃ الریاحیؒ (المتوفی سنہ ۹۰ھ جو مشہور ثقہ تابعی ہیں) کا بیان ہے کہ میرا حال یہ تھا کہ میں بصرہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں سنتا اور مجھے یہ معلوم ہوتا کہ فلاں صحابی جو مدینہ طیبہ میں بقید حیات ہیں وہ اس حدیث کے راوی ہیں تو اس وقت تک میں چین نہ لیتا جب تک مدینہ طیبہ پہنچ کر اس صحابی سے براہ راست وہ روایت نہ سن لیتا (دارمی ص۶۷ وطبقات ابن سعدؒ ج۷ ص۸۲ قسم اول) حضرت عمروؒ بن میمون الجزریؒ (المتوفی سنہ ۱۴۵ھ) فرماتے تھے کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوجائے کہ حدیث کا صرف ایک (جملہ اور) حرف بھی مجھ سے رہ گیا ہے اور اس کا بیان کرنے والا یمن میں ہے تو میں اس کے پاس جا کر ضرور اس کو حاصل کروں (تہذیب

ج۸ ص۱۱۰) امام ابوحاتم محمدؒ بن ادریسؒ (المتوفی سنہ ۲۷۷ھ) فرماتے تھے کہ میں علم حدیث حاصل کرنے کے لئے ایک ہزار فرسخ سے زیادہ پیدل سفر طے کرچکا ہوں (بغدادی ج۲ ص۷۴ تہذیب ج۹ ص۳۲) ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے (بغیۃ الاریب ص۲۸ فی مسائل القبلۃ والمحاریب للشیخ البنوریؒ) حضرت عکرمہؒ (المتوفی سنہ ۱۰۵ھ) جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے خصوصی شاگرد اور جلیل القدر محدث مفسر اور فقیہ تھے ان کا بیان ہے کہ میں قرآن کریم کی ایک آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں چودہ سال سرگردان رہا آخر اس کا علم ہوا تو اطمینان نصیب ہوا (تفسیر فتح القدیر ج۱ ص۴۷ للشوکانیؒ) حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت مسورؓ بن مخرمہؓ مدینہ طیبہ میں رہتے تھے دونوں کا اس مسئلہ میں اختلاف ہوا کہ کیا محرم جنابت کی حالت کے بغیر سر دھو سکتا ہے یا نہیں؟ دونوں کسی نتیجہ تک نہ پہنچ سکے انہوں نے حضرت ابراہیمؒ بن عبداللہ بن حنینؒ کو حضرت ابوایوب انصاریؓ کے پاس بھیجا وہ ان دنوں مکہ مکرمہ کے قریب پانی کے کسی چشمہ پر مقیم تھے چنانچہ یہ وہاں پہنچے پھر آگے طویل حدیث کا ذکر کیا (مستدرک ج۴ ص۴۶۲ وسکت عنہ الحاکمؒ والذہبیؒ) حضرت عمرانؓ بن الحصینؓ (المتوفی سنہ ۵۳ھ) فرماتے ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں تھے اور آپ ابتداء آفرینش کا ذکر فرما رہے تھے اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا اے عمرانؓ تیری اونٹنی بھاگ گئی ہے چنانچہ میں اس کی تلاش میں چل پڑا آخر میں فرماتے ہیں کہ کاش اونٹنی ضائع ہوجاتی لیکن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان سننے سے محروم نہ رہتا (بخاری ج۱ ص۴۵۳ والبدایۃ والنہایۃ ج۱ ص۱۶) حضرت ابوقلابہؒ عبداللہ بن زید الجرمیؒ (المتوفی سنہ ۱۰۴ھ) کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں تین دن ٹھہرا رہا اور مجھے اس کے بغیر اور کوئی کام نہ تھا کہ ایک محدث کے آنے کی لوگوں کو توقع تھی وہ ایک حدیث بیان کیا کرتے تھے چنانچہ میں تین دن ان کی انتظار میں وہیں پڑا رہا جب وہ تشریف لائے تو میں نے ان سے حدیث سنی (دارمی ص۶۷) حضرت محمدؒ بن فضیلؒ (المتوفی سنہ ۱۹۵ھ) اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ حارثؒ بن یزید عکلیؒ ابن شبرمہؒ قعقاعؒ بن یزیدؒ اور مغیرہؒ کا اکثر یہی معمول تھا کہ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر دین کی باتوں میں

مشغول ہو جاتے تھے فلم یفرق بینھم الّا اذان الصبح (دارمی ص۴۷ وتہذیب التہذیب ج۱۰ ص۴۲۶) پھر صبح کی اذان ہی ان میں تفریق کرتی تھی۔ امام ابن شہاب زہریؒ (محمدؒ بن مسلمؒ عبید اللہؒ جو الحافظ اور رأس الاعلام تھے المتوفی ۱۲۴ھ) نے ایک مرتبہ عشاء کی نماز پڑھی اور اس سے فارغ ہو کر باوضو ہی بیٹھے تھے کہ ایک حدیث کی تحقیق میں بحث چھڑ گئی فمازال حتیٰ اصبح (دارمی ص۴۹) تو یہ مجلس صبح تک بدستور جاری رہی اور امام زہریؒ ہی کا بیان ہے کہ میں ایک حدیث کے لئے تین دن حضرت سعیدؒ بن المسیبؒ کے پیچھے پڑا رہا (البدایۃ والنہایۃ ج۹ ص۳۴۵) امام لیثؒ بن سعدؒ فرماتے ہیں کہ امام زہریؒ کے سامنے (کھانے کی) رکابی رکھی گئی ان کو ایک حدیث یاد آگئی اور طلوع فجر تک وہ اس حدیث کی تحقیق اور تصحیح میں مصروف رہے اور رکابی سامنے ہی پڑی رہی (البدایۃ والنہایۃ ج۹ ص۳۴۴) حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ امام ابن شہاب زہریؒ ہی وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے علم کی تدوین کی (البدایۃ والنہایۃ ج۹ ص۳۴۵ وجامع بیان العلم ج۱ ص۷۶) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (المتوفی ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں کہ علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کی ایک جماعت اس کو پسند نہیں کرتی تھی کہ حدیث کی کتابت کی جائے وہ اس کو پسند کرتی تھی کہ حدیثیں زبانی یاد کی جائیں جیسے کہ خود انہوں نے زبانی یاد کی ہیں لیکن جب لوگوں کی ہمتیں کم ہو گئیں اور حضرات ائمہ دین کو یہ خوف محسوس ہوا کہ کہیں یہ علم ضائع ہی نہ ہو جائے تو انہوں نے اس کو مدون کر دیا اور سب سے پہلے سنہ ۱۰۰ھ میں خلیفہ راشد حضرت عمرؓ بن عبد العزیزؒ (المتوفی سنہ ۱۰۱ھ) کے حکم سے محمدؒ بن مسلمؒ بن شہاب الزہریؒ نے تدوین کی پھر تدوین و تصنیف عام ہو گئی اور بحمد اللہ تعالیٰ اس سے بہت ہی فائدہ حاصل ہوا (فتح الباری ج۱ ص۱۶۹ طبع مصر) حضرت عمرؒ بن عبد العزیزؒ کا سب سے بڑا علمی اور مذہبی کارنامہ یہ ہے کہ حدیث نبوی (علیٰ صاحبہ الف الف تحیۃ و سلام) کے جو ذخیرے متفرق طور پر محدثین کرامؒ کے پاس موجود تھے بڑی احتیاط سے ان کا ایک مجموعہ تیار کرایا اور اس کی بہت سی نقلیں ملک کے تمام گوشوں میں بھیجیں (جامع بیان العلم ج۱ ص۷۶)۔

غالب قطانؒ (المتوفی سنہ ھ) جو بصرہ سے کوفہ تجارت کی غرض سے حاضر ہوئے تھے اور ساتھ ہی مشہور محدث امام اعمشؒ سے احادیث بھی حاصل کرتے رہے واپس جاتے وقت ایک حدیث کے متعلق انہوں نے امام اعمشؒ سے سوال کیا خدا جانے کہ اس بندۂ خدا کو کیا سوجھی کہ انہوں نے قسم اٹھالی کہ میں ایک سال تک وہ حدیث تمہیں نہیں سناؤں گا (ممکن ہے وہ سبق پڑھا رہے ہوں اور سائل نے بے موقع سوال کیا ہو یا کھڑے کھڑے سوال کیا ہو یا گلی اور گندی جگہ سوال کیا ہو اور حدیث رسول کی تعظیم اس وقت اور وہاں جواب دینے سے مانع رہی ہو کوئی بھی وجہ ہو بہر حال حلف انہوں نے اٹھایا) چنانچہ وہ تاجر بیچارہ واپسی کا ارادہ ملتوی کر کے ایک سال وہاں پڑا رہا اور تاریخ ان کے دروازہ پر نوٹ کر لی جب سال پورا ہو گیا تو ان کی خدمت میں حاضر ہوا کہ سال پورا ہو گیا ہے (جامع بیان العلم ج۱ ص۹۹) اندازہ لگائیں کہ جب اس زمانہ میں بعض تاجروں کا حدیث حاصل کرنے کے سلسلہ میں یہ جذبہ اور ذوق و شوق تھا تو مستقل طور پر علم حدیث حاصل کرنے والوں کا ولولہ کیا ہو گا؟۔ امام ربیعۃ الرائیؒ (المتوفی ۱۳۶ھ) جو حضرت امام مالکؒ کے استاد تھے حضرت امام مالکؒ ہی ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں (تحصیل حدیث کے زمانہ میں میرے استاد محترم کو چھت کی کڑیاں اور شہتیر تک بیچنے پڑے اور اس حال سے بھی گزرنا پڑا کہ مزبلہ (جہاں آبادی کی خس و خاشاک ڈالی جاتی ہیں) سے منقّی اور کھجور کے ٹکڑے چن چن کر کھاتے (جامع بیان العلم ج۱ ص۹۶) سچ ہے ع

ذوق ایں بادہ ندانی بخدا تا نہ چشی

حضرت امام شافعیؒ (محمدؒ بن ادریسؒ المتوفی ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ میرے پاس مال نہ تھا اور میں نو عمری میں علم حاصل کرتا تھا حتیٰ کہ میں دفتروں میں جاتا اور ردی کاغذ مانگتا تاکہ ان میں لکھوں (بغدادی ج۲ ص۵۹) امام یحییٰؒ بن معینؒ (المتوفی ۲۳۳ھ) کے والد محترم دس لاکھ اور پچاس ہزار درہم چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے تھے یہ ساری رقم امام ابن معینؒ نے تحصیل حدیث پر صرف کر دی اور ایسا وقت بھی ان پر آیا کہ جوتی تک پہننے کو میسر نہ تھی اور ننگے پاؤں چلتے پھرتے تھے (بغدادی ج۱۴ ص۱۸۲)

اور اللہ تعالیٰ نے ان کو علم حدیث میں ایسا کمال عطا فرمایا تھا کہ حضرت امام احمدؒ بن حنبلؒ نے فرمایا کہ جس حدیث کو امام ابن معینؒ نہیں جانتے وہ حدیث ہی نہیں ہے (بغدادی ج ۱۴ ص ۱۸۱ وتہذیب ج ۱۱ ص ۲۸۶) محدث نیشاپور ابوبکر محمدؒ بن عبدالواحد الجوزقیؒ (المتوفی ۳۸۸ھ جو الحافظ الامام الاوحد اور العدل تھے) فرماتے تھے ہیں کہ میں نے علم حدیث کی طلب میں ایک لاکھ درہم خرچ کیا ہے اور اس سے ایک درہم بھی نہیں کمایا (تذکرہ ج ۳ ص ۲۰۵)

امام بخاریؒ مشہور محدث عمرؒ بن حفص الاشقرؒ جو امام بخاریؒ کے رفیق درس تھے فرماتے ہیں کہ ہم بصرہ میں حدیثیں لکھا کرتے تھے چند دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ شریکِ درس نہیں ہوتے چنانچہ ہم چند ساتھی ان کی جگہ تلاش کرتے کرتے جہاں وہ مقیم تھے وہاں پہنچے معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ ایک اندھیری کوٹھری میں پڑے ہوئے ہیں دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ان کے پاس لباس نہیں رہا ہے وہ اس قدر پھٹا ہوا ہے کہ اس میں تستر نہیں ہوتا ہم سب نے مل کر چندہ کیا اور ان کو کپڑے خرید کر دیئے تب وہ پہن کر حلقہ درس میں آنے جانے لگے (بغدادی ج ۲ ص ۱۳) امام محمدؒ بن حاتم الوراقؒ کا بیان ہے کہ بسا اوقات امام بخاریؒ پندرہ ۱۵ بیس ۲۰ مرتبہ تک رات کو اٹھ اٹھ کر چقماق (اس دور کی ماچس) سے آگ نکال کر چراغ روشن کرتے اور حدیثوں کے مسودات پر کچھ علامات لگاتے پھر سو جاتے (بغدادی ج ۲ ص ۱۳) امام محمدؒ بن یوسف فربریؒ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ امام بخاریؒ نے رات کو اٹھارہ مرتبہ بیدار ہو کر چراغ جلا کر حدیثوں پر کچھ نوٹ کیا پھر سو گئے (بغدادی ج ۲ ص ۱۴ وطبقات سبکیؒ ج ۲ ص ۸) حضرت امام بخاریؒ ایک دن نماز میں مصروف تھے کہ سترہ ۱۷ مرتبہ انہیں بھڑ نے ڈھنسا مگر انہوں نے نماز نہ توڑی (طبقات ج ۲ ص ۹) امام احمدؒ بن محمدؒ بن حنبلؒ بن ہلالؒ (المتوفی ۲۴۱ھ جو حضرات ائمہ اربعہؒ میں سے ایک امام اور جلیل القدر محدث اور امام اہل السنت والجماعت تھے صحیح بخاری میں سند کے ساتھ ان کی صرف ایک ہی روایت ہے ج ۲ ص ۶۴۲) محدث علیؒ بن جہمؒ فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں ہم مکہ مکرمہ میں حضرت امام سفیانؒ بن عیینہؒ سے پڑھتے تھے دیکھا

کہ ایک دن خلاف معمول امام احمدؒ درس سے غائب ہیں دریافت کرتے کرتے ہم ان کی رہائش گاہ پر پہنچے اندر چھپے بیٹھے تھے معلوم ہوا کہ ان کے سب کپڑے چوری ہو گئے ہیں اور پاس دام بھی نہیں جس سے وہ کپڑے خرید کر پہنیں اور باہر نکل سکیں (تاریخ ابن عساکرؒ ج ۲ ص ۳۳) حضرت امام مالکؒ (المتوفی ۱۷۸ھ جو حضرات ائمہ اربعہؒ میں سے ایک جلیل القدر امام اور بلند پایہ محدث تھے) کے متعلق حضرت امام عبداللہؒ بن المبارکؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک بچھو امام مالکؒ کے کپڑوں میں گھس گیا اور اس نے سولہ ۱۶ ڈنگ مارے امام مالکؒ کا چہرہ ہر ڈنگ پر متغیر ہو کر زرد ہو جاتا تھا لیکن حسبِ معمول وہ حدیثیں بیان کرتے رہے جب درس ختم ہوا اور لوگ چلے گئے تو امام ابن المبارکؒ کہتے ہیں کہ میں نے وجہ دریافت کی کہ آپ کا چہرہ کیوں متغیر ہوتا رہا؟ امام مالکؒ نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ بچھو ڈنگ مارتا رہا لیکن میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث کے احترام اور تعظیم کے لئے صبر کئے بیٹھا رہا (الدیباج المذہب ص ۲۳ لابن فرحونؒ ومفتاح الجنت ص ۳۶) حضرت امام مالکؒ بن انسؒ مشہور محدث حضرت ابوحازمؒ (المتوفی ۱۴۷ھ سلمہؒ بن دینارؒ جو ثقہ تابعی تھے) کی مجلس کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ بیٹھ کر حدیثیں بیان کر رہے ہیں حضرت امام مالکؒ وہاں نہ بیٹھے اور گزر گئے حضرت امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کیوں نہ بیٹھے؟ فرمایا کہ مجلس میں بیٹھنے کی کوئی جگہ نہ تھی اور میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث کو کھڑے کھڑے سنوں (کتاب العلل ترمذی ص ۲۳۸) امام عبداللہؒ بن المبارکؒ (المتوفی ۱۸۱ھ) محدث علیؒ بن الحسن بن شقیقؒ کا بیان ہے کہ سخت کڑاکے کی سردی میں ایک مرتبہ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر میں مسجد کے دروازہ پر کھڑا ہو گیا کہ جب امام ابن المبارکؒ باہر تشریف لائیں گے تو میں ان سے حدیث دریافت کروں گا جب امام صاحب موصوف باہر نکلے اور میں نے ان سے حدیث پوچھی تو اس پر بحث ومباحثہ چھڑتے چھڑتے یہاں تک نوبت پہنچی کہ مؤذن نے صبح کی اذان کہہ دی (تذکرہ ج ۱ ص ۲۵۵) امام عبدالرحمنؒ بن ابی حاتم رحؒ

(المتوفی ۳۲۷ھ) کا بیان ہے کہ ہم پر سات مہینے ایسے گذرے کہ ہم نے سالن اور ترکاری کے بغیر خشک روٹی کھائی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمارا ایک معمر رفیق بیمار ہوگیا ہم اس کی بیمار پرسی کے لئے جا رہے تھے کہ راستہ میں سستی مچھلیاں فروخت ہو رہی تھیں ہم نے ایک مچھلی خریدی ہم اس کو لے کر مقام رہائش پر پہنچے لیکن اس کو پکانے سے قبل ہی درس حدیث میں حاضر ہونے کا وقت ہوگیا ہم مچھلی وہیں چھوڑ کر سبق پڑھنے چلے گئے اور تین دن تک واپس آنے کی فرصت نہ مل سکی جب تیسرے دن واپس آئے تو

کاد یتغیر فاکلناہ نیّاً ولم یکن	قریب تھا کہ وہ مچھلی گل سڑ جاتی ہم نے وہ مچھلی
لنا فراغ ان نعطیہ من یشویہ	کچی ہی کھالی ہمارے پاس اتنی فرصت ہی نہ تھی کہ کسی سے پکوا لیتے۔

(تذکرہ ج ۳ ص ۴۷ والجنۃ فی الاسوۃ الحسنۃ بالسنۃ ص ۲۶) اندازہ کریں کہ ان اکابر نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث حاصل کرنے میں کیسی محنت و مشقت اٹھائی مگر افسوس ہے کہ ان ہی حضرات پر آج منکرین حدیث ساون کے بادل کی طرح برستے ہیں اور ان کی مخلصانہ خدمات کو خاک میں ملانے کے درپے ہیں اور ان پر سے عوام الناس کا اعتماد اٹھانے کے لئے نت نئے حربے اور حیلے اختیار کرتے ہیں اور احادیث کے مجموعی ذخیرہ کو مشکوک ٹھہرانے کا ادھار کھائے بیٹھے ہیں کہ نہ تو حضرات محدثین کرام قابل اعتماد ہیں اور نہ ان کی جمع کی ہوئی احادیث کا کوئی اعتبار رہے نہ رہے بانس نہ بجے بانسری افسوس ؎

وہ لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیئے ظاہر کئے فلک نے تھے جو خاک چھان کے

بلاشک وہ انسان تھے اور معصوم نہ تھے ان میں بعض سے علم و عمل کے سلسلہ میں کچھ لغزشیں بھی ہوئی ہوں گی لیکن ہمیں یقین ہے کہ ان کی خدمات کثیرہ و عظیمہ علم و عمل کے مقابلے میں یہ لغزشیں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں اور امید واثق ہے کہ وہ ضرور بخش دی جائیں گی ہم بے مائگان علم اور تہی دستان عمل کو کسی طرح بھی زیب نہیں دیتا کہ ان حضرات میں سے کسی کی نسبت بھی کوئی حرف سوء نکالیں یا ان کے ادب و تعظیم میں کمی کریں جنہوں نے بے شمار اشرفیاں کمائیں انہوں نے اگر تا دانستہ مٹھی مٹی کی بھی بھر لی

تو حیرت کی بات نہیں ہے لیکن ہمارے دامن میں بجز گرد خاک اور کیا ہے؟ منکرین حدیث کتنا ہی زور صرف کر دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کسی مسلمان کے ذہن میں حدیث کے بارے کوئی شک اور شبہ پیدا نہیں ہو سکتا اور وہ بفضلہ تعالیٰ فطرت اللہ پر قائم و دائم رہیں گے ؎

بدلی ہے نہ بدلے گی مسلمان کی فطرت اللہ کے قانون میں ہوتی نہیں ترمیم

امام محمد بن ادریس بن المنذر ابو حاتم (المتوفی ۲۷۷ھ) جنہیں علامہ خطیب احد الائمۃ الحفاظ الاثبات اور مشہور بالعلم لکھتے ہیں بغدادی ج ۲ ص ۷۳) کا اپنا بیان ہے کہ مجھ پر طلب حدیث کے زمانہ میں مسلسل دو دن ایسے گزرے کہ مجھے کھانے کو کچھ نصیب نہیں ہوا لیکن طلب حدیث میں میں نے کوئی کوتاہی نہیں کی آخر ایک رفیق نے نصف دینار سے میری امداد کی تو بھوک کا مسئلہ حل ہوا (بغدادی ج ۲ ص ۷۵) امام یحییٰ بن سعید القطان (المتوفی ۱۹۸ھ جو ائمہ جرح و تعدیل میں سر فہرست ہیں) کا بیان ہے کہ بیس سال تک میں امام شعبہؒ کی خدمت میں رہا ہوں عموماً تین حدیثیں روزانہ میں ان سے پڑھتا تھا اور روزانہ دس حدیثیں پڑھنے کی نوبت تو کبھی کبھی آتی تھی (بغدادی ج ۱۴ ص ۱۳۶) ابراہیم موصلیؒ (المتوفی ۱۸۸ھ) کے صاحبزادے اسحاقؒ کو جب حدیث حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا تو انہوں نے عباسی دربار کے مشہور وزیر یحییٰ بن خالد برمکی سے سفارش کرائی کہ آپ امام سفیان بن عیینہؒ سے درخواست کریں کہ وہ مجھے روزانہ پانچ سے زیادہ حدیثیں پڑھانے پر راضی ہو جائیں چنانچہ ان کے کافی اصرار پر امام موصوف نے فرمایا کہ اگر اسحاقؒ صبح سویرے میرے پاس آتا رہے تو میں دس حدیثیں پڑھا دیا کروں گا (تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۴۱۵) تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ کریں کہ حدیث کی بڑی بڑی مرکزی کتابیں بھی پانچ دنوں میں بلکہ تین نشستوں میں بھی پڑھا دی جاتی تھیں مرد تو الگ رہے بعض عورتیں بھی اس فخر اور کمال میں برابر شامل تھیں چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ (المتوفی ۴۶۳ھ) نے مشہور محدثہ حضرت کریمہ بنت احمدؒ سے صرف پانچ دن میں مکہ مکرمہ میں صحیح بخاری شریف مکمل پڑھی تھی (تذکرہ ج ۳ ص ۳۱۴) اور علامہ خطیبؒ ہی

نے مشہور محدث ابو عبد الرحمٰن اسمٰعیلؒ بن محمدؒ کو تین مجلسوں میں صحیح بخاری سنائی تھی (تذکرہ ج ۳ ص۲۷۹) اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ بخاری شریف میں بعض ابواب اور بعض ابحاث و مسائل کتنے دقیق اور غور طلب ہیں مگر جس پر اللہ تعالیٰ سہل کر دے۔

مختصر سند کا شوق قارئین کرام نے اس سے قبل جو کچھ پڑھا ہے اس میں تین حدیث کا ذوق و شوق کارفرما تھا اب چند حوالے مختصر سند حاصل کرنے کے سلسلہ کے بھی ملاحظہ کر لیں کہ اس میں بھی حضرات محدثین کرامؒ نے کیسے بہترین جذبہ کا اظہار کیا ہے حافظ سخاویؒ (المتوفی ۹۰۲ھ) نے مسند امام احمدؒ کی ایک ایسی سند کے لئے جس میں ان کی حاصل کردہ سند سے ایک واسطہ کم تھا مصر سے عراق کا سفر کیا تھا (تذکرۂ مولانا ابو الکلام آزادؒ ص۱۶۹) اور علامہ فلانیؒ (المتوفی ۱۲۱۸ھ) لکھتے ہیں کہ انہوں نے صحاح کی اقرب ترین اسناد کی جستجو میں تمام دیار مصر و شام و جزیرہ اور نجد و حساء کی خاک چھانی (تذکرۂ مولانا ابو الکلام آزادؒ ص۱۶۹) امام علی رضاؒ (علیؒ بن موسیٰؒ بن جعفرؒ المتوفی ۲۰۳ھ) جس دن نیشاپور میں داخل ہوئے بیس ہزار آدمی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ صرف ایک حدیث ان کے آبائی سلسلہ سے سُن لیں اور اہل بیت کرام کے سلسلۂ علیۂ اسناد سے مشرف و مفتخر ہوں ان بیس ہزار آدمیوں میں امام ابو زرعہؒ اور امام ابو مسلمؒ بھی تھے امام حاکمؒ نے تاریخ میں لکھا ہے کہ اس دن نیشاپور کا عجیب حال تھا بیک وقت ہزاروں آدمیوں کے ہجوم و مرور سے تمام شہر گرد و غبار میں چھپ گیا راستوں میں راہ گیر ایک دوسرے کو سوجھائی نہیں دیتے تھے (تذکرۂ مولانا آزادؒ ص۱۶۹ و ص۱۷۰) نیز ان کے بارے یہ لکھا ہے کہ امام علی رضاؒ جب نیشاپور تشریف لے گئے تو حافظ حدیث امام ابو زرعہؒ اور امام مسلم طوسیؒ نے خدمت میں حاضر ہو کر امام ممدوح کے آباء و اجداد کرامؒ کے سلسلہ سے روایتِ حدیث کی درخواست کی حضرت ممدوح نے اپنے والد ماجد سے لے کر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک مرفوعاً روایت بیان کی جب اہل محابر (دواتوں والوں) اور دوادین (دفتروں اور کاپیوں والوں) کا اندازہ کیا گیا تو بیس ہزار اشخاص وہاں حاضر پائے گئے چنانچہ اسی سند کے متعلق امام الجرح

والتعدیل حضرت امام احمدؒ بن حنبلؒ فرماتے تھے "لو قرئ ھذا الاسناد علیٰ مجنون لافاق من جنونہ" اوردہ المناویؒ فی شرحہ الکبیر علی الجامع الصغیر (یعنی اگر یہ سند کسی مجنون پر پڑھی جائے تو اس کو (بفضلہ تعالیٰ) اپنے جنون سے آرام آجائے گا (حاشیۂ مکتوبات شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحبؒ ص۸۳ و ۸۴)

تقلیل غذا اور کھانے میں سادگی ان اکابر کی اصلی اور حقیقی خوراک اور غذاء تو علوم دین ہی تھی یہی وجہ ہے کہ وہ جسمانی غذا بہت ہی معمولی طور پر کھاتے اور روحانی خوراک کو کثیف غذا پر فوقیت دیتے تھے چنانچہ۔

حضرت امام بخاریؒ کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ روزانہ کبھی ایک دانہ کھجور پر اور کبھی صرف ایک ہی دانہ بادام پر اکتفا کر لیتے (طبقات الکبریٰ للشعرانیؒ ج ۱ ص۵) حضرت امام بغویؒ محی السنۃ ابو محمد الحسینؒ بن مسعودؒ المتوفی ۵۱۶ھ) تفسیر معالم التنزیل۔ مصابیح اور شرح السنۃ وغیرہ کتابوں کے مصنف کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ بغیر سالن اور ترکاری کے صرف ایک خشک ٹکڑا روٹی کا کھاتے تھے جب دوستوں نے اس سادگی پر انہیں ملامت کیا تو وہی ٹکڑا زیتون کے تیل سے کھانا شروع کر دیا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص۵۲)

حضرت امام نوویؒ (الامام الحافظ الاوحد القدوۃ شیخ الاسلام محی الدین ابو زکریا یحییٰؒ بن شرفؒ المتوفی ۶۷۶ھ) شارح صحیح مسلم وغیرہ ان کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ پھلوں اور تر قسم کی غذاؤں سے اجتناب کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے تھے کہ اس قسم کی عمدہ غذاؤں کے کھانے سے بدن میں رطوبت پیدا ہوتی ہے اور نیند آجاتی ہے جس سے عبادت مطالعۂ کتب اور کتابت علوم میں خلل واقع ہوتا ہے اور یہ بزرگ چوبیس گھنٹوں میں صرف ایک ہی بار کھانا کھاتے تھے اور سحری کے وقت صرف ایک بار پانی نوش فرماتے تھے اور پھل فروٹ ترک کرنے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ جہاں وہ قیام پذیر تھے وہاں باغوں میں آبپاشی کی بعض صورتیں ایسی بھی تھیں جنکے جائز اور ناجائز ہونے میں حضرات فقہاء کرامؒ کا اختلاف تھا اس لئے تقویٰ اور

د ع کے پیش نظر انہوں نے میوے کھانے ترک کر دیئے تھے (تذکرہ ج ۴ ص ۲۵۳)
امام محمد بن داؤدؒ (المتوفی ۳۴۲ھ جو الحافظ تھے اور امام دارقطنیؒ انہیں ثقہ اور فاضل کہتے ہیں) کا بیان ہے کہ میں نے زمانۂ قحط میں چالیسؔ دنوں میں صرف ایک ہی روٹی کھائی تھی فرماتے ہیں کہ جب میں بھوکا ہوتا تو اس نیت سے سورۂ یٰسین پڑھا کرتا تھا کہ مجھے سیرابی حاصل ہو جائے اور بھوک سے نجات مل جائے (تذکرہ ج ۳ ص ۱۱۱) اور اللہ تعالیٰ ان کی حسن نیت کو پورا کر دیتا تھا اللہ اکبر! گردش دوران اور انقلاب زمانہ کے حالات دیکھئے کہ ایک وقت وہ تھا جب سورۂ یٰسین ظاہری اور باطنی حیات اور زندگی کا ذریعہ سمجھی جاتی تھی مگر اس زمانہ میں یہ متبرک سورت صرف مُردوں پر پڑھنے کے لئے وقف ہے اور یہ بھی کسی بڑے خوش نصیب کو حاصل ہوتی ہے ورنہ اکثر لوگ اچانک حادثوں میں، اور یُوہی دیکھتے دیکھتے دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں ع ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا۔

قارئین کرام! علم حدیث محدثین کرامؒ کی ایسی لذیذ غذا بن چکی تھی کہ بعض اوقات وہ دنیا و مافیہا سے بلکہ اپنی عزیز جان اور صحت سے بھی بے خبر ہو کر طلب حدیث میں محو رہتے اور جان تک چلی جاتی تھی چنانچہ حضرت امام مسلمؒ (المتوفی ۲۶۱ھ) صاحب صحیح کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ مجلس مذاکرہ منعقد ہوئی امام مسلم سے ایک حدیث پوچھی گئی جو اس وقت ان کو مستحضر نہ تھی وہ اپنے گھر تشریف لے گئے کسی نے ایک ٹوکرا کھجوروں کا انہیں تحفہ کے طور پر بھیج دیا حضرت امام مسلمؒ بیاض سے حدیث بھی تلاش کرتے رہے اور کھجور کا ایک ایک دانہ بھی منہ میں ڈالتے اور کھاتے رہے ساری رات یوں ہی گذر گئی صبح ہوتے ہی حدیث بھی مل گئی اور کھجوروں کا بھرا ہوا ٹوکرا بھی خالی ہو گیا بعض نے لکھا ہے کہ بے خبری میں یہی بے اعتدالی حضرت امام مسلمؒ کی وفات کا سبب بنی (تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۱۲۷)

بسیار خور پہلے تو آپ حضرات نے کم خوروں کا تذکرہ پڑھا اب بعض بسیار خوروں کا حال بھی سن لیجئے کیونکہ بضدہا تتبین الاشیاء اور نیز تاکہ تن سازوں کو ندامت

اور شرمندگی بھی نہ ہو۔

خلیفہ سلیمان بن عبد الملک (المتوفی ۹۹ھ ۷۱۹ء) ایک مرتبہ ستر انار اور کافی مقدار میں کشمش اور چھ مہینے کا بکرا اور چھ مرغ بیک وقت کھا کر سب ہضم کر گیا۔ (تاریخ اسلام ج ۲ ص ۱۱۸ از مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادیؒ)

میسرہ بن عبد ربہ (المتوفی ھ) کے متعلق امام مسلمہؒ بن ابراہیمؒ کا بیان ہے کہ اس نے ایک مرتبہ چار ہزار دانے انجیر، سو روٹی، دو ٹوکرے پیاز، ایک بھونی تلی ہوئی بکری اور آدھا مٹکا گھی ایک ہی مجلس میں کھا لیا تھا اور ایک مرتبہ اس نے سو روٹی اور ڈیڑھ کلو نمک کھا لیا تھا الفاظ نصف مکوک ہیں اور ایک مکوک تین کلو کا ہوتا ہے (صراح ص ۳۹۹) ہارون الرشید نے ہاتھی طلب کر کے اس کے آگے سو روٹیاں ڈالیں مگر ہاتھی بھی نہ کھا سکا حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ چند مسخرہ مزاج لوگوں نے اسی کا گدھا ذبح کر کے بھون تل کر اس کے سامنے پیش کیا اور کہنے لگے کہ یہ دنبے کا گوشت ہے میسرہ پورا گدھا کھا گیا پھر ان لوگوں نے چندہ کر کے اس کو گدھے کی قیمت ادا کر دی امام اصمعی کا بیان ہے کہ ایک عورت نے نذر مانی کہ اگر میرا کام ہو گیا تو میں میسرہ کو کھانا کھلاؤں گی اللہ تعالے نے اس کا کام کر دیا اب وہ عورت بیچاری پریشان ہوئی کہ میسرہ سے کیا کروں؟ چنانچہ اس نے میسرہ کی بڑی منت سماجت کی کہ آپ بہت تھوڑا کھانا تناول فرمائیں اس لجاجت کے باوجود میسرہ ستر آدمیوں کا کھانا ہڑپ کر گیا میسرہ گلکاری کا کام کرتا تھا اور مکانوں میں رنگ و روغن کرنا اس کا پیشہ تھا کسی رئیس نے اس کو اپنی کوٹھی کے رنگ و روغن اور گلکاری پر لگایا اور نئے مکان کی خوشی میں تیس عدد احباب اور اعزہ کی ایک دعوت بھی تیار کی باورچی نے کھانا تیار کیا اور باہر سے دروازہ بند کر کے سیر و تفریح کے لئے نکل گیا میسرہ کی عید ہو گئی وہ موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے سب کھانے کا صفایا کر گیا اور پھر بڑی متانت اور سنجیدگی سے اپنے کام میں مشغول ہو گیا جب میزبان اور مہمان آئے تو دیکھا ہڈیوں کے ڈھیر کے سوا کچھ بھی نہیں ہے وہ سب حیران ہوئے کہ ماجرا کیا ہے؟ کسی نے کہا کہ جن کھا گئے ہوں گے مگر ایک شخص

نے جو میسرہ کی بسیار خوری سے بخوبی واقف تھا اس کو دیکھ کر کہنے لگا کہ یہ ساری کاروائی اس حضرت کی ہے بالآخر میسرہ نے اقرار کیا اور کہا کہ اتنا اور بھی کھا سکتا ہوں تجربہ شرط ہے یہ صاحب اپنے گھر سے تو صرف دو روٹیاں کھایا کرتے تھے لیکن کسی کے گھر سے کھاتے تو اس کا کانٹ نکال دیتے تھے (میزان ج ۳ ص ۲۲۲ ولسان ج ۶ ص ۱۳۹)۔

بابُ یازدہم

اس باب میں ہم قارئین کرام کی خدمت میں حضرات محدثین کرامؒ اور فقہاء ملتؒ کی عبادات تلاوت قرآن کریم رات بھر قیام دن کو روزے صدقات وخیرات اور تبلیغ دین وغیرہ اُمور کا ذکر کریں گے جس سے بخوبی یہ اندازہ ہو جائے گا کہ وہ حضرات صرف احادیث کی رٹ ہی نہیں لگایا کرتے تھے بلکہ کم وبیش ہر حدیث پر ان کا عمل بھی ہوتا تھا اور وہ آج کے دور کی طرح صرف قوال ہی نہ تھے بلکہ ایمان واخلاص کے ساتھ فعال بھی تھے۔

حضرت عثمانؓ بن عفان (المتوفی ۳۵ھ شہیداً) نے مقام ابراہیم کے پاس ایک ہی رکعت میں سارا قرآن کریم پڑھ لیا تھا (کنز العمال ج ۶ ص ۳۷۲ وطبقات ابن سعد ج ۳ ص ۵۲ قسم اول) اور ایک مرتبہ وتر کی ایک ہی رکعت میں انہوں نے پورا قرآن کریم پڑھ لیا تھا (قیام اللیل ص ۶۱ از امام محمدؒ بن نصر المروزیؒ المتوفی ۲۹۴ھ) حضرت تمیم داری رضؓ (المتوفی ۴۰ھ) بھی تقریباً ساری ساری رات نماز میں مشغول رہتے اور پورا قرآن کریم رات کو پڑھ لیتے تھے (طحاوی ج ۱ ص ۲۰۵ وتہذیب ج ۱ ص ۵۱۱) حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ (المتوفی ۷۳ھ) نے بھی صرف ایک ہی رکعت میں مکمل قرآن مجید پڑھ لیا تھا (طحاوی

ج۱ ص۲۰۵ وقیام اللیل ص۶۳) حضرت سعیدؒ بن جبیرؒ (المتوفی ۹۴ھ شہیداً) نے سارا قرآن کریم ایک ہی رکعت میں پڑھ لیا تھا (قیام اللیل ص۶۴ وتذکرہ ج۱ ص۷۲) حضرت مجاہدؒ (المتوفی ۱۰۳ھ) ان کا معمول تھا کہ وہ مغرب اور عشاء کے درمیان قرآن کریم ختم کر لیا کرتے تھے (کتاب الاذکار ص۴۸ امام نوویؒ) حضرت ثابتؒ بن اسلمؒ بنانی (المتوفی بعمر ۸۶ سال ۱۲۳ھ) ان کی یہ عادت اور معمول تھا کہ وہ دن اور رات میں ایک مرتبہ قرآن کریم ختم کر لیتے تھے اور ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے محدث حمید طویلؒ کا بیان ہے کہ مسجد کا کوئی ستون بھی ایسا نہ تھا جس کے پاس ثابتؒ نے ایک ایک نماز میں سارا قرآن کریم ختم نہ کر لیا ہو (قیام اللیل ص۶۴) چونکہ حضرات سلفؒ دینی طور پر بڑی ہی بصیرت رکھتے تھے اسلئے صوم الدھر یا ہمیشہ روزے رکھتے تھے کے مفہوم میں ایام مکروہ (عید الفطر عید الاضحی اور تین دن ایام تشریق کے) کو شامل سمجھنا خود سمجھنے والے کی اپنی کوتاہ فہمی اور غلطی ہوگی اس بات کو بخوبی ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ امام ابوبکرؒ بن عیاشؒ (المتوفی ۱۹۳ھ) کی وفات کا وقت جب قریب ہوا تو ان کی بہن رونے لگی امام موصوفؒ نے فرمایا کہ مکان کے اس گوشہ کو دیکھو یہاں میں نے بفضل اللہ تعالیٰ اٹھارہ ہزار مرتبہ قرآن مجید ختم کیا ہے (تذکرہ ج۱ ص۲۴۵) امام نوویؒ نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیٹی سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا تجھے یہ خوف ہے کہ مجھے مرنے کے بعد عذاب ہوگا؟ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار ہوں کیونکہ میں نے چوبیسؔ ہزار مرتبہ یہاں قرآن کریم ختم کیا ہے (شرح مسلم ج۱ ص۱۰) ان کا تیسؔ سال سے یہ معمول بن چکا تھا کہ وہ روزانہ ایک مرتبہ قرآن مجید ختم کر لیتے تھے (شرح مسلم ج۱ ص۱۰) انہوں نے چالیسؔ سال تک (رات کو) اپنا پہلو زمین پر نہیں لگایا (البدایۃ والنہایۃ ج۱۰ ص۲۲۴ وتذکرہ ج۱ ص۲۴۵) اور حافظ ابن کثیرؒ نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ساٹھ سال یہ معمول بنا رکھا تھا کہ روزانہ ایک قرآن کریم ختم کرتے تھے اور نیز اکثر رمضان کے روزے انہوں نے رکھے تھے (البدایۃ والنہایۃ ج۱۰ ص۲۲۲) امام عبد اللہؒ بن ادریسؒ (المتوفی ۱۹۲ھ) نے چار ہزار مرتبہ قرآن کریم ختم کیا تھا (تذکرہ ج۱ ص۲۶۱ ونووی شرح مسلم ج۱ ص۱۰ والجواہر المضیہ ج۱ ص۲۷۲) محدث ابوحرۃؒ (المتوفی ۱۵۲ھ) بھی دن اور رات میں قرآن مجید ختم

کر لیتے تھے (قیام اللیل ص۶۴) اور حافظ ابن حجرؒ نقل کرتے ہیں کہ وہ دو راتوں میں ایک قرآن کریم ختم کر لیتے تھے (تہذیب التہذیب ج۱۱ ص۱۰۵) ابوحرۃؒ کا نام واصلؒ بن عبد الرحمٰنؒ تھا یہ صحیح مسلم وغیرہ کے راوی ہیں۔ محدث صالحؒ بن کیسانؒ (المتوفی ۱۴۰ھ) بسا اوقات رات میں دو مرتبہ قرآن کریم ختم کر لیتے تھے (قیام اللیل ص۶۳) امام منصورؒ بن زاذانؒ (المتوفی ۱۳۱ھ) رات کو قرآن کریم شروع کرتے اور چاشت کے وقت تک ختم کر لیتے جب وہ تلاوت کے سجدے ادا کرتے تو لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ انہوں نے قرآن کریم ختم کر لیا ہے (طبقات ابن سعدؒ ج۶ ص۳۰ قسم اول) اور پھر دوسرا قرآن کریم عصر تک ختم کر لیتے تھے (تہذیب التہذیب ج۱۰ ص۳۰۶) محدث ہشامؒ بن حسانؒ کا بیان ہے کہ میں نے منصورؒ بن زاذانؒ کے ساتھ مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھی تو وہ دوسری رکعت میں سورۃ النحل تک پہنچ گئے (تذکرہ ج۱ ص۱۳۴) اور کبھی چاشت کی نماز میں سارا قرآن کریم ختم کر لیتے تھے (قیام اللیل ص۶۴) اور رمضان مبارک میں مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان دو مرتبہ قرآن کریم ختم کر لیتے تھے (قیام اللیل ص۶۴) حضرات سلفؒ میں ایسے حضرات بھی تھے جو رمضان مبارک میں عشاء کی نماز کافی دیر سے پڑھا کرتے تھے لہٰذا مغرب اور عشاء کے درمیان دو مرتبہ ختم قرآن کریم کوئی مستبعد امر نہیں ہے۔ اور رمضان مبارک میں تو وہ روزانہ کئی مرتبہ قرآن کریم ختم کر لیتے تھے (حلیۃ الاولیاء ج۳ ص۵۸ لابی نعیمؒ) امام یحییٰؒ بن سعیدؒ القطانؒ (المتوفی ۱۸۹ھ) کا بیسؔ سال تک یہی معمول تھا کہ پوری شب میں ایک مرتبہ قرآن مجید ختم کر لیتے تھے (تہذیب الاسماء واللغات ج۲ ص۱۵۴ وتاریخ بغدادی ج۱۴ ص۱۴۱ وتذکرہ ج۱ ص۲۷۵ والجواہر المضیہ ج۲ ص۲۱۲) اور وہ بسا اوقات ظہر اور عصر کے درمیان ایک بار اور مغرب وعشاء کے درمیان ایک بار قرآن کریم ختم کر لیتے تھے (قیام اللیل ص۶۴) ور مغرب وعشاء کے درمیان ختم قرآن کے لیے تاریخ بغدادی ج۱۴ ص۱۴۱) ان کے پاس ایک تسبیح بھی ہوتی تھی جس پر وہ (تسبیحات وغیرہا) پڑھا کرتے تھے (تذکرہ ج۱ ص۲۷۵) حضرت ابوہریرہؓ دن میں بارہ ہزار مرتبہ استغفار کرتے تھے اور اصح روایت کے مطابق ان کے پاس ایک دھاگہ تھا جس میں دو ہزار گرہیں

لگائی ہوئی تھیں سونے سے پہلے ان پر تسبیح پڑھتے پھر سوتے تھے (البدایۃ والنہایۃ ج ۹ ص ۱۱۵)
امام یزید بن ہارونؒ (المتوفی ۲۰۶ھ) عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے تھے۔
(خطیب بغدادی ج ۱۴ ص ۳۳۷ و تذکرہ ج ۱ ص ۲۹۲) امام اسمٰعیلؒ بن ابراہیمؒ ابن علیہؒ
(المتوفی ۱۹۴ھ) ایک رات میں ایک تہائی قرآن کریم پڑھ لیتے تھے (خطیب بغدادی
ج ۶ ص ۲۳۷) امام سلیمانؒ بن طرخانؒ (المتوفی ۱۴۳ھ) صبح کی نماز عشاء کے وضو سے
پڑھتے تھے (طبقات ابن سعدؒ ج ۷ ص ۱۸ قسم دوم) اور چالیس سال تک ان کا یہی معمول
رہا (دول الاسلام ج ۱ ص ۳۳ علامہ ذہبیؒ) امام علیؒ بن الحسینؓ (المتوفی ۹۴ھ) دن اور
رات میں ایک ہزار رکعت (نفل) نماز پڑھتے تھے ان کی اس کثرت نماز کی وجہ سے ان کا
لقب ہی زین العابدین ہو گیا تھا (تذکرہ ج ۱ ص ۷۵) امام میمونؒ بن مہرانؒ (المتوفی ۱۱۷ھ)
کبھی کبھی ہزار ہزار رکعت روزانہ پڑھتے تھے اور ایک مرتبہ سترہ دن میں سترہ ہزار رکعتیں
انہوں نے پڑھی تھیں (تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۳۹۲) حضرت مرۃؒ بن شراحیل الہمدانیؒ
(المتوفی ۷۶ھ) دن اور رات میں ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے جب بوڑھے ہو گئے تو چار
سو رکعت پر اکتفا کر لی (البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۔) امام مسعرؒ بن کدامؒ (المتوفی ۱۵۵ھ)
سونے سے قبل نصف تک قرآن کریم پڑھ لیا کرتے تھے (تذکرہ ج ۱ ص ۱۸۸) امام علیؒ بن عبداللہ
الازدیؒ (المتوفی ۱۲۳ھ) رمضان مبارک میں روزانہ ایک ختم قرآن کر لیتے تھے (تہذیب
التہذیب ج ۷ ص ۳۵۹) امام رفیعؒ بن مہرانؒ ابو العالیہ ریاحیؒ (المتوفی ۹۰ھ) کا بیان
ہے کہ ہم چند ایک غلام تھے دن کو اپنے آقاؤں کی مختلف قسم کی خدمات بجا لاتے اور
رات کو ایک مرتبہ قرآن کریم بھی پڑھ لیا کرتے تھے (طبقات ابن سعدؒ ج ۷ ص ۸۱) امام ایوب
سختیانیؒ (المتوفی ۱۳۱ھ) ساری رات قیام و عبادت میں گذار دیتے تھے (تذکرہ ج ۱
ص ۱۲۳) حضرت علیؒ بن عبداللہؓ بن عباسؓ (المتوفی ۱۱۸ھ) روزانہ ایک ہزار رکعت پڑھتے
تھے (تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۳۵۸) حضرت امام ابو حنیفہؒ (نعمانؒ بن ثابتؒ المتوفی
۱۵۰ھ) ایک بار دن کو اور ایک بار رات کو قرآن کریم ختم کر لیتے تھے (الجواہر المضیۃ ج ۲
ص ۵۲۴) اور بیس سال تک ان کا یہ معمول رہا کہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے رہے

(دول الاسلام ج ۱ ص ۷۹) امام عبداللہؒ بن المبارکؒ کا بیان ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کا
پینتالیس سال تک یہ معمول رہا کہ وہ ایک وضو سے پانچ نمازیں پڑھتے اور رات کو
دو رکعتوں میں پورا قرآن کریم ختم کر دیتے تھے (بغدادی ج ۱۳ ص ۳۵۵) حضرت خارجہؒ بن
مصعبؒ کا بیان ہے کہ کعبہ میں ائمہ کرامؒ میں سے چار بزرگ شخصیتوں نے قرآن کریم ختم کیا ہے
حضرت عثمانؓ بن عفانؓ۔ حضرت تمیم داریؓ۔ حضرت سعیدؒ بن جبیرؒ اور حضرت امام ابو حنیفہؒ
(بغدادی ج ۱۳ ص ۳۵۶) جناب یحییٰؒ بن نصرؒ کا بیان ہے کہ بسا اوقات امام ابو حنیفہؒ رمضان
مبارک میں ساٹھ مرتبہ قرآن کریم ختم کرتے تھے (بغدادی ج ۱۳ ص ۳۵۷) امام حفصؒ بن عبدالرحمٰنؒ
فرماتے ہیں کہ تیس سال تک امام ابو حنیفہؒ کا یہی معمول رہا کہ وہ ایک رکعت میں قرآن کریم
ختم کر دیتے تھے زافرؒ بن سلیمانؒ کا بیان ہے کہ امام ابو حنیفہؒ ایک ہی رکعت میں قرآن کریم
ختم کر دیتے تھے۔ امام اسدؒ بن عمروؒ کا بیان ہے کہ چالیس سال تک امام ابو حنیفہؒ کا یہی معمول
رہا کہ وہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے رہے اور جس مقام پر ان کی وفات ہوئی اس
میں انہوں نے سات ہزار مرتبہ قرآن کریم ختم کیا (بغدادی ج ۱۳ ص ۳۵۴) اور حافظ ابن کثیرؒ
نقل کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ رات کو نماز ہی پڑھتے رہتے اور ہر رات قرآن کریم ختم کر دیتے
تھے اور وہ ایسی گریہ وزاری کرتے کہ ان کے پڑوسی ان پر ترس کرتے اور چالیس سال
عشاء کے وضو سے صبح کی نماز انہوں نے پڑھی وختم القرآن فی المواضع الذی توفی فیہ
سبعین الف مرۃ (البدایۃ والنہایۃ ج ۱۰ ص ۱۰۷) اور جس جگہ میں ان کی وفات ہوئی اس مقام
میں انہوں نے ستر ہزار مرتبہ قرآن کریم پڑھا ستر ہزار کا عدد یا تو کتابت کی غلطی ہے اور یا
حافظ ابن کثیرؒ کا وہم ہے یہ عدد سات ہزار ہے یاد رہے کہ بنو امیہ کے گورنر اور با اختیار حاکم ابن
ہبیرہ کے زمانہ میں اور پھر خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی کے دور میں قاضی القضاۃ (چیف
جسٹس) اور وزیر خزانہ نہ بننے کی پاداش میں امام ابو حنیفہؒ کو قید کیا گیا اور مجموعی طور پر ایک
سو پچاس کوڑے ان کے ننگے بدن پر برسائے گئے اور پورے چار سال قید و بند کی صعوبت
انہوں نے اٹھائی بالآخر جیل خانہ ہی میں ان کے منہ میں زبردستی زہر کا پیالہ انڈیل دیا گیا اور
سجدہ کی حالت ہی میں انہوں نے ستر سال کی عمر میں اپنی عزیز جان جانِ آفریں کے سپرد کی

فرحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً و سعۃً (دیکھئے مقام ابی حنیفہؒ وغیرہ)

حضرت امام شافعیؒ (محمد بن ادریسؒ المتوفی ۲۰۴ھ) رمضان مبارک میں ساٹھ مرتبہ قرآن کریم ختم کرتے تھے (تذکرہ ج۱ ص۳۲۹) اور ان کا عام معمول تھا کہ ہر رات قرآن کریم ختم کر لیتے تھے لیکن رمضان مبارک میں ایک قرآن کریم دن کو اور ایک رات کو ختم کرتے تھے (بغدادی ج۲ ص۶۳) اور وفات کے وقت تک ساری رات جاگنا اور عبادت کرنا ان کا معمول تھا (بغدادی ج۲ ص۶۴) اور حجیت اجماع کے مسئلہ کی تحقیق کے لئے انہوں تین دن لگاتار تین تین مرتبہ قرآن کریم ختم کیا بالآخر وَمَن یُشاقق الرسول الآیۃ سے ان کا مسئلہ حل ہو گیا (مفتاح الجنۃ ص۲۹) اندازہ لگائیے کہ مسئلہ کے استنباط کے لئے بھی وہ کس روانی کے ساتھ قرآن کریم پڑھتے رہے مسئلہ معلوم ہوا تو دم لیا۔ حضرت امام احمد حنبلؒ کا معمول تھا کہ دن رات میں تین سو رکعت نماز پڑھ لیتے تھے (تہذیب التہذیب ج۱ ص۷۳) قاضی ابو یوسفؒ (یعقوبؒ بن ابراہیمؒ المتوفی ۱۸۲ھ) کا جو اپنے وقت میں قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) تھے معمول تھا کہ روزانہ سو رکعت نماز پڑھتے تھے (دول الاسلام ج۱ ص۹۴) علامہ خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں کہ زمانۂ قضا میں روزانہ دو سو رکعت پڑھتے تھے (بغدادی ج۱۴ ص۲۵۵) امام بقیؒ بن مخلدؒ (المتوفی ۲۷۶ھ) وہ ہر رات تیرہ رکعتوں میں پورا قرآن کریم ختم کر لیتے تھے اور ہمیشہ روزے بھی رکھتے تھے (تذکرہ ج۲ ص۱۸۵) حضرت امام بخاریؒ (ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیلؒ المتوفی ۲۵۶ھ) کا معمول تھا کہ روزانہ قرآن کریم ختم کر لیتے تھے اور رمضان مبارک میں روزانہ دو دفعہ قرآن مجید ختم کر لیتے تھے (بغدادی ج۲ ص۱۲ و طبقات الشافعیۃ الکبریٰ للسبکیؒ ج۲ ص۹) امام السراجؒ (ابو العباس محمدؒ بن اسحاقؒ المتوفی ۳۱۳ھ جو الحافظ الامام الثقۃ اور شیخ خراسان تھے) فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایصال ثواب کے لئے بارہ ہزار مرتبہ قرآن کریم ختم کیا اور بارہ ہزار قربانی آپ کے ایصال ثواب کے لئے دی۔ (تذکرہ ج۲ ص۲۷۳)۔

متاخرین فقہاء کرامؒ کا اس امر میں اختلاف ہے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

ایصال ثواب کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ ایک طبقہ کہتا ہے کہ درست نہیں کیونکہ امت سے جو بھی نیکی سرزد ہوتی ہے اس کا ثواب آپ کو دعوت الی الخیر دینے کی وجہ سے خود بخود پہنچتا ہے لہٰذا ایصال ثواب کی کوئی ضرورت ہی نہیں اور دوسرا گروہ آپ کے لئے ایصال ثواب کو مستحب قرار دیتا ہے (ملاحظہ ہو کتاب الروح ص۱۷۱ لابن القیمؒ)

امام العسالؒ (الحافظ العلامۃ ابو احمد محمدؒ بن احمدؒ بن ابراہیمؒ المتوفی ۳۴۹ھ) صرف ایک ہی رکعت میں قرآن کریم ختم کر لیتے تھے (تذکرہ ج۳ ص۹۷) امام ابن الحدادؒ (العلامہ الحافظ شیخ عصرہ ابو بکر محمدؒ بن احمدؒ بن جعفرؒ المتوفی ۳۴۴ھ) روزانہ ایک مرتبہ قرآن کریم ختم کر لیتے تھے (تذکرہ ج۳ ص۱۰۸) علامہ خطیبؒ (الحافظ الکبیر الامام محدث الشام والعراق ابو بکر احمدؒ بن علیؒ بن ثابتؒ المتوفی ۴۶۳ھ) امام ابو الفرج الاسفرائنیؒ فرماتے ہیں کہ علامہ خطیبؒ سفر حج میں ہمارے ساتھ تھے روزانہ سورج غروب ہونے تک ترتیل کے ساتھ ایک قرآن ختم کر لیتے تھے پھر لوگوں کو حدیثیں سناتے اور محدث عبد المحسن الشیحیؒ فرماتے ہیں کہ دمشق سے بغداد تک میں علامہ خطیبؒ کے ساتھ شریک سفر تھا وہ دن رات میں قرآن کریم ختم کر لیتے تھے (تذکرہ ج۳ ص۳۱۶) امام ابن عساکرؒ (الامام الحافظ الکبیر محدث الشام ابو القاسم علیؒ بن الحسنؒ المتوفی ۵۷۱ھ) جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے اور تلاوت کے سخت پابند تھے ہر رات قرآن کریم ختم کر لیتے تھے اور رمضان مبارک میں دن کو بھی یک بار قرآن کریم ختم کر لیتے تھے (تذکرہ ج۴ ص۱۲۱) حضرت مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ (۱۲۴۶ھ) عصر کے بعد قبل از مغرب ترتیل کے ساتھ قرآن کریم ختم کر لیتے تھے (فیض الباری ج۴ ص۱۹۸) حضرت عمیرؒ بن ہانیؒ (المتوفی قریباً ۱۰۰ھ) ان کا معمول تھا کہ روزانہ ایک ہزار رکعت نماز اور ایک لاکھ مرتبہ تسبیح (سبحان اللہ) پڑھا کرتے تھے (ترمذی ج۲ ص۱۰۰ تہذیب التہذیب ج۸ ص۱۵۱ و فیض الباری ج۴ ص۱۹۸) امام حمادؒ بن ابی سلیمانؒ (المتوفی ۱۲۰ھ) جو امام ابو حنیفہؒ کے جلیل القدر استاد تھے ان کا معمول تھا کہ وہ رمضان مبارک میں پانچ سو آدمیوں کی افطاری کا بندوبست کیا کرتے تھے (دول الاسلام ج۱ ص۱۶۱) اور یہ بھی ان کے معمول میں داخل تھا کہ وہ عید کے دن ہر نمازی کو ایک ایک کپڑا اور

شش سو درہم دیا کرتے تھے (الجواہر المضیہ ج ۱ ص ۲۲۶) چونکہ یہ بزرگ صاحب ثروت تھے اور ساتھ ہی سخی بھی تو نیک کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔

اُس دور کے امراء یہ باتیں تو حضرات صحابہ کرامؓ۔ تابعینؒ محدثینؒ فقہاءؒ اور اہل اللہ کی ذکر ہوئیں اُس دور میں خلفاء امراء اور حکام بھی ان ظاہری نیکیوں میں گوئے سبقت لے جاتے تھے۔ چنانچہ خلیفہ ہارون الرشیدؒ (المتوفی ۱۹۳ھ) کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ سو رکعت نماز پڑھتے تھے اور روزانہ ہزار درہم صدقہ کیا کرتے تھے (دول الاسلام ج ۱ ص ۹۴ وخطیب بغدادی ج ۱۴ ص ۶ و تاریخ الامم والملوک للطبریؒ ج ۱۱ ص ۴۷) خلیفہ مامون الرشید (المتوفی ۲۱۸ھ) رمضان مبارک میں تیس مرتبہ قرآن کریم ختم کرلیتا تھا اور وہ حافظ قرآن تھا (تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۳۱۱) اور حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ وہ رمضان مبارک میں تینتیس ۳۳ مرتبہ قرآن کریم ختم کرلیتا تھا (البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۲۷۵) اور حافظ ابن کثیرؒ ہی فرماتے ہیں کہ بعض سلف کا بیان ہے کہ حجاج بن یوسف (جس کے بارے میں خلیفہ راشد حضرت عمرؒ بن عبد العزیزؒ فرماتے تھے کہ اگر ساری امتیں اپنے اپنے خبیث چن چن کر لائیں اور ہم حجاج ہی کو لے آئیں تو ہمارا خبیث سب پر بھاری ہوگا تہذیب ج ۲ ص ۲۱۱) ہر رات قرآن کریم ختم کرلیتا تھا (البدایہ والنہایہ ج ۹ ص ۱۱۹) یہ سب کچھ خیر القرون کے مبارک ماحول کا نتیجہ تھا کہ بد سے بدتر آدمی بھی نیکی کے ماحول سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا بقول سعدیؒ ؎

جمالِ ہم نشین در من اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

فائدہ بعض قاصر اور جامد طبیعتوں کو یہ شبہ ہوا ہے کہ تین دن سے کم میں قرآن کریم ختم کرنا درست نہیں کیونکہ حضرت عبد اللہؓ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے تین دن سے کم میں قرآن کریم پڑھا تو وہ کچھ نہ سمجھا (ترمذی ج ۲ ص ۱۱۸ ابن ماجہ ص ۹۷ وفتح الباری ج ۹ ص ۹۳)۔

الجواب: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ نہی محض امت کی سہولت اور شفقت کے لئے ہے تاکہ امت پر کسی قسم کی کوئی دقت اور دشواری نہ ہو۔ خود حضرت عبد اللہ بن عمرؓ

سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن میں بھی قرآن کریم ختم کرنے کی اجازت دی ہے (کنز العمال ج ۱ ص ۲۲۶) اگر آپ سے اجازت نہ ہوتی یا آپ کی نہی تحریم کے لئے ہوتی تو یہ اکابر علماء اسلام جن کے ٹھوس حوالے پہلے عرض کئے جاچکے ہیں۔ کبھی اس کی خلاف ورزی نہ کرتے کیونکہ جس طرح دین اسلام کی تہ کو وہ پہنچے ہیں بعد کو آنے والے کبھی اس مقام کو حاصل نہیں کرسکے اور نہ کرسکتے ہیں مگر مغربیت زدہ اور مادر پدر آزاد لوگوں کے لئے یہ خالص روحانی باتیں سمجھنا نہایت ہی مشکل ہے بقول اقبال ؎

اگر ہوتا وہ مجذوبِ فرنگی اس زمانہ میں تو اقبالؔ اس کو سمجھاتا مقام کبریا کیا ہے

امام نوویؒ حافظ ابن حجرؒ اور امام جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ قرآن کریم کا پڑھنا ہر ایک کے ذوق شوق اور قوت ونشاط پر مبنی ہے اگر کوئی شخص اپنے اندر طاقت محسوس کرے تو اس کے مطابق جتنا بھی مناسب سمجھے قرآن کریم پڑھ سکتا ہے (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۳۶۶ وفتح الباری ج ۹ ص ۹۴ وتفسیر اتقان ج ۱ ص ۲۸ اردو) بلکہ امام نوویؒ وغیرہ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ بعض اکابر روزانہ تین مرتبہ بھی قرآن کریم ختم کرلیتے تھے اور ہمیں جو زیادہ سے زیادہ مرتبہ قرآن کریم ختم کرنے کے واقعات معلوم ہیں وہ روزانہ آٹھ مرتبہ ختم کرنے کے ہیں (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۳۶۶ وغیرہ) امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ ان اکابر سے اس کثرت کے ساتھ قرآن کریم پڑھنے کے واقعات کا انکار کرنا درست نہیں اس لئے کہ ان اکابر کا نام لینا بھی باعث نزول رحمت ہے اور جو شخص ان کے متعلق سوء ظن کی نسبت کرے وہ کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتا (نووی ج ۱ ص ۱)۔

حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحبؒ (المتوفی ۱۳۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ امام سیوطیؒ نے بعض اولیاء کرامؒ سے نقل کیا ہے کہ وہ دن رات میں نو ۹ دفعہ قرآن کریم ختم کرتے تھے اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ (المتوفی ۶۳۲ھ) ایک دن میں ساٹھ ۶۰ مرتبہ قرآن کریم ختم کرلیتے تھے (فیض الباری ج ۴ ص ۱۹۸) اور نیز فرماتے ہیں کہ بعض سلف یعنی حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ سے ثابت ہے کہ وہ دن میں نو ۹ مرتبہ قرآن کریم ختم کرلیتے تھے اور حضرات اولیاء کرامؒ کی تعداد تو بہت ہی زیادہ ہے اور شیخ عبد الحقؒ لکھتے ہیں کہ شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ (المتوفی

۶۶۶ھ) ان کے پاس روزانہ تین سو ساٹھ مرتبہ قرآن کریم ختم کرنے تھے (فیض الباری ج ۴ ص ۲۷۲) ۔ نیز حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن کثیرؒ نے قرآن کریم کے متعلقات کے بارے ایک رسالہ لکھا ہے اور اس میں ایک فصل قائم کی ہے جس میں ان حضرات کے نام درج کئے ہیں جو دن رات میں یا اس سے کم میں قرآن کریم ختم کر لیتے تھے اس مضمون کی حکایات تواتر کو پہنچ چکی ہیں جن کے انکار کی کوئی گنجایش نہیں لیکن جو شخص خود خیر سے محروم رہتا ہے وہ اپنا حصہ اور نصیب کرامات و برکات کی تکذیب ہی ٹھہرا لیتا ہے اور ایسے واقعات کو محال قرار دیتا ہے اور حضرات صوفیاء کرامؒ کے نزدیک یہ مسئلہ طی الزمان سے موسوم ہے (یعنی تھوڑے سے وقت میں کرامت کے طور پر زیادہ کام کا ہو جانا) باقی رہا طی المکان (یعنی تھوڑے وقت میں دور دراز کی مسافت کا طے ہو جانا۔ اور اس سائنسی دور میں ایک واضح حقیقت پر دلائل پیش کرنا بھی ایک بے کار کام ہے) تو وہ بلا نکیر مسلم ہے (فیض الباری ج ۴ ص ۱۹۸) حضرت شاہ صاحبؒ نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ سطحی ذہن رکھنے والوں پر ایسی خارق عادات باتوں کو رد کر دینے کے سلسلہ میں ضرب کاری ہے۔

ایک شبہ جو لوگ فقہ و بصیرت اور سمجھ سے تعلق نہیں رکھتے اور جن لوگوں کو معانی اور مغز تک رسائی حاصل نہیں بلکہ وہ صرف الفاظ اور چھلکے کے پرستار ہیں ان کو یہ شبہ ہوا ہے کہ رات بھر عبادت کرنا اور ہمیشہ روزہ رکھنا جائز نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تین آدمیوں (حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ بن مظعون اور حضرت عبد اللہؓ بن عمروؓ) کا یہ شکوہ پہنچا کہ ان میں سے ایک نے یہ کہا کہ میں رات جاگ کر عبادت کروں گا اور دوسرے نے یہ کہا ہے کہ میں ہمیشہ روزے رکھوں گا اور تیسرے نے یہ کہا کہ میں کبھی شادی نہیں کروں گا تو آپ نے ان کو زجر و توبیخ فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ بخدا میں تم سب سے زیادہ متقی اور خدا خوف ہوں مگر رات کو سوتا بھی ہوں اور قیام بھی کرتا ہوں اور دن کو کبھی روزے بھی رکھتا ہوں اور کبھی افطار کرتا ہوں اور میں نے شادیاں بھی کی ہوئی ہیں جس نے میری سنت سے اعراض کیا تو وہ میرا نہیں (محصلہ بخاری ج ۲ ص ۷۵۷ و

مسلم ج ۱ ص ۴۴۹ و مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۷) اس سے معلوم ہوا کہ یہ کاروائی جائز نہیں ہے اور اس کا جواب ان حضرات نے قبل از وقت بطور عہد کے یہ التزام کر لیا تھا کہ ہم ضرور ایسا کریں گے اور ظاہر بات ہے کہ انسان کو سفر و حضر بیماری اور تندرستی وغیرہ کے کئی عوارضات لاحق ہوتے رہتے ہیں اس لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رحمت شفقت اور امت کی سہولت کے پیش نظر افراط و تفریط سے بچنے کی تلقین فرمائی لیکن اگر کوئی شخص قبل از وقت کسی عبادت کا کوئی التزام نہیں کرتا اور روزانہ یا شبانہ وہ اپنے اندر قوت طاقت اور نشاط محسوس کرتا ہے اور ذوق و شوق سے عبادت کرتا ہے تو اس کے لئے کسی طرح بھی ممانعت نہیں نکلتی جس کا واضح قرینہ یہ ہے کہ امت مرحومہ کے اکابر محدثینؒ و فقہاءؒ اور اولیاء امتؒ وغیرہم کا کثرت تلاوت اور قیام اللیل اور صوم الدھر پر عمل رہا ہے اور ان حضرات سے زیادہ دین کی باریکیوں کو اور کوئی نہیں سمجھ سکتا اور انہوں نے اس نہی اور زجر سے جو کچھ سمجھا ہے وہ محض شفقت اور رحمت اور سہولت ہی سمجھی ہے ورنہ یہ ساری امت گنہگار ہوگی ولا یخفی بطلانہ یہ حضرات بغیر کسی اکراہ و اجبار کے از خود ہی عبادات کے شائق تھے اور فطرت صحیحہ حاصل ہونے کی وجہ سے کسی کی تلقین کے بھی محتاج نہ تھے ؎

نظر ہے ابر کرم پر درخت صحرا ہوں ‏ ‏ ‏ ‏ کیا خدا نے نہ محتاج باغباں مجھ کو

تحصیل دین کا ذوق۔ باجماعت نماز کا التزام اور تبلیغ دین کا ولولہ اور جذبہ

ان حضرات کا دینی جذبہ صرف قول و تلاوت تک ہی محدود نہ تھا بلکہ ان کی عملی زندگی اور اخلاق و کردار اتنا قوی و مؤثر ہوتا تھا کہ پڑھنے سننے اور دیکھنے والے ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے اور غیر مسلم مسلمان ہونے پر مجبور ہوتے تھے جب کہ بعض اوقات ان کو زبانی طور پر دعوت بھی دی نہ جاتی تھی۔

امام اہل السنت والجماعت احمدؒ بن حنبلؒ کے بارے محدث سلمہؒ بن شبیبؒ کا بیان ہے کہ ہم امام احمدؒ بن حنبلؒ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا دروازہ کھولا گیا تو ایک آدمی اندر داخل ہوا علیک سلیک کے بعد اس نے کہا کہ میں بارہ سو میل

بحری مسافت طے کرکے آیا ہوں کیونکہ مجھے خواب میں اشارہ ہوا ہے کہ آپ سے ایک مسئلہ دریافت کروں (بغدادی ج ۴ ص ۴۲۱) حضرت امام احمدؒ بن حنبلؒ کی وفات پر آٹھ لاکھ مرد اور ساٹھ ہزار عورتیں شریک جنازہ ہوئیں (بغدادی ج ۴ ص ۴۲۲ و تہذیب ج ۱ ص ۷۵) اور ان کے جنازہ پر شیدائیوں کے اس قدر ہجوم اور اپنے امام سے والہانہ محبت اور عقیدت کو دیکھ کر نیز اس دور کے مسلمانوں کی شکل وصورت اور وضع وقطع کا بچشم خود معائنہ کرتے ہوئے غیر مسلم اتنے متاثر ہوئے کہ بیس ہزار یہودی، نصرانی اور مجوسی مسلمان ہوئے (بغدادی ج ۴ ص ۴۲۳) غور فرمائیں کہ ایک وہ وقت تھا جب بلا دعوت دیئے بھی غیر مسلم مسلمانوں کے کردار سے متاثر ہو کر خود بخود مسلمان ہونے پر مجبور ہوتے تھے اور آج مسلمانوں کا کردار یہ ہے کہ مشہور انگریزی کا صاحب طرز ادیب مؤرخ اور ناول نویس جارج برنارڈ شا یہ کہنے پر مجبور ہوا کہ اسلام ایک سچا مذہب ہے اور سو سال کے اندر اسلام پورے عالم میں چھا جائے گا جب دوستوں نے اُس سے کہا کہ تو اسلام کی سچائی کی گیتیں گاتا ہے تو خود مسلمان کیوں نہیں ہوتا؟ تو اُس نے جو جواب دیا اس سے مسلمانوں کی شرم اور ندامت کے مارے گردنیں جھک جاتیں ہیں اس نے کہا کہ ان مسلمانوں میں اٹھنا بیٹھنا اور رہنا سہنا مجھے گوارا نہیں (محصلہ) کیونکہ جیسے گندے اخلاق غیر مسلموں کے ہیں ویسے ہی مسلمانوں کے ہیں اور جیسی غیر شرعی شکلیں اور صورتیں ان کی ہیں سو ان کی بھی ہیں اور جیسا کردار ان کا ہے سو ان کا بھی ہے تو پھر مسلمان ہونے کا کیا فائدہ؟ کیونکہ برنارڈ شا اونچے طبقے کا آدمی تھا سو وہ سفیروں وزیروں مشیروں پروفیسروں اور ڈاکٹروں وغیرہم میں ہی اٹھتا بیٹھتا ہوگا۔ جن میں اکثریت بے نمازوں اور روزہ خوروں اور شرابیوں کی ہے اِلّا من شاء اللہ تعالیٰ کیونکہ ان میں بعض عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے بڑے پختہ مسلمان بھی ہیں وہ جہاں بھی ہوں اسلامی احکام کی سختی سے پابندی کرتے ہیں اور اسلامی کردار کو نمایاں کرتے ہیں لیکن قلیل مّا ہم (امام محمدؒ بن عثمان ابوبکر الحازمیؒ (المتوفی ۵۸۴ھ) جو جلیل القدر محدث اور فقیہ تھے شافعی المسلک تھے طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۴ ص ۱۸۹ کتاب الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الاخبار ان کی مشہور علمی اور تحقیقی کتاب ہے جو مطبوعہ ہے) وہ مشہور علم دوست بدیعؒ

کے رباط (سرائے) میں ٹھہرے ان کی عادت تھی کہ ساری ساری رات کتابت علوم اور مطالعہ کتب میں مشغول رہتے تھے بدیعؒ نے ان کی یہ محنت دیکھ کر تعجب کیا اور اپنے خادم سے کہا کہ آج رات ان کو چراغ مہیا نہ کرنا شاید کہ وہ آرام کریں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا خادم نے مناسب بہانہ کرکے چراغ مہیا کرنے سے معذرت کردی امام موصوفؒ مطالعہ سے تو محروم ہوگئے لیکن ساری رات صبح تک نماز میں مصروف رہے بدیعؒ جب انہیں دیکھنے آئے تو دیکھا کہ وہ نماز میں مشغول ہیں (تذکرہ ج ۴ ص ۱۵۳) امام میمونؒ بن مہرانؒ (المتوفی ۱۱۶ھ) جماعت کی نماز کی سخت پابندی کرتے تھے اور اس دور میں بھی جب کہ گھڑیاں نہ تھیں اور نہ وقت منضبط ہوتا تھا کبھی اُن سے جماعت نہیں چھوٹی ایک دفعہ مسجد میں پہنچے تو ان کو معلوم ہوا کہ جماعت ہو چکی ہے یہ سُن کر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور فرمایا کہ جماعت کی نماز مجھے عراق کی گورنری سے زیادہ محبوب ہے (احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۰۹) امام سلیمانؒ بن مہران الاعمشؒ (المتوفی ۱۴۸ھ) امام وکیعؒ کا بیان ہے کہ ستر سال میں ایک مرتبہ بھی ان سے تکبیر تحریمہ فوت نہیں ہوئی (بغدادی ج ۹ ص ۹) سبحان اللہ تعالیٰ اندازہ لگائیں کہ یہ اس زمانہ کی بات ہے جب نہ گھڑیاں ہوتی تھیں اور نہ لاؤڈ اسپیکر کان پھاڑتے تھے۔ امام ابوعمران السمرقندیؒ جو بڑے زاہد عابد اور جفاکش واعظ تھے (المتوفی ــــھ) بیان کیا گیا ہے کہ ان کے ہاتھ پر پچاس ہزار کافر مسلمان ہوئے تھے (الجواہر المضیہ ج ۲ ص ۲۶۰) امام ابن الجوزیؒ (الامام العلامۃ الحافظ عالم العراق عبدالرحمنؒ بن ابی الحسنؒ المتوفی بعمر ۹۰ سال ۵۹۷ھ) کے حالات میں لکھا ہے کہ انہوں نے دو ہزار کتابیں لکھیں اور ایک لاکھ آدمی ان کے ہاتھ پر گناہوں سے تائب ہوئے اور بیس ہزار کافر ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور وہ باوجود تبلیغ و تصنیف اور تدریس اور دیگر مشاغل میں مصروف ہونے کے ہفتہ میں ایک بار قرآن کریم بھی ختم کر لیتے تھے (تذکرہ ج ۴ ص ۱۳۴) مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ (المتوفی ۱۳۴۴ھ ۱۹۲۶ء) نماز باجماعت کا اتنا اہتمام اور التزام کرتے کہ سفر میں بھی جماعت نہ چھوٹنے پاتی ساتھ رہنے والوں کا بیان اور شہادت ہے کہ عمر بھر میں صرف ایک بار جماعت کی نماز ناغہ ہوئی (اخبار نوائے وقت ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ ص ۵ کالم ۳ مضمون مولانا عبدالماجد دریابادیؒ)۔

قارئین کرام! ایسے واقعات کہاں تک بیان کئے جائیں اور یہ ہمارے بس کا روگ بھی نہیں ہے حضرات سلف صالحینؒ نیکی کے ہر کام میں پیش پیش تھے علم و عمل باطنی صفائی اور اکتساب روحانیت میں وہ یکتائے زمانہ تھے حضرات صحابہ کرامؓ سے لے کر مسلمانوں کے عروج کے زمانہ تک ان اکابر کی دینی خدمات اور نیک جذبات آپ کو مولانا حالیؒ کے ان پُر خلوص اشعار میں نظر آئیں گے جو بالکل نفس الامر اور حقیقت حال کے مطابق ہیں ؎

لئے علم و فن اُن سے نصرانیوں نے — کیا کسب اخلاق روحانیوں نے

ادب ان سے سیکھا صفاہانیوں نے — کہا بڑھ کے لبیک یزدانیوں نے

ہر اک دل سے رشتہ جہالت کا توڑا — کوئی گھر نہ تاریک دنیا میں چھوڑا

الغرض آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث سے روایۃً و درایۃً تعلق رکھنے والے حضرات کا حسی و معنوی ظاہری اور باطنی طور پر آپ کے ساتھ خاص تعلق اور ربط ہوتا ہے گویا ان کی دینی حیات آپ کی حیات سے اور ان کی وفات آپ کی وفات سے وابستہ ہے اور وفات کے بعد جس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے نوازے جاتے ہیں وہ صرف انہیں کا حصہ ہے دو واقعے اس سلسلہ کے ملاحظہ فرمالیں تاکہ حقیقت بالکل بے نقاب ہو جائے ۔

مشہور محدث الحسینؒ بن یوحجؒ فرماتے ہیں کہ میں شہر الحان میں تھا کہ ایک سائل نے مجھ سے ایک خواب کی تعبیر پوچھی خواب یہ تھا کہ گویا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی ہے میں نے جواب دیا کہ اگر تیرا خواب سچا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ کوئی ایسا عالم فوت ہو گا جس کی اپنے زمانہ میں کوئی نظیر نہ ہو گی اور فرمایا کہ اسی قسم کے خواب حضرت امام شافعیؒ حضرت امام سفیانؒ ثوری اور حضرت امام احمدؒ بن حنبلؒ کی وفات کے وقت دیکھے گئے تھے چنانچہ شام سے پہلے یہ خبر آ گئی کہ حافظ ابو موسیٰ المدینیؒ (جو الحافظ شیخ الاسلام الکبیر تھے المتوفی ۵۸۱ھ) وفات پا گئے ہیں (تذکرہ ج ۴ ص ۱۲۶) گویا وارثانِ علمِ حدیث کی وفات مثالی اور روحانی طور پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہے ۔ امام الجرح والتعدیل یحییٰؒ بن معین الحنفیؒ (المتوفی ۲۳۳ھ جو الامام الفرد سید الحفاظ تھے حضرت امام علیؒ بن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت

سے لے کر آج تک اپنے پیغمبروں کی اتنی حدیثیں کسی نے لکھی ہوں جتنی کہ امام یحییٰؒ بن معینؒ نے لکھی ہیں اور نیز فرماتے ہیں کہ لوگوں کا علم امام یحییٰؒ بن معینؒ پر ختم ہے اور خود امام یحییٰؒ بن معین فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ہاتھ سے دس لاکھ حدیث لکھی ہے امام یحییٰؒ بن سعید القطان الحنفیؒ فرماتے ہیں کہ دو شخصیتوں کی مانند کوئی بھی ہمارے سامنے نہیں آیا ایک امام احمدؒ بن حنبلؒ دوسرے امام یحییٰؒ بن معینؒ اور امام احمدؒ بن حنبلؒ کا بیان ہے کہ امام یحییٰؒ بن معینؒ ہم سب سے رجال اور رواۃ کے بڑے عالم ہیں (تذکرہ ج ۲ ص ۱۷) امام علیؒ بن المدینیؒ کا بیان ہے کہ امام یحییٰؒ بن معینؒ نے حدیث کی جتنی کتابت کی ہے مجھے معلوم نہیں کہ کسی اور نے اتنی کتابت کی ہو امام احمدؒ بن عقبہؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے امام یحییٰؒ بن معینؒ سے پوچھا کہ آپ نے کتنی احادیث قلمبند کی ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے چھ لاکھ حدیثیں لکھی ہیں اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد احمدؒ بن عقبہؒ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ محدثین کرامؒ نے ان چھ لاکھ احادیث کے علاوہ جن کو امام یحییٰؒ بن معینؒ نے خود اپنے ہاتھ سے لکھا ہے چھ چھ لاکھ احادیث اپنے ہاتھوں سے لکھ لکھ کر امام یحییٰؒ بن معینؒ کو دی ہیں (بغدادی ج ۱۴ ص ۱۸۲) امام عباس الدوریؒ کا بیان ہے کہ امام یحییٰؒ بن معینؒ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے دس لاکھ حدیثیں لکھی ہیں (تذکرہ ج ۲ ص ۱۷ و تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۲۸۱) امام علیؒ بن المدینیؒ کا بیان ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے اب تک مجھے کوئی ایسا شخص معلوم نہیں جس نے اپنے پیغمبر کی اتنی حدیثیں لکھی ہوں جتنی کہ امام یحییٰؒ بن معینؒ نے لکھی ہیں (بغدادی ج ۱۴ ص ۱۸۲ و تذکرہ ج ۲ ص ۱۷) ان کے انتقال کے بعد لوگوں نے ان کی کتابوں کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ تیئیس الماریاں (قمطر) اور بیس صندوق کتابوں سے پُر ہیں (بغدادی ج ۱۴ ص ۱۸۳ و تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۲۸۲) مگر علامہ خطیبؒ اور امام مزیؒ نے صالحؒ بن محمدؒ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ ایک سو چودہ الماریاں اور چار بڑی بڑی تبرانی بیٹیاں کتابوں سے پُر تھیں (بغدادی ج ۱۴ ص ۱۸۳ و تہذیب الکمال برحاشیہ تہذیب ج ۱۱ ص ۲۸۲) اور احتیاط کا یہ عالم تھا کہ محدث ہارونؒ بن بشیر الرازیؒ کا بیان ہے کہ میں نے امام یحییٰؒ

بن معینؒ کو دیکھا کہ قبلہ رو ہو کر بیٹھے ہیں اور دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگ رہے ہیں
اے خدا برتر و بزرگ اگر میں نے کسی ایسے شخص کے متعلق جرح کی ہو جو میرے نزدیک
کاذب نہ ہو تو تو میری مغفرت نہ فرما (تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۱۵۷ و تہذیب التہذیب
ج ۱ ص ۲۸۴) اور فرمایا کرتے تھے کہ میں بعض اوقات حدیث بیان کر دیتا ہوں لیکن پھر اس
خوف سے جاگتا رہتا ہوں کہ کہیں میں نے اس میں غلطی نہ کر دی ہو (بغدادی ج ۱۴ ص ۱۸۴)
امام یحییٰؒ بن سعیدؒ القطانؒ کی طرح یہ بھی حنفی المسلک تھے مگر صد افسوس ہے کہ غیر مقلدین
حضرات اس سراسر ناجائز طعن سے باز نہیں آتے کہ حدیث سے احناف کا کیا تعلق ہے؟
ہم بفضلہ تعالیٰ مقام ابی حنیفہؒ میں باحوالہ عرض کر چکے ہیں کہ امام یحییٰؒ بن معینؒ اور امام
یحییٰ بن سعیدؒ القطانؒ کٹر حنفی تھے محدث حبیشؒ بن مبشرؒ (المتوفی ۲۵۸ھ) کا بیان ہے
کہ میں نے امام یحییٰؒ بن معینؒ کی وفات کے بعد انہیں خواب میں دیکھا اور میں نے دریافت
کیا کہ آپ پر کیا گذری؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تین سو حوریں مرحمت
فرمائی ہیں (تذکرہ ج ۲ ص ۱۷ و بغدادی ج ۱۴ ص ۱۸۶ و تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۲۸۸) اور
نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے معصوم فرشتوں سے فرمایا کہ میرے بندے کو دیکھو کس طرح
اس کے چہرہ پر رونق اور ترو تازگی ہے (بغدادی ج ۱۴ ص ۱۸۶) مدینہ منورہ میں ان کی وفات
ہوئی اور اسی چارپائی پر ان کا جنازہ اٹھایا گیا جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کا جسم اطہر اٹھایا گیا تھا اور جنت البقیع کے قبرستان میں دفن کئے گئے (بغدادی ج ۱۴
ص ۱۸۶) سچ ہے ؎

این سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

قارئین کرام! حضرات محدثین کرامؒ اور فقہاء عظامؒ پر وفات کے بعد اللہ تعالیٰ کی
نوازش سے جو انعامات و اکرامات ہوئے اور ہوتے ہیں وہ بے حد و بے حساب ہیں اور وہ
ہمارے حیطۂ امکان سے باہر ہیں کیونکہ دنیا میں جس تندہی اور اخلاص کے ساتھ انہوں
نے کام کیا وہ صرف انہیں کا حصہ تھا ان کی زندگی عسرت و تنگی میں بسر ہوئی ان کے پاس نقد
دین کے سوا کچھ بھی نہ تھا اور اگر کچھ تھا تو وہ سب کچھ اسی راہ میں قربان کر دیا تھا وہ فقر و فاقہ

میں راز زندگی پاتے تھے وہ عزت و شہرت کے خواہاں نہ تھے انہوں نے اپنے دل کی دنیا سوز
و مستی اور جذب و شوق سے تعمیر کی تھی ان کی تمنا ہی صرف یہی تھی کہ جب تک دنیا آباد ہے
تو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیاری باتیں اور حدیثیں دنیا میں پھیلیں اگرچہ
اس سلسلہ میں خون کے قطرات بھی بہانے پڑیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سینوں میں دل
کی جگہ سیماب تھا جس کی بے قراری انہیں چین نہیں لینے دیتی تھی مگر وہ ہمت کے پہاڑ تھے کہ
اس کوہ وقار نے جہاں جما یا بغیر حصول مقصد اور فتح و نصرت کے کبھی منہ نہ موڑا اگر
پرندے کسی علاقہ کے کونے کونے سے تنکے چن چن کر جمع کرتے اور گھونسلے بناتے ہیں تو محدثین
کرامؒ نے اپنے محبوب پیغمبر کی پیاری حدیثیں جمع کرنے کے لئے مشرق و مغرب کے گرد و غبار
کو چھان مارا ہے تاکہ سنت کی سادہ مگر پر وقار عمارت میں ان کی زندگی بسر ہو غرضیکہ
کہ ان حضرات کے ذکر سے خدا تعالیٰ کی رحمتیں اترتی ہیں۔ مگر ایک طرف ہم ہیں مرغ بے چمن اور
ماہی بے آب نہ دین کے نہ دنیا کے آہ! ؎

پینے جو آگیا کہاں لپٹی ہیں اڑ کے مستیاں — اتنی ہے تند مے یہاں مست ہوں اور پی نہیں

باب دوازدہم

احترام حدیث اور حضرات محدثین کرامؒ کا باضمیر اور حق گو ہونا

یہ بات پہلے باحوالہ عرض کی جا چکی ہے کہ حضرت امام مالکؒ کو حدیث پڑھاتے وقت بچھو نے سولہ ڈنگ مارے لیکن انہوں نے احترام حدیث کے پیش نظر اپنے درس کو بدستور جاری رکھا۔ محدثین کرامؒ کا سرمایہ اور خزانہ تو علم حدیث تھا ہی جس کو وہ ہمیشہ حرز جان سمجھتے رہے اور انہوں نے اپنی جان سے بھی اس کو عزیز سمجھا لیکن اہل اسلام کے اس طبقہ میں بھی جو نسبتاً زیادہ آزاد اور عیاش سمجھا جاتا ہے، اور جن کو اپنے مقاصد اور ہوائے نفس کے پورا کرنے میں دوسروں کی جان عزیز تک کی بھی قدر اور پروا نہیں ہوتی تاریخ اسلامی بتاتی ہے کہ اس خود سر طبقہ میں بھی احترام حدیث کا جذبہ موجود تھا چنانچہ مشہور محدث ابو معاویہ محمدؒ بن خازم الضریرؒ (متوفی ۱۹۵ھ) کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشیدؒ کی مجلس میں اس حدیث کا تذکرہ ہوا جس میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان موسیٰ لقی آدم فقال انت ادم الذی اخرجتنا من الجنۃ الحدیث (محصلہ بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۱ و مسلم ج ۲ ص ۳۳۵) یعنی تو وہ آدم ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ تو نے ہمیں (اپنی لغزش کی وجہ سے) جنت سے نکالا ایک قریشی نے جو مجلس میں موجود تھا یہ کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کب؟ اور کہاں ملاقات ہوئی؟ اس کا یہ کہنا از راہ تمسخر و مزاح تھا ہارون الرشیدؒ کو اس پر اتنا غصہ آیا کہ جلاد سے کہا النطع والسیف زندیق واللہ یطعن فی حدیث

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (یعنی نیچے بچھانے کے لئے چمڑا لاؤ جس پر ان کی گردن اڑائی جائے اور تلوار لاؤ یہ زندیق ہے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث پر طعن کرتا ہے) ابو معاویہؒ نے بڑی نرمی سے کہا امیر المومنین! یہ اس شخص کی سبقت لسانی کا نتیجہ ہے آپ درگذر فرمائیں چنانچہ ان کے سمجھانے پر کہیں جا کر ہارون الرشید کا غصہ فرو ہوا اور اس مسخرے کی جان بچی (البغدادی ج ۱۴ ص ۸) مگر آج منکرین حدیث بے شمار احادیث کا مذاق اڑاتے ہیں اور انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں کیونکہ بے دینی کا زور و شور ہے۔ خالد بن احمد الذھلی گورنر بخارا نے حضرت امام بخاریؒ سے استدعا کی کہ آپ اپنی تصانیف میں سے صحیح بخاری اور کتاب التاریخ ساتھ لے کر آئیں اور مجھے پڑھائیں امام بخاریؒ نے قاصد اور سفیر کو جواب دیا کہ میں علم کی توہین نہیں کر سکتا اور نہ لوگوں کے گھروں میں علم اور کتابیں لئے لئے پھر سکتا ہوں گورنر صاحب سے کہہ دیجئے کہ اگر ان کو علم کا واقعی شوق ہے تو وہ میری مسجد یا میرے گھر میں آ کر مجھ سے پڑھ لیا کریں اور اگر یہ منظور نہ ہو تو گورنر صاحب سے کہہ دیجئے کہ میرے درس و تدریس کو قانونی طور پر بند کر دیں تاکہ میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں معذور قرار دیا جا سکوں کیونکہ بغیر قانونی بندش کے میں اس حدیث کے رو سے جس میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی سے کوئی مسئلہ پوچھا گیا اور اس نے علم کو چھپایا تو قیامت کے دن اس کو آگ کی لگام پہنائی جائے گی حق کو نہیں چھپا سکتا الا یہ کہ تم پابندی لگا دو تو پھر میں معذور ہوں گا اور ایک روایت میں یہ واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے کہ گورنر مذکور نے امام موصوفؒ سے یہ مطالبہ کیا کہ آپ ہمارے گھر آ کر میرے لڑکوں کو صحیح بخاری اور تاریخ کبیر پڑھا دیا کریں امام موصوفؒ نے صاف انکار کر دیا پھر گورنر کا نوٹس آیا کہ آپ میرے لڑکوں کے لئے الگ مجلس منعقد کیا کریں جس میں اور کوئی شریک نہ ہو حضرت امام بخاریؒ نے فرمایا کہ میں دین کے بارے یہ تفریق ہرگز صحیح نہیں سمجھتا گورنر نے جب یہ کھرا کھرا جواب سنا تو بعض علماء کو جنہیں امام بخاریؒ سے حسد تھا جن میں ان کے استاد محترم محمدؒ بن یحییٰ الذھلیؒ بھی تھے ان کے پیچھے

(دگا دیا) اور ایسے حالات پیدا کر دیئے گئے کہ امام بخاریؒ بخارا کو خیر باد کہتے ہوئے سمرقند تشریف لے گئے وہاں کچھ عرصہ کے بعد داعیٔ اجل کو لبیک کہا (بغدادی ج ۲ ص ۳۴۲ و ۳۴۲) اور سمرقند سے چھ میل دور خرتنگ کے مقام میں مدفون ہوئے (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ للسبکیؒ ج ۲ ص ۱۴) امام قبیصہؒ بن عقبہؒ (جو حافظ ثقہ اور مکثر تھے المتوفی ۲۱۵ھ) کے دروازہ پر بادشاہ ابو دلف کا لڑکا دلف مع اپنے خادموں کے حدیث حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا حضرت قبیصہؒ نے نکلنے میں کچھ دیر کی تو شہزادہ کے خادموں نے آواز دی کہ شہزادہ دروازہ پر ہے اور آپ باہر نہیں آتے؟ حضرت قبیصہؒ باہر نکلے تو انہوں نے اپنے تہبند کے کنارے میں خشک روٹی کا ایک ٹکڑا رکھا ہوا تھا اور فرمایا کہ جو شخص دنیا سے صرف اس پر راضی ہو وہ شہزادوں کو کیا جانتا ہے؟ بخدا میں (ایسی مجبوری میں) اس سے حدیث نہیں بیان کروں گا (تذکرہ ج ۱ ص ۳۴۰) حجاج بن الشاعرؒ (ابو محمد حجاجؒ جو الحافظ الاوحد اور المامون تھے المتوفی ۲۵۹ھ) فرماتے ہیں کہ مجھے میری والدہ نے سو روٹی پکا کر دی جو میں نے تھیلے میں ڈال لی اور محدث شبابہؒ کی خدمت میں پورے سو دن مقیم رہا ایک روٹی تھیلے سے نکالتا اور دریائے دجلہ میں بھگوتا اور کھاتا جب وہ روٹیاں ختم ہوگئیں تو میں وہاں سے چل دیا (تذکرہ ج ۲ ص ۱۱۸) امام بقیؒ بن مخلدؒ (المتوفی ۲۷۶ھ جو الامام اور شیخ الاسلام تھے) فرماتے ہیں کہ میں ایک ایسے شخص کو پہچانتا ہوں (اور وہ خود ان کی اپنی ذات ہی تھی) کہ طلب علم کے دور میں اس پر مسلسل کئی دن ایسے گزرتے رہے کہ اس کے پاس کرنب (چقندر) کے پتوں کے بغیر اور کوئی خوراک نہ تھی (تذکرہ ج ۲ ص ۱۸۴) امام ابوبکر عبداللہؒ بن ابی داؤدؒ (المتوفی ۳۱۶ھ جو الحافظ العلامۃ اور قدوۃ المحدثین تھے) فرماتے ہیں کہ میں طلب علم کے لئے کوفہ پہنچا تو میرے پاس صرف ایک درہم تھا میں نے ایک درہم کا تیس ۳۰ مد (ایک مد دو پونڈ کا ہوتا ہے) لوبیا خرید لیا وہ کھاتا رہا اور شیخ سے حدیثیں لکھتا رہا لوبیا ختم ہونے تک میں نے تیس ہزار حدیثیں جن میں مقطوع اور مرسل بھی تھیں لکھ لیں (تاریخ بغداد ج ۹ ص ۴۶۶ تذکرہ ج ۲ ص ۲۹۹ و طبقات سبکیؒ ج ۲ ص ۲۳۳) اور علامہ سبکیؒ لکھتے ہیں کہ ان کا ایک ماہ وہاں

قیام رہا تھا۔

حدیث میں احتیاط اور حق گوئی

حضرت ابو ذرؓ (جندبؓ بن جنادہ المتوفی ۳۲ھ) کی حق گوئی کی وجہ سے بعض لوگوں نے ان کو بعض احادیث بیان کرنے سے روکا کہ مصلحت اس کے خلاف ہے حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا کہ اگر تم قاطع تلوار میری گردن پر رکھ دو اور اس سے میرا گلا کاٹنا چاہو اور میں یہ خیال کروں کہ ایک بات بھی جو میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی ہے میرا گلا کٹنے سے پہلے میں تمہیں سنا سکتا ہوں تو ضرور ایسا کروں گا (بخاری ج ۱ ص ۱۶ دارمی ص ۷۵ رحمۃ مہداۃ ص ۹ و مفتاح الجنۃ ص ۴۴) یعنی تمہاری تلوار اپنا کام کرتی رہے گی اور بفضلہ تعالیٰ میری حق گو زبان اپنا کام کرتی رہے گی۔ حضرت عمرؓ نے حزم و احتیاط کے طور پر حضرت ابو مسعودؓ حضرت ابو الدرداءؓ اور حضرت ابو ذرؓ کو ایک موقع پر قید بھی کر دیا تھا کہ وہ کثرت سے حدیثیں بیان کرتے ہیں (المعتصر ص ۴۵۹) تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ حدیثوں کے بارے میں بھی باز پرس ہوتی ہے اور وہ بے ثبوت حدیثیں پیش کرنے کی جسارت نہ کریں۔ امام علیؒ بن المدینیؒ (المتوفی ۲۳۴ھ جو جلیل القدر محدث اور امام بخاریؒ کے استاد تھے) نے صاف اور صریح الفاظ میں لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ میرے والد فن حدیث میں ضعیف ہیں ان کی کوئی روایت قابل اعتماد نہیں ہے (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۷) غور فرمائیں کہ دنیا میں نسبی رشتوں میں باپ سے زیادہ اور کون قریب ہو سکتا ہے؟ لیکن حدیث رسول کے سلسلہ میں باپ کی بھی قطعاً انہوں نے کوئی پرواہ نہیں کی اس لئے کہ حدیث سب سے زیادہ عزیز ہے۔ امام وکیعؒ بن الجراحؒ (المتوفی ۱۹۷ھ جو الامام الحافظ الثبت اور محدث العراق تھے) کے والد سرکاری خزانچی تھے اسی وجہ سے امام وکیعؒ جس روایت میں ان کے والد منفرد ہوتے اس کو قبول نہیں کرتے تھے تاوقتیکہ کوئی اور ثقہ راوی بھی اس حدیث کو بیان نہ کرتا (تہذیب ج ۱۱ ص ۱۳۰) اس احتیاط اور حق پسندی کی بھی کوئی حد ہے؟ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ کو جب کسی حدیث میں شک پڑتا تو اس ساری حدیث کو ترک کر دیتے (اور بیان نہ کرتے) (الدیباج المذہب ص ۲۴) امام یحییٰؒ بن یحییٰؒ (المتوفی ۲۲۶ھ جو الامام اور الحافظ تھے) کو جب کسی حدیث کے

ایک کلمہ میں توقف اور تردد ہوتا تو ساری حدیث ہی ترک کر دیتے اور اس کو نہ روایت کرتے (تذکرہ ج ۲ صـ۱۲۲) حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے دس ہزار حدیثیں اس لئے ترک کر دی ہیں کہ ان کے ایک راوی میں کوئی بات محل غور اور فکر نظر آئی اور اتنی ہی تعداد میں ایک دوسرے راوی کی حدیثیں بھی اسی وجہ سے ترک کر دی تھیں (بغدادی ج ۲ صـ۲۵) حضرت امام اوزاعیؒ (ابو عمرو عبد الرحمٰنؒ بن عمرؒ المتوفی ۱۵۷ھ جو شیخ الاسلام اور الحافظ تھے جنہوں نے خلیفہ سفاح کے دربار میں جلادوں اور ننگی تلواروں کے ہجوم میں اس کے اس سوال پر کہ بنو امیہ کو جو میں نے قتل کیا ہے آپ کی اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟ بیباک دل یہ فرمایا دماؤہم علیک حرام کہ ان کا قتل کرنا تجھ پر حرام تھا اس پر وہ سخت ناراض ہوا گردن کی رگیں پھول گئیں اور آنکھیں سرخ ہوگئیں مگر انہوں نے بے باکی سے حق گوئی کا فریضہ انجام دیا۔ تذکرہ ج ۱ صـ۱۷۱) کے اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی تیرہ ۱۳ عدد ضخیم کتابیں تھیں وہ زلزلہ کے موقعہ پر جل گئیں اتفاقاً ان میں سے ایک کتاب کسی طرح بچ گئی وہ کسی آدمی کو ملی اور وہ اسے امام صاحبؒ کے پاس لے آیا کہ آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی اور اصلاح کردہ کتاب ہے لیکن امام اوزاعیؒ نے اس کتاب کو جب تک زندہ رہے قبول نہ کیا اس لئے کہ درمیان کے کچھ عرصہ میں وہ ان کی نظروں سے اوجھل رہی تھی (صحیح ابو عوانہ ج ۱ صـ۳۲۱ و تہذیب التہذیب ج ۶ صـ۲۴۲) محدث ابن رستمؒ (المتوفی ۔۔۔ھ جن کا نام احمدؒ بن مہدیؒ بن رستمؒ تھا) کے حالات میں لکھا ہے کہ حضرت قبیصہؒ (تابعی اعلیٰ ابن ذویبؒ بن حلحلہ الخزاعی ابو سعیدؒ جو ثقہ مامون اور کثیر الحدیث تھے المتوفی ۸۶ھ راجع تہذیب ج ۸ صـ۳۴۶ و صـ۳۴۷) کی روایت کردہ حدیثوں کا مکتوبہ مجموعہ ان کے ہاتھ سے کہیں گم ہوگیا بعد کو وہی نسخہ ابن رستمؒ کو مل گیا مگر اس کی مندرجہ روایتوں کا پڑھنا اور بیان کرنا انہوں نے بالکل ترک کر دیا کیونکہ درمیان میں وہ نسخہ غائب ہوگیا تھا) (تاریخ ابن عساکر ج ۲ صـ۱۰۱) مشہور محدث ابو الزبیرؒ (محمدؒ بن مسلمؒ بن تدرسؒ المتوفی ۱۲۸ھ جو الحافظ اور المکثر تھے) سے حضرت امام شعبہؒ نے اس لئے روایت ترک کر دی تھی کہ انہوں نے ایک مرتبہ نسیان کی وجہ سے ایک نماز چھوڑ دی تھی اور ایک روایت میں آتا ہے کہ کسی سے جھگڑا کرتے وقت سخت کلامی پر اتر آئے تھے

اور ایک روایت یہ ہے کہ ان سے ترازو پر تولتے ہوئے کوئی زیادتی ہوگئی تھی (میزان الاعتدال ج ۳ صـ۱۲۴) نسیان اور غصہ تو انسان کے خمیر میں ودیعت کیا گیا ہے نسیان اور غصہ سے کون محفوظ رہ سکا ہے یہ تو صرف پروردگار کی خوبی ہے کہ وہ نہیں بھولتا وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا دیلمام شعبہؒ کا کمال احتیاط ہے ورنہ امام ابن عدیؒ (المتوفی ۳۶۵ھ ابو احمد عبد اللہؒ بن عدیؒ جو الامام الحافظ الکبیر اور متقن تھے تذکرہ ج ۳ صـ۱۴۳) فرماتے ہیں کہ

لا اعلم احدًا من الثقات تخلف عن ابی الزبیرؒ الّا وقد کتب عنہ وھو فی نفسہ ثقۃ الّا ان روی عنہ بعض الضعفاء فیکون ذٰلک من جھۃ الضعیف و ذکرہ ابن حبانؒ فی الثقات وقال لم ینصف من قدح فیہ لان من استرجح فی الوزن لنفسہ لم یستحق الترک لاجلہ۔

(تہذیب التہذیب ج ۹ صـ۴۴۲)

ثقات میں سے مجھے کوئی بھی ایسا شخص معلوم نہیں جس نے ابو الزبیرؒ سے روایت نہ لکھی ہو وہ فی نفسہٖ ثقہ ہیں ہاں بعض ضعیف راوی ان سے روایت کرتے ہیں تو خرابی اس ضعیف کی وجہ سے ہوتی ہے اور ابن حبانؒ نے انہیں ثقات میں لکھا ہے اور فرمایا ہے کہ جس نے ان میں جرح کی ہے اس نے انصاف سے کام نہیں لیا کیونکہ کوئی راوی اپنے لئے ترازو پر زیادہ تلوانے (یا تولنے) کی وجہ سے تو مستحق ترک نہیں ہو جاتا۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تولنے والے کو یہ حکم دیا کہ زن وارجح (نسائی۔ ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ۔ مسند احمد۔ مستدرک اور صحیح ابن حبان وغیرہ الجامع الصغیر ج ۱ صـ۲۱۹ و قال صحیح) یعنی تول اور ترازو کو جھکاؤ اور گاہک کو زیادہ دو اگر ابو الزبیرؒ نے تولنے والے کو کہا کہ تم ترازو کو جھکاؤ یا خود دوسرے سے لیتے وقت ترازو کو جھکا کر (اڑدا) لیا تو اس میں کیا خرابی ہے؟

ہمارا مقصد یہاں صرف اس قدر ہے کہ بعض حضرات محدثین کرامؒ کا کمال احتیاط دیکھیں کہ ایک معمولی چیز کی وجہ سے بھی وہ ایسے راوی سے روایت لینے پر آمادہ نہیں تھے گو جمہور نے روایت کی ہے۔

محدث معاذ بن معاذؒ (المتوفی ۱۹۶ھ جو الامام الحافظ اور العلامۃ تھے) کی خدمت میں دس ہزار دینار پیش کیے گئے کہ آپ فلاں راوی کے بارے سکوت اختیار کریں اور اس پر جرح نہ کریں امام عالی مقام نے کثیر رقم کی تھیلی کو ٹھکراتے ہوئے فرمایا کہ میں کبھی حق کو چھپا نہیں سکتا (تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۱۹۴) معروف محدث شیخ الاسلام ابو اسمٰعیل عبد اللہ بن محمد الہرویؒ (المتوفی ۴۸۱ھ) کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کے زمانہ میں باقتدار اور سربراہ قسم کے لوگوں نے پانچ مرتبہ سر بازار ان کو کھڑا کر کے اور تلوار نیام سے نکال کر اور اٹھا کر کہا کہ آپ اہل بدعت پر جرح کرنے سے باز آجائیں ورنہ آپ کا سر قلم کر دیا جائے گا اس کے جواب میں انہوں نے غیر مبہم اور واضح الفاظ میں فرمایا کہ جو کچھ تم سے ہو سکتا ہے تم کرو میں حق بیان کرنے سے کبھی باز نہیں رہ سکتا (تذکرہ ج ۳ ص ۳۵۴)

اس دنیا میں ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ زمین کے کیڑوں مکوڑوں کے لیے زندگی میں عیش اور جنگل کے خونخوار درندوں کے لیے جینے میں راحت ہے مگر ایک پابند سُنّت کے لیے خداوند کریم کی وسیع زمین پر کوئی خوشی باقی نہیں جہاں بھی اس نے توحید و سُنّت کا سبق پیش کیا اور کتاب و سنت کی دعوت دی اور شرک و بدعت اور منکرات کی تردید کی جھٹ سے اُس پر فتوے بھی لگتے ہیں اور تلواریں بھی نیام سے نکل آتی ہیں اور بمجرد اس الزام کے اس بے گناہ کا خونِ ناحق حلال ہو جاتا ہے اور یہ سب کچھ اس لیے ہوتا ہے کہ تم توحید و سنت کے داعی کیوں ہو اور شرک و بدعت اور رسوم بد کے ماحی کیوں ہو؟ خیر اہل بدعت تو اس پر نازاں ہیں مگر اہل حق اس پر فرحاں و خنداں ہیں اور اسی میں ان کی خوشی ہے سچ ہے ؎

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے — جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

حدیث پڑھنے اور پڑھانے کے آداب

جس مجلس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث پڑھی یا بیان کی جا رہی ہو اس مجلس میں شور و غل برپا کرنا سخت بے ادبی ہے کیونکہ آپ کے ارشاد کا احترام بعد از وفات بھی ویسا ہی ضروری ہے جیسا کہ آپ کی حیات میں تھا۔

جلیل القدر محدث اور حضرت امام بخاریؒ کے استاد امام عبد الرحمٰن بن مہدیؒ (المتوفی ۱۹۸ھ) کا یہ معمول تھا کہ جب ان کے سامنے حدیث پڑھی یا سنائی جاتی تو وہ لوگوں کو خاموش رہنے کا حکم دیتے اور فرماتے لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ کہ اپنی آوازوں کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز پر بلند نہ کرو اور نیز فرماتے تھے کہ حدیث پڑھتے پڑھاتے وقت خاموش رہنا اسی طرح لازم ہے جس طرح آپؐ کے دنیا میں ارشاد فرمانے کے وقت لازم تھا (مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۵۲۹)

حافظ ابن القیمؒ (المتوفی ۷۵۱ھ) فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز کو بلند کرنا جب موجب اکارتِ عمل ہے تو آپ کی سنت اور احکام کے مقابلہ میں اپنی رائے رسم و رواج اور بدعات پر عمل کرنا کیونکہ اعمال صالحہ کے لیے تباہ کن نہ ہوگا (محصلا اعلام الموقعین ج ۱ ص ۴۲)۔

رئیس التابعین حضرت سعید بن المسیبؒ (المتوفی ۹۳ھ) ایک پہلو پر بیمار ہونے کی وجہ سے لیٹے ہوئے تھے اتنے میں ایک شخص نے ان سے ایک حدیث دریافت کی وہ فوراً اُٹھ کر بیٹھ گئے اور حدیث بیان کی سائل نے کہا آپ نے اتنی تکلیف کیوں کی؟ فرمایا میں اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث کروٹ کے بل لیٹے لیٹے بیان کروں (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۱۹ و مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۵۴۱)

حضرت امام مالکؒ (المتوفی ۱۷۹ھ) کا یہ معمول تھا کہ جب حدیث بیان فرماتے تو پہلے غسل کرتے پھر خوشبو لگاتے اور عمدہ لباس پہن کر نہایت عاجزی اور تواضع کے ساتھ حدیث بیان کرتے اور آخر دم تک اسی حالت میں رہتے (محصلہ مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۵۴۲) اور حضرت امام مالکؒ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث کی تعظیم کے پیش نظر باوضو ہی حدیثیں بیان کرتے تھے (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۹۹)

حضرت قتادہ بن دعامہؒ (المتوفی ۱۱۸ھ) اس امر کو مستحب سمجھتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث باوضو ہی پڑھائیں (مصنف عبد الرزاق ج ۱۱ ص ۳۴۴ و شرح السنۃ للبغویؒ ج ۲ ص ۵ و جامع البیان العلم و فضلہ ج ۲ ص ۱۹۹)۔

حضرت امام اعمش رحمہ اللہ کا جب وضو نہ ہوتا اور حدیث بیان کرنا چاہتے تو تیمم کر لیتے تھے

(جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۹۸)

حضرت ضرار بن مرۃ رحمہ اللہ (المتوفی ۔ ھ) فرماتے ہیں کہ حضرات سلف رحمہم اللہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ بے وضو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کریں ۔

(جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۹۸)

حضرت امام لیث رحمہ اللہ بن سعد (المتوفی ۱۷۵ھ) کتابت حدیث بھی وضو کے ساتھ کرتے تھے (مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۵۴۳)

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے صحیح بخاری میں جو حدیث بھی درج کی ہے اس سے پہلے میں نے غسل کیا ہے اور دو رکعتیں نماز پڑھی ہے

ما وضعت فی کتاب الصحیح حدیثاً الا اغتسلت قبل ذالک وصلیت رکعتین (مقدمہ فتح الباری ج ص ۔ ومقدمہ حاشیہ بخاری ص ۔

از مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ ومقدمہ لامع الدراری ص ۳۶ از مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی رحمہ اللہ المتوفی ۱۳۳۴ھ) ۔

باب سیزدہم

بدقسمتی سے آج ایک ایسا طبقہ بھی موجود ہے جو خود کو مسلمان کہلاتا ہے اور بایں ہمہ احادیث کو مشکوک نگاہوں سے دیکھتا اور ان سے گلو خلاصی کے لئے طرح طرح کے بہانے تراشتا ہے کبھی کہتا ہے کہ احادیث ظنی ہیں کبھی کہتا ہے کہ وہ قرآن کریم سے متصادم ہیں کبھی کہتا ہے کہ وہ عقل کے خلاف ہیں کبھی کہتا ہے کہ احادیث دوسری تیسری صدی کی پیداوار ہیں کبھی کہتا ہے کہ یہ عجمیوں کی سازش ہے اور کبھی جعلی اور موضوع احادیث کو چن چن کر بلا وجہ درمیان میں لا کر ان کی وجہ سے صحیح احادیث پر برستا ہے کبھی ان کے معانی میں کیڑے نکالتا ہے الغرض مشہور ہے کہ خوئے بدرا بہانہ ہائے بسیار۔ حافظ ابن تیمیہ نے بجا فرمایا کہ ہر زندیق اور منافق کا اس علم کو باطل کرنے کے لئے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دے کر بھیجا ہے یہ عمدہ ہتھیار ہے کہ وہ کبھی تو یہ کہتا ہے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے ایسا فرمایا ہے؟ اور کبھی کہتا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ اس سے ان کی مراد کیا ہے؟ اور جب ان کے قول اور اس کے معنیٰ کے علم ہی کی پیغمبر سے نفی ہو گئی اور علم ان کی طرف سے حاصل نہ ہوا تو اس کے بعد احادیث (حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے معارضہ سے مامون ہو کر زندیق اور منافق جو چاہتا ہے اپنی طرف سے کہتا ہے کیونکہ اسلام کی سرحدیں ان دو تیروں سے محفوظ تھیں (ایک الفاظ حدیث اور دوسرا ان کے معانی) اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ اور یہی طریقہ نفس نبوت میں عین طعن ہے اگرچہ زبانی کلامی زنادیق اور منافق حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و کمال کا اقرار بھی کرتا ہے (محصلہ نقض المنطق ص ۱۵ طبع

(الظاہرہ) اور کبھی کہتا ہے کہ اگر احادیث حجت ہیں تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرامؓ نے وہ کیوں نہیں لکھیں اور لکھوائیں؟ اور کبھی کہتا ہے کہ آپ نے اور حضرات صحابہ کرامؓ نے احادیث کو مٹانے کا حکم کیوں دیا تھا؟ انشاء اللہ العزیز اس کی بحث تو ہم اگلے باب میں کریں گے یہاں یہ عرض کرنا ہے کہ اہل عرب کو اللہ تعالیٰ نے بڑے قوی حافظے دیے تھے اور وہ کتابت سے زیادہ حفظ پر بھروسہ کرتے تھے اور کتابت کو چنداں وقعت نہ دیتے تھے اور نری کتابت پر اعتماد کو وہ ایک کم درجہ کی حیثیت دیتے تھے۔

چنانچہ امام ابو عمر یوسفؒ بن عبد البر المالکیؒ (المتوفی ۴۶۳ھ) اس سلسلہ میں چند قیمتی باتیں نقل کرتے ہیں جو اہل علم اور ارباب ذوق کے لیے فائدہ سے خالی نہیں۔

(۱) قال اعرابی حرف فی تامورك خیر من عشرة فی کتبك (جامع بیان العلم ج ۱ ص ۶۹)	بدو کہتا ہے کہ ایک حرف جو تیرے دل میں محفوظ ہے ان دس باتوں سے بہتر ہے جو تیری کتابوں میں درج ہیں۔

اندازہ لگائیں کہ عرب کا بدو کتابوں کا طومار دیکھ کر کس طرح مذاق اڑاتا تھا اور یہ فقرہ بدوؤں میں عام چلتا ہوا فقرہ تھا اور یہ محض اس لیے تھا کہ وہ دولت حفظ سے نوازے گئے تھے۔

(۲) مذهب العرب انهم كانوا مطبوعين على الحفظ مخصوصين بذلك (جامع بيان العلم ج ۱ ص ۶۹)	عرب کا طریقہ ہی یہ تھا کہ حفظ کی دولت ان کی فطرت اور طبیعت میں پیوست تھی اور وہ اس دولت سے مختص تھے۔

اس عبارت سے ان کی فطری صلاحیت اور حفظ کے ساتھ اختصاص بالکل واضح ہے۔

(۳) قال الخلیل رحمہ اللہ تعالیٰ ؎

لیس العلم ما حوی القِمَطْرُ ۔۔ ما العلم الّا ما حواه الصدرُ

امام خلیلؒ بن احمدؒ (المتوفی ۱۷۰ھ) فرماتے ہیں کہ علم وہ نہیں جو کاغذوں اور کتابوں میں درج ہے بلکہ علم وہ ہے جو سینہ میں محفوظ ہے۔

(۴) یونسؒ بن حبیبؒ نے ایک شخص سے سنا ؎

استودع العلم قرطاسا فضیعهٗ ۔۔ وبئس مستودع العلم القراطیس

(جامع بیان العلم ج ۱ ص ۶۹) یعنی اُس نے علم کو کاغذ کے سپرد کر دیا اور علم کو ضائع کر دیا اور علم کا بُرا ظرف اور مکان کاغذ ہیں۔

(۵) منصور فقیہؒ فرماتے ہیں ؎

علمی معی حیث ما یَمَّمْتُ احملهٗ ۔۔ بطنی وعاء لهٗ لا بطن صندوقِ
ان کنت فی البیت کان العلم فیه معی ۔۔ او کنت فی السوق کان العلم فی السوقِ

(جامع بیان العلم ج ۱ ص ۶۹)

یعنی میرا علم میرے ساتھ ہی ہوتا ہے جہاں بھی میں قصد کرتا ہوں اسے اٹھائے پھرتا ہوں، میرا پیٹ علم کا برتن ہے نہ کہ صندوق کا پیٹ۔ اگر میں گھر میں ہوتا ہوں تو علم بھی میرے ساتھ گھر میں ہی ہوتا ہے اور اگر میں بازار میں ہوتا ہوں تو علم بھی میرے ساتھ بازار میں ہوتا ہے۔

(۶) ان حضرات کو اللہ تعالیٰ نے ایسا غضب کا حافظہ دیا تھا کہ غیر ارادی طور پر بھی وہ جو کچھ سن لیتے وہ بھی ان کے سینہ میں محفوظ رہتا چنانچہ امام زہریؒ کا بیان ہے کہ۔

انی لامر بالبقیع فاسد اذنی مخافة ان یدخل فیها شیءٌ من الخنا فواللہ ما دخل اذنی شیءٌ قط فنسیته۔ (جامع بیان العلم ج ۱ ص ۶۹)	میں بقیع کے پاس سے گزرتا ہوں تو اپنے کان بند کر لیتا ہوں اس ڈر کے مارے کہ میرے کانوں میں کوئی فحش قسم کے گانے نہ داخل ہو جائیں بخدا کبھی کوئی چیز میرے کان میں داخل نہیں ہوئی کہ پھر وہ مجھے بھول گئی ہو۔

جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے ایسے غضب کے حافظے مرحمت فرمائے تھے وہ بھلا اپنے محبوب پیغمبر کی پیاری باتوں کو بھول سکتے تھے؟ جب کہ آپ کی باتیں تو درکنار رہیں آپ کے ایک بال کے متعلق حضرت عبیدہؒ (بن عمرو السلمانیؒ المتوفی ۷۲ھ) یہ فرماتے ہیں۔

لان تکون عندی شعرة منه احب الیّ من الدنیا وما فیها۔ (البخاری ج ۱ ص ۲۹)	یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بالوں میں سے ایک بال بھی میرے پاس ہو تو دنیا و مافیہا سے وہ مجھے زیادہ محبوب ہے۔

خیال فرمائیں کہ جو حضرات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک بال مبارک کو دنیا وما فیہا سے بہتر سمجھتے تھے وہ آپ کی حدیثوں کو کس عقیدت و محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہونگے۔

(۷) امام ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں کہ

ان العرب قد خصت بالحفظ كان احدهم يحفظ اشعار بعض في سمعة واحدة وقد جاء ان ابن عباس رض حفظ قصيدة عمر بن ابي ربيعة "مِنْ آلِ نُعْمٍ انت غاد فمبكر" في سمعة واحدة الخ (جامع بيان العلم ج ۱ ص ۶۹)

اہل عرب حافظہ کے ساتھ مختص تھے ان میں ایسے بھی تھے جو ایک ہی دفعہ بعض کے اشعار سن کر یاد کر لیتے تھے اور حضرت ابن عباسؓ نے عمر بن ابی ربیعہ کا قصیدہ (امن آل الخ یعنی کیا آل نعم سے تو کل بہت سویرے ہی چلے گا الخ) ایک ہی دفعہ سن کر یاد کر لیا تھا (یہ قصیدہ تقریباً ستر یا اسی اشعار پر مشتمل تھا)

(۸) امام شعبیؒ فرماتے ہیں۔

ماکتبت سوداء في بيضاء وما استعدت حديثا من انسان (طبقات ابن سعدؒ ج ۶ ص ۔۔ دارمی ص ۱۲۵ طبع دمشق و تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۶۷)

یعنی میں نے کبھی سیاہی کے ساتھ کاغذ پر کچھ نہیں لکھا (سب سینے میں محفوظ کیا ہے) اور میں نے کبھی کسی انسان سے حدیث دہرانے کی خواہش نہیں کی۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جو دینی ذوق اُن حضرات کو تھا وہ بعد والوں کو حاصل نہیں ہوسکا اور قرآنِ کریم کے بعد دین کا منبع حدیث شریف اور آثار حضرات صحابہؓ ہیں اور حفظ کی خداداد دولت بھی ان کو وافر نصیب تھی اور انہوں نے پوری ہمت اور استقلال کے ساتھ اس کا ثبوت بھی دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی قول اور فعل بلکہ کوئی حرکت و ادا ان سے اوجھل نہ رہے تو پھر یہ کیسے متصور ہوسکتا ہے کہ اس کو محفوظ رکھنے کے سلسلہ میں انہوں نے کسی بھی قسم کی کوئی کوتاہی کی ہو جس دور کے مسلمانوں کی اکثریت قرآن کریم کے بعد احادیث کی حافظ ہوتی تھی کسی کو کم اور کسی کو زیادہ حدیثیں ازبر ہوتی تھیں اور ہر مسلمان چلتی پھرتی سنت تھا جب خیر القرون سے بُعد ہوتا گیا تو وہ برکات نہ رہیں جو

اُن مبارک قرون میں ہوتی تھیں اور علم و عمل کا وہ ذوق و شوق بھی کم ہوتا چلا گیا اور جید اور قابل اعتبار علماءِ ملت کو فکر ہوئی کہ کتب حدیث کی باقاعدہ تدوین کئے بغیر یہ قیمتی ذخیرہ محفوظ اور باقی نہیں رہ سکتا اس لئے انہوں نے آنے والی نسلوں کے لئے حدیث کو کتابت کی شکل میں محفوظ رکھنا ضروری سمجھا اور ان کی اس نیک اور مخلصانہ کوشش اور کاوش سے حدیث کی تدوین ہوئی۔

الغرض کتابت حدیث تو دورِ زوال و انحطاط کی یادگار ہے اور اس دور کی کاروائی تو منکرین حدیث کے نزدیک تو قابل سند اور حجت ہے مگر صد افسوس ہے کہ دورِ کمال اور زمانۂ عروج کی ارفع اور معتمد علیہ کاروائی ان کے نزدیک مشکوک ہے ورانؔ کا یہ عذر لنگ محض حدیث سے رستگاری کے لئے ہے کہ کلیتہً حدیث سے انکار کے بعد دین کی جو صورت ان کے ماؤف ذہن اور نارسا عقل میں آئے گی وہ دین تصور ہوگی اور جو کچھ بقول ان کے عقل کے خلاف ہوگا یا ان کے نفس امارہ پر شاق اور گراں گذرے گا تو وہ بزعم ان کے عجمیوں کی سازش ہوگی اور ناقابل اعتماد ذخیرہ ہوگا اگر ان کے نزدیک کتابت ہی حجت اور قابل اعتبار حقیقت ہے تو ذیل کے ٹھوس اور مفصل حوالوں سے بخوبی اس کا اندازہ بھی ہوجائے گا کہ اُن مبارک ادوار میں کتابت حدیث کی بھی کوئی کمی نہ تھی اور لکھنے والے باقاعدہ لکھا بھی کرتے تھے۔

بنام ہرقل روم وغیرہ آپکی تحریر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک طویل ہدایت نامہ جس میں دین کی بنیادی باتوں کا تذکرہ ہے تحریر کروا کر اور مہر لگا کر بدست حضرت حیہؓ بن خلیفہ ہرقل روم کو بھیجا تھا (بخاری ج ۱ ص ۴ و مسلم ج ۲ ص ۹۷) اور اسی طرح بنام کسریٰ شاہ ایران آپ کا دعوت نامہ جو بحرین کے گورنر المنذر بن ساوی کی وساطت سے آپ نے بھیجا تھا اس کا تذکرہ بخاری (ج ۱ ص ۱۵) وغیرہ میں موجود ہے اور مسلم (ج ۲ ص ۹۹) کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسریٰ قیصر نجاشی اور ہر جابر کو اللہ تعالیٰ (کے دین) کی طرف دعوت دیتے ہوئے خطوط لکھ کر بھیجے اور اس روایت میں نجاشی سے مراد وہ نجاشی نہیں جس کا جنازہ آپ نے پڑھایا تھا۔ ان کا نام اصحمہؓ

تھا اور وہ مسلمان ہو چکے تھے اور اسی طرح دیگر بعض بادشاہوں اور مقتدر شخصیتوں کو آپ نے اسلام کے دعوت نامے بھیجے جن کا ذکر آگے آ رہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ حضرت ابو شاہ یمنی رضی کی درخواست پر جو خطبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا وہ آپ نے لکھوا کر ان کو دیا تھا اور اسی میں آپ کے صریح الفاظ ہیں اکتبوا لابی شاہ کہ یہ ابو شاہ رضی کو لکھ کر دو (بخاری ج ۱ صـ۲۲ و ج ۱ صـ۳۲۹ و مسند احمد ج ۲ صـ۲۳۵) کتب حدیث و تاریخ اور سیر پر گہری نگاہ رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ آپ کا حجۃ الوداع کا خطبہ کتنا طویل اصول و فروع کے اہم مسائل پر حاوی اور جامع و مانع تھا اگر آپ کے ارشادات کا لکھنا ناجائز ہوتا تو آپ صاف طور پر یہ فرما دیتے کہ لکھنے کی اجازت نہیں ہے اس کو صرف زبانی طور پر یاد رکھو اور نیز اگر آپ کے ارشادات حجت نہ ہوتے تو اولاً حضرت ابو شاہ رضی کو ان کے لکھوا کر محفوظ رکھنے کی ضرورت ہی نہ پیش آتی و ثانیاً آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود فرما دیتے کہ (معاذ اللہ تعالیٰ) میری باتیں تو صرف مجمع کو جمع کرنے اور اس کو خوش کرنے کے لئے ہوتی ہیں اور یہ صرف دماغی اور ذہنی عیاشی ہے تم لکھنے کے بیکار کام کے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہو؟ غرضیکہ ہر حق جو اس سے حقیقت کو پا سکتا ہے اور یہ ایک خالص حقیقت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں حضرات صحابہ کرام رضی کے جتنے اجتماعات ہوئے حجۃ الوداع کا اجتماع ان سب میں بڑا نرالا اور آخری اجتماع تھا اور ابن ماجہ صـ۲۲ کی روایت میں ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بے شمار انسان جمع تھے (بشر کثیر) اور سب یہ چاہتے تھے کہ آپ کی پیروی کریں اور آپ کے عمل جیسا عمل کریں۔ اور یہی نیک جذبہ ان کو آپ کے گرد جمع کئے ہوئے تھا۔

حافظ ابن حجر رح فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے وقت تک جن حضرات نے آپ سے حدیثیں سنیں اور آپ کو دیکھا جن میں مرد اور عورتیں سبھی شامل ہیں ان کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی (اصابۃ فی تذکرۃ الصحابۃ رض ج ۱ صـ۳)

حضرت عبداللہ رض بن عمرو رض (المتوفی ۶۳ھ) حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہیں کہ میرے بغیر کسی کو اتنی حدیثیں معلوم نہیں (بیان ہو چکا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رض سے ۵۳۷۴ حدیثیں مروی ہیں) جتنی حضرت عبداللہ بن عمرو رض کو معلوم ہیں کیونکہ وہ لکھ لیتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا (بخاری ج ۱ صـ۲۲ و ترمذی ج ۲ صـ۲۲۴ و دارمی صـ۶۹ و مستدرک ج ۱ صـ۱۰۵) ایسا لگتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رض کا حدیثیں نہ لکھنے (اور نہ لکھوانے) کا واقعہ ابتدائی دور کا ہے آخر میں حضرت ابوہریرہ رض سے کتابت حدیث کا ثبوت بھی ملتا ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجر رح الحسن بن عمرو بن امیہ رض سے سند کے ساتھ روایت نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رض کے پاس ایک حدیث بیان کی گئی اور انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے گئے اور انہوں نے ہمیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثوں کی لکھی ہوئی کتابیں دکھلائیں اور فرمایا کہ یہ میرے پاس لکھی ہوئی ہیں امام ابن عبد البر رح فرماتے کہ ھمام کی روایت (جس میں عدم کتابت کا ذکر ہے) زیادہ صحیح ہے اور دونوں روایتوں میں جمع اور تطبیق بھی ممکن ہے وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دور میں وہ نہیں لکھتے تھے اور پھر بعد کے زمانہ میں لکھتے تھے (فتح الباری ج ۱ صـ۲۱۷) حضرت ابوہریرہ رض کے ایک مجموعہ کا جو مروان نے حکمت عملی سے لکھوایا تھا اور جس میں بہت سی حدیثیں درج تھیں ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اور ان کی کچھ احادیث کا مجموعہ حضرت ہمام رح بن منبہ رح نے تیار کیا تھا جو صحیفۂ ہمام رح کے نام سے احادیث میں مشہور ہے اس سے کچھ حدیثیں حضرت امام احمد رح نے مسند ج ۲ صـ۳۱۲ تا صـ۳۱۸ میں نقل کی ہیں حافظ ابن حجر رح فرماتے ہیں وصحیفۃ ہمام مشھورۃ (تہذیب التہذیب ج ۱ صـ۳۱۶) کہ ہمام رح کا صحیفہ مشہور ہے۔ و اسی طرح حضرت بشیر رح بن نہیک نے بھی حضرت ابوہریرہ رض کی روایتوں کا ایک مجموعہ لکھا ہے اور پھر ان سے اس کی روایت کی اجازت بھی لی (کتاب العلل ترمذی ج ۲ صـ۲۳۹ و دارمی صـ۶۸)

حضرت عبداللہ بن عمرو رض کا یہ معمول تھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وہ جو کچھ سنتے تھے وہ سب لکھ لیتے تھے بعض حضرات صحابہ کرام رض نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر ہیں کبھی غصہ کی حالت میں گفتگو فرماتے ہیں اور کبھی خوشی کی حالت میں اور تم سب لکھ لیتے ہو؟ حضرت عبداللہ بن عمرو رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

مراجعت کی آپ نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ بخدا اس سے جو کچھ نکلتا ہے اور جس حالت میں نکلتا ہے وہ حق ہی ہوتا ہے سو تم لکھ لیا کرو (ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۸ دارمی ص ۶۷ مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۳ و مستدرک ج ۱ ص ۱۰۶)

حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ نے اپنے اس مجموعہ کا نام صادقہ رکھا تھا (طبقات ابن سعدؒ ج ۲ ص ۱۲۵ قسم اول) اور وہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اپنی زندگی کی آرزو دو چیزوں نے پیدا کر دی ہے جن میں سے ایک صادقہ ہے اور یہ وہ صحیفہ جو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سن کر لکھا ہے (مسند دارمی ص ۶۹) اور دوسری چیز وہط نامی زمین تھی جس کو حضرت عمروؓ بن العاص نے وقف کیا تھا اور حضرت عبداللہؓ اس کے متولی تھے (جامع بیان العلم ج ۱ ص ۷۲) حضرت عبداللہؓ کا یہی صحیفہ ان کے پوتے عمروؒ بن شعیبؒ کے ہاتھ لگ گیا تھا (ترمذی ج ۱ ص ۴۳ و ج ۱ ص ۸۲) اور یہ اسی صحیفہ سے روایت کرنے کی وجہ سے ضعیف سمجھے جاتے تھے (تہذیب ج ۸ ص ۴۹) کیونکہ حضرات محدثین کرامؒ کے بیان کردہ ضابطہ کے مطابق اگر کسی کو کتاب مل جائے اور صاحبِ کتاب نے اس سے روایت بیان کرنے کی اجازت نہ دی ہو تو اس کتاب سے روایت بیان کرنا حجت اور صحیح نہیں ہے (دیکھئے شرح نخبۃ الفکر ص ۱۰۱ وغیرہ)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ کے پاس ایک کتاب دیکھی ان سے دریافت کیا گیا کہ یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ یہ صادقہ ہے جس میں مندرج روایات کو میں نے براہ راست آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے میرے اور آپ کے درمیان کوئی اور واسطہ نہیں ہے (طبقات ابن سعدؒ ج ۲ ص ۱۲۵ قسم اول) حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا میں علم کو قید تحریر میں لے آؤں؟ آپ نے فرمایا ہاں (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲ وفیہ عبداللہ بن مؤملؒ وثقہ ابن معینؒ و ابن حبانؒ وقال ابن سعدؒ ثقۃ قلیل الحدیث وقال الامام احمدؒ احادیثہ مناکیر و جامع بیان العلم ج ۲ ص ۲۷)۔

حضرت عائشہؓ (المتوفاۃ ۵۷ھ) فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

تلوار کے قبضہ سے دو تحریریں دستیاب ہوئیں جن میں درج تھا کہ سب سے بڑا نافرمان وہ شخص ہے جس نے اپنے پیٹنے والے کے علاوہ کسی اور کو پیٹا اور قاتل کے علاوہ کسی دوسرے کو قتل کیا اور وہ شخص جس نے اپنی پرورش کرنے والوں کے علاوہ دوسروں سے اپنا الحاق کر لیا اور ایسا شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا منکر ہے اور اس کی کوئی فرضی اور نفلی عبادت قبول نہ ہوگی (مستدرک ج ۴ ص ۳۴۹ قال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح)

حضرت نہشلؓ بن مالک (المتوفی سنہ ھ) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دین کی کچھ باتیں دریافت کیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ بن عفانؓ کو حکم دیا فکتب لہ کتاباً فیہ شرائع الاسلام (البدایۃ والنہایۃ ج ۵ ص ۳۵۱ اور تجرید ج ۲ ص ۱۲۲ للذہبیؒ میں بھی اس کتاب کا ذکر ہے) تو انہوں نے ان کو ایک کتاب لکھ کر دی جس میں اسلام کے احکام تھے شرائع الاسلام کا جملہ بڑا واضح اور وسیع ہے مردم شماری آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ ہجرت کر کے تشریف لے گئے تو آپ نے مردم شماری کا حکم دیا چنانچہ مردم شماری ہوئی تو چھ اور سات سو کے درمیان نام قلم بند ہوئے (صحیح ابوعوانہ ج ۱ ص ۱۰۲) اور اس کے بعد ایک موقع پر مردم شماری کرائی گئی تو تعداد پندرہ سو تحریر ہوئی (بخاری ج ۱ ص ۴۳۰) اور اس میں آپ کے الفاظ یہ ہیں اکتبوا لی من یلفظ بالاسلام من الناس فکتبنا لہ الحدیث یعنی مجھے مسلمانوں کی گنتی لکھ کر دو چنانچہ ہم نے لکھ کر دی۔

زکوٰۃ کے متعلق تحریرات زکوٰۃ کے احکام اور مختلف چیزوں میں زکوٰۃ کا لازم ہونا اور زکوٰۃ کی مختلف شرح کتابی شکل میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لکھوائی تھی جو حضرت عمرؓ کے خاندان کے پاس تھی (ہٰذہ نسخۃ کتاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم التی کتب فی الصدقۃ وہو عند آل عمرؓ بن الخطاب الخ دارقطنی ج ۱ ص ۲۰۹) اور یہ کتاب حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ نے جب کہ وہ مدینہ طیبہ کے گورنر تھے حضرت عبداللہؒ بن عبداللہؒ بن عمرؓ اور حضرت سالمؒ بن عبداللہؒ سے نقل کی تھی اور اپنے ماتحت افسروں کو حکم دیا تھا کہ اسی کتاب کے مطابق عمل کروائیں اسی کے مطابق خلیفہ ولید بن عبدالملک اور دیگر خلفاء عمل کرتے اور حکام سے زکوٰۃ کے بارے میں عمل کرواتے تھے (دارقطنی ج ۱ ص ۲۰۹) اور حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ م

(المتوفی سنہ ۱۰۱ھ) جب خلیفہ منتخب ہوئے تو انہوں نے

ارسل الی المدینۃ یلتمس عہد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الصدقات فوجد عند آل عمرو بن حزم کتاب النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم الی عمرو بن حزم فی الصدقات ووجد عند آل عمر بن الخطاب کتاب عمر الی عمالہ فی الصدقات بمثل کتاب النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم الی عمرو بن حزم فامر عمر بن عبد العزیز عمالہ علی الصدقات ان یأخذوا بما فی ذینك الکتابین
(دار قطنی ج ۱ ص ۲۱۰)

مدینہ طیبہ قاصد بھیجا تاکہ وہ اس تاکیدی فرمان کی تلاش کرے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدقات کے بارے فرمایا تھا چنانچہ قاصد نے حضرت عمرو بن حزم کے خاندان کے پاس وہ کتاب پائی جو صدقات کے بارے آپ نے جاری فرمائی تھی اور اسی طرح حضرت عمر کے خاندان کے پاس بھی وہ تحریر پائی جو انہوں نے عمال کو بھیجی تھی اور وہ کتاب اسی طرح کی تھی جس طرح کی کتاب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم کو ارسال کی تھی حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے عمال کو انہی دو کتابوں کے بارے تاکید کی کہ وہ صدقات کے بارے انہی کتابوں پر عمل کریں۔

حضرت عمرو بن حزم کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو ایک تحریر ان کو لکھوا کر دی جس میں فرائضِ صدقات اور دیات وغیرہا کے متعلق بہت سی ہدایات تھیں (نسائی ج ۲ ص ۲۱۸ وکنز العمال ج ۳ ص ۱۹۳) اسی طرح زکوٰۃ کے متعلق بعض دیگر محصلین کے پاس بھی تحریری ہدایتیں موجود تھیں (دار قطنی ج ۱ ص ۲۰۴)

صحیفۂ علیؓ حضرت علیؓ (المتوفی سنہ ۴۰ھ) کے پاس ایک صحیفہ تھا جو ان کی تلوار کی نیام میں پڑا رہتا تھا اس میں متعدد حدیثیں متعلقۂ احکام قلم بند تھیں اور انہوں نے لوگوں کو وہ صحیفہ دکھایا بھی تھا (بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۴ مسلم ج ۲ ص ۱۶۱ وادب المفرد ص ۵) اور اس صحیفہ میں متعدد احکام درج تھے جو حقوق اللہ وحقوق العباد پر مشتمل ہیں (دیکھئے بخاری ومسلم صفحات مذکورہ) اور حضرت علیؓ نے ایک موقع پر لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ صحیفہ ہے

جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے دیا ہے اس میں فرائضِ صدقات ہیں (مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۹) حدیبیہ میں جو صلح نامہ حضرت علیؓ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے لکھا تھا اس کی ایک نقل قریش نے لی اور ایک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بھی (طبقات ابن سعد مغازی ص ۷۱) حضرت علیؓ کے فیصلوں کا ایک بڑا حصہ کتابی شکل میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس موجود تھا (مسلم ج ۱ ص ۱۰) ایک دن کوفہ میں حضرت علیؓ خطبہ دے رہے تھے اسی خطبہ میں آپ نے فرمایا کہ ایک درہم میں کون علم خریدنا چاہتا ہے حارث اعور ایک درہم کے کاغذ خرید لائے اور ان کاغذوں کو لئے ہوئے حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت علیؓ نے حارث کے لائے ہوئے اوراق میں فکتب لہ علماً کثیراً (طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۱۶) بہت سا علم لکھ دیا۔

حضرت عبد اللہ بن الحکیم (المتوفی سنہ ھ) کے پاس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک خط پہنچا جس میں مردہ جانور کے متعلق حکم درج تھا (معجم صغیر طبرانیؒ ص ۲۱)

حضرت وائلؓ بن حجر (المتوفی سنہ ھ) جب بارگاہ نبوی سے رخصت ہو کر اپنے وطن حضر موت جانے لگے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو خاص طور پر ایک نامہ لکھوا کر دیا جس میں نماز روزہ ربوٰ شراب اور دیگر امور کے متعلق احکام تھے (معجم صغیر طبرانیؒ ص ۲۴۲)

حضرت ضحاکؓ بن سفیان (المتوفی سنہ ھ) ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے مجمع سے پوچھا کہ کسی کو معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شوہر کی دیت میں سے بیوی کو کیا دلایا؟ تو حضرت ضحاکؓ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ حکم ہمیں لکھوا کر بھیجا تھا (دار قطنی ج ۲ ص ۴۵۷) اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس حکم کو تحریر کروا کر بھیجنے کا ذکر ابو داؤد ج ۲ ص ۵ ترمذی ج ۲ ص ۳۲ اور ابن ماجہ ص ۱۹۴ وغیرہ میں بھی ہے۔ یہود مدینہ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو تحریری معاہدہ کیا تھا اس کا ذکر ابو داؤد ج ۲ ص ۶۶ وغیرہ میں مذکور ہے۔

حضرت عمرؓ (المتوفی ۲۳ھ) کا یہ عام ارشاد تھا کہ علم کو قید تحریر میں لاؤ (مستدرک ص ۱۰۶) حضرت عمرؓ نے حضرت عتبہؓ بن فرقد کو جب کہ وہ آذربیجان کے محاذ پر تھے یہ خط

لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ریشمی لباس پہننے سے منع کیا ہے ہاں مگر چار انگشت تک کا حاشیہ اور کنارہ ہو تو گنجائش ہے (محصلہ مسلم ج ۲ ص ۱۹۱)

حضرت انسؓ (المتوفی ۹۳ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عتبانؓ سے ملاقات کی انہوں نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی (جس میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے سچے دل سے کلمۂ شہادت پڑھا تو اس پر آتش دوزخ حرام ہے۔ یعنی صدق دل سے پڑھا اور اس کے مطابق عمل بھی کیا) مجھے یہ حدیث بہت پسند آئی اور میں نے لکھ لی (ابو عوانہ ج ۱ ص ۱۳) حضرت انسؓ اپنے شاگردوں سے فرمایا کرتے تھے کہ علم کو قید تحریر میں لاؤ (تلخیص المستدرک ج ۱ ص ۱۰۶ و دارمی ص ۶۸ طبع ہند و ص ۱۲۷ طبع دمشق و مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲ رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ رجال الصحیح)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ (المتوفی ۶۹ھ) نے بھی فرمایا کہ علم کو قید تحریر میں لاؤ (دارمی) اور خود انہوں نے ایک شخص کو حدیث لکھوائی اور اس نے لکھ لی (مسند احمد ج ۲ ص ۱۹۹) اور حضرت ابن عمرؓ مجوزین کتابت علم میں شامل ہیں (بخاری ج ۱ ص ۱۵) حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عائشہؓ کو خط لکھا کہ مجھے مختصر طور پر چند نصائح لکھ کر بھیجیں حضرت عائشہؓ نے چند نصیحتیں ان کو لکھ کر روانہ کیں (ترمذی ج ۲ ص ۶۴) حضرت جابرؓ کی روایتوں کا ایک مجموعہ حضرت وہب تابعیؒ نے تیار کیا تھا جو اسمٰعیلؒ بن عبدالکریمؒ کے پاس تھا اور وہ اس سے روایت بیان کرتے تھے اور اسی لئے ضعیف سمجھے جاتے تھے (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۱۶) حضرات محدثین کرامؒ کا ضابطہ بیان ہو چکا ہے۔ حضرت جابرؓ کی روایتوں کا ایک مجموعہ حضرت سلیمانؒ بن قیس یشکریؒ نے تیار کیا تھا حضرت ابو الزبیرؒ حضرت ابو سفیانؒ اور حضرت امام شعبیؒ جو سب تابعی ہیں حضرت جابرؓ کا صحیفہ انہیں سے روایت کرتے ہیں اور براہ راست بھی انہوں نے حضرت جابرؓ سے سماعت کی ہے (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۲۱۵)۔

حضرت عوفؓ بن مالک (المتوفی ۷۳ھ) فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک موقع پر آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا ہذا اوان رفع العلم یعنی کشفی طور پر جو وقت نظر آرہا ہے اس میں علم اٹھ جائے گا ایک انصاری نے کہا جن کا نام

زیادؓ بن لبید تھا (المتوفی ۴۱ھ) یا رسول اللہ علم کیسے اٹھ جائے گا وقد اثبت فی الکتب ووعتہ القلوب جب کہ وہ کتابوں میں ثبت کیا گیا ہوگا اور دلوں نے اس کو یاد کیا ہوگا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم یہود اور نصاریٰ کے پاس لکھا ہوا نہیں ہے الحدیث (مستدرک ج ۱ ص ۹۹ قال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح و مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۰۰) مطلب واضح ہے کہ علم صرف لکھنے اور یاد کرنے ہی سے باقی نہیں رہتا جب تک کہ اس پر عمل بھی نہ ہو اور اس کی عام اشاعت نہ ہو آخر کتابیں تو یہود و نصاریٰ کے پاس بھی تھیں لیکن علماء حق کے اٹھ جانے اور بے عملی اور کتب پر علماء سُوء اور پیران بدکردار کی اجارہ داری نے کتب میں درج شدہ علم کی روح ختم کر دی ہے۔ حضرت زیادؓ کی یہ روایت مشکوٰۃ ج ۱ ص ۳۸ میں بھی بحوالہ مسند احمد و ابن ماجہ و ترمذی و دارمی نقل کی گئی ہے اور یہ روایت مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۰۰ میں بھی ہے مشکوٰۃ کی روایت میں یہود و نصاریٰ کی بے عملی اور تورات و انجیل کا ذکر ہے اور مجمع الزوائد کی روایت میں تورات و انجیل اور یہود و نصاریٰ کا تذکرہ ہے لیکن اس میں رفع العلم کا سبب حاملین علم کا اٹھ جانا مذکور ہے اور حضرت زیادؓ کی ایک اور روایت ہے جس میں یہود و نصاریٰ کے تورات و انجیل پر عمل نہ کرنے کا ذکر ہے (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۰۱ و اسنادہ حسن) اور اسی مضمون کی ایک روایت حضرت ابو الدرداءؓ سے بھی ہے جس میں حضرت زیادؓ کے سوال کا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس جواب کا تذکرہ موجود ہے کہ یہود و نصاریٰ کے پاس بھی تورات و انجیل موجود ہیں فماذا یغنی عنہم یعنی ان کے مطابق عقیدہ اور عمل اور اخلاق کے نہ ہونے سے محض کتابوں کے موجود ہونے سے کیا فائدہ؟

یعنی یہ تو یحمل اسفارًا کا مصداق ہے اس مفصل روایت کی روشنی میں یہ بات بالکل عیاں ہو گئی ہے کہ جب حضرت زیادؓ نے یہ فرمایا کہ وقد اثبت فی الکتب کہ علم جب کتابوں میں لکھا اور درج کیا ہوا ہوگا تو پھر کیسے ضائع ہوگا؟ تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی اگر علم لکھنا ممنوع ہوتا تو آپ اس پر ہرگز خاموشی اختیار نہ فرماتے بلکہ سختی سے تردید فرما دیتے کہ علم کو لکھنے کا کیا جواز ہے؟ اور اگر کسی کے پاس کچھ لکھا ہوا ہے تو اسے مٹا دے بالکل ظاہر امر ہے کہ آپ کا اس پر سکوت

فرمایا بلکہ صاف الفاظ میں یہ فرمایا کہ آخر تورات و زبور بھی تو لکھی ہوئی ہیں لیکن ان پر عمل کئے بغیر زرے لکھنے سے کیا فائدہ؟ کتابتِ علم کے جواز کی یہ بھی واضح دلیل ہے اور بقول مولانا رومؒ علم تو صرف ع علمِ دین فقہ است و تفسیر و حدیث ست ـ اور یہ علوم سر فہرست کتابوں میں لکھے جاتے تھے۔ حضرت زیادؓ بن لبید بیاضی کو جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضر موت کا گورنر بنا کر بھیجا تو ان کو فرائضِ صدقات کے متعلق کتابی شکل میں تحریر لکھوا کر دی (نصب الرایۃ ج۲ ص۳۵۱)۔

حضرت براءؓ بن عازبؓ (المتوفی سنہ ۷۲ھ) کے پاس لوگ بیٹھ کر ان کی روایتوں کو لکھا کرتے تھے (دارمی ص۶۹)۔

اہل یمن کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو احکام لکھوا کر بھجوائے تھے ان میں یہ مسئلے بھی تھے کہ قرآن کریم کو بغیر طہارت کے ہاتھ نہ لگایا جائے اور غلام خریدنے سے پہلے آزاد نہیں کیا جا سکتا اور نکاح سے پہلے طلاق واقع نہیں ہوتی (دارمی ص۲۹۳) اور اس کتاب کا اور بغیر طہارت کے قرآن کریم کو ہاتھ نہ لگانے کا ذکر دار قطنی ج۱ ص۴۵ وغیرہ میں بھی ہے۔

حضرت رافعؓ بن خدیج (المتوفی سنہ ۷۳ھ) مروان نے اپنے خطبہ میں یہ بیان کیا کہ مکہ مکرمہ حرم ہے حضرت رافعؓ بن خدیج نے بلند آواز سے پکار کر فرمایا کہ مدینہ طیبہ بھی حرم (اور عزت واحترام کا مقام) ہے اور یہ حکم میرے پاس لکھا ہوا موجود ہے اگر تم چاہو تو میں اسے پڑھ کر سنا دوں (مسند احمد ج۴ ص۱۴۱)

حضرت نعمانؓ بن بشیرؓ (المتوفی سنہ ۶۴ھ) کو حضرت ضحاکؓ بن قیس نے خط لکھ کر دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کی نماز میں سورۂ جمعہ کے بغیر اور کونسی سورت پڑھتے تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ پڑھتے تھے (مسلم ج۱ ص۲۸۹)

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کی روایتوں کے مختلف تحریری مجموعے تھے اہل طائف میں سے کچھ لوگ ان کا ایک مجموعہ ان کو پڑھ کر سنانے کے لئے لائے تھے (کتاب العلل امام ترمذیؒ ص۲۳۸) حضرت سعیدؒ بن جبیرؒ ان کی روایتوں کو لکھا کرتے تھے (دارمی ص۶۹)

امام مغازی حضرت موسیٰؒ بن عقبہؒ (المتوفی سنہ ۱۴۱ھ) فرماتے ہیں کہ میرے پاس حضرت

ابن عباسؓ کے غلام حضرت کریبؒ نے حضرت ابنؓ عباس کی کتابیں رکھوائی تھیں جو ایک بارِ شتر تھیں (تہذیب التہذیب ج۸ ص۴۳۳) حضرت ابن عباسؓ کا یہ حال تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام حضرت ابو رافعؓ کے پاس آتے اور سوال کرتے کہ فلاں دن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا کیا؟ اور حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ ایک شخص ہوتا جو ان کی ساری باتوں کو جنہیں حضرت ابو رافعؓ بیان کرتے لکھتا جاتا (الکتانی ج۲ ص۲۴۶) حضرت ابو رافعؓ کی اہلیہ حضرت سلمیٰؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو دیکھا کہ ان کے پاس تختیاں تھیں جن پر حضرت ابو رافعؓ کی بیان کردہ روایتوں کو وہ لکھا کرتے تھے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افعال کے متعلق حضرت ابو رافعؓ بیان کرتے تھے (الکتانی ج۲ ص۲۴۷) اور یہی حضرت سلمیٰؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو دیکھا کہ وہ حضرت ابو رافعؓ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کارنامے لکھا کرتے تھے (طبقات ابن سعد ج۲ ص۱۲۳ قسم دوم)

حضرت عکرمہؒ (المتوفی سنہ ۱۰۵ھ) فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو خط (بحرین کے سربراہ) المنذر بن ساوی کو بھیجا تھا وہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کی وفات کے بعد ان کی کتابوں میں پایا اور میں نے وہ لکھ لیا۔ اور اس خط میں دینی اور ملکی باتوں کا ذکر ہے زاد المعاد ج۳ ص۶۱) اس کے علاوہ متعدد بادشاہوں اور اپنے اپنے علاقہ کے سربراہوں کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو خطوط ارسال کئے جن میں دین کا اہم ذخیرہ موجود ہے کتب سیر و تاریخ میں ان کی خاصی تفصیل موجود ہے ان میں مصر کا بادشاہ مقوقس عمان کا بادشاہ جیفر بن الجلندی ـ یمامہ کا ہوذہ بن علی غسان کا حارث بن ابی شمر خاصے مشہور و معروف ہیں حافظ ابن القیمؒ (المتوفی سنہ ۷۵۱ھ) نے زاد المعاد ج۳ ص۶۰ تا ۶۳ میں ان کو قدرے تفصیل سے درج کیا ہے اور آپؐ کے ارسال کردہ ان خطوط اور دعوت ناموں کے سلسلہ میں حضرت مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی کی بے نظیر کتاب البلاغ المبین فی مکاتیب سید المرسلین (علیہ وعلیٰ جمیعہم الصلوٰت والتسلیمات الف الف مرۃ) مفید ترین کتاب ہے جو اہل علم کے لئے ایک علمی تحفہ ہے جس میں ان خطوط کی پوری تفصیل ہے۔ حضرت کریبؒ (المتوفی سنہ ۹۸ھ) فرماتے ہیں کہ یہ باتیں میرے تابوت میں لکھی ہوئی ہیں اور تابوت

(وہ صندوق ہے جس) میں حضرت علیؓ بن عبد اللہؓ بن عباسؓ کی کتابیں تھیں (ابو عوانہ ج۲ ص۳۱۲)۔

حضرت امیر معاویہؓ (المتوفی ۶۰ھ) نے حضرت مغیرہؓ کو لکھا کہ وہ دعا جو (اکثر) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے مجھے لکھ کر بھیجو تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ (ابو عوانہ ج۲ ص۲۴۳ وابو داؤد ج۱ ص۲۱۱ وادب المفرد ص۶۷) اور اس حدیث میں آتا ہے کہ یہ بھی لکھ کر بھیجا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیل وقال کثرت سوال اضاعت مال اور ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے اور خود نہ دینے اور دوسرے سے مانگنے سے منع فرمایا ہے (ادب المفرد ص۶۷ وبعضہ فی ص۵) اور ان میں سے بعض چیزوں کے لکھ کر ارسال کرنے کا ذکر بخاری ج۱ ص۲۰۰ میں بھی ہے اور قدرے تفصیل سے بعض مزید چیزوں کا ذکر بخاری ج۲ ص۹۸۴ میں ہے) حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عبد الرحمٰن بن شبل الانصاریؓ کو خط لکھ کر بھیجا کہ لوگوں کو حدیث کی تعلیم دو اور جب میرے خیمے کے پاس کھڑے ہو تو مجھے حدیثیں سناؤ (مسند احمد ج۳ ص۴۴۴) یہ سُنانا شاید اس لئے تھا کہ کہیں ان سے حدیث میں غلطی تو نہیں ہوتی۔

حضرت ابو ھریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میں بسا اوقات آپ سے کوئی حدیث سنتا ہوں اور وہ مجھے پسند آتی ہے لیکن میں اس کو یاد نہیں رکھ سکتا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو لکھ لیا کرو (رحمۃ مھداۃ ص۱۱)۔

حضرت عبد اللہؒ نے حضرت عمرؒ بن عبد اللہؓ بن ارقم الزہریؒ کو خط لکھا کہ حضرت سُبیعہؓ بنت الحارث الاسلمیۃ کے پاس جاؤ اور اُن سے (خاوند کی وفات کے بعد عورت کی عدت کے بارے) حدیث دریافت کرو اور ان کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا ہے وہ بھی دریافت کرو چنانچہ ان سے دریافت کرنے کے بعد وہ حدیث انہیں تحریر

کر کے انہوں نے بھیجی۔ (نسائیؒ ج۲ ص۹۸)

حضرت عبد اللہؓ بن عمروؓ بن العاص کے سامنے قسطنطنیہ اور رومیۃ کی فتح کا تذکرہ ہوا تو انہوں نے ایک صندوق طلب کیا اور اسے کھولا اور فرمایا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تھے اور آپ کے ارشادات لکھتے تھے آپ نے فرمایا کہ پہلے قسطنطنیہ فتح ہوگا (مستدرک ج۴ ص۴۲۲ قال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح۔ والدارمی ص۶۸)

حضرت حجرؒ بن عدیؓ (المتوفی ۵۱ھ) کے سامنے پانی سے استنجاء کرنے کا ذکر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ طاق میں جو صحیفہ رکھا ہوا ہے ذرا اسے مجھے لا کر دو جب وہ صحیفہ لا کر دیا گیا تو حجرؒ بن عدیؓ یہ پڑھنے لگے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ وہ روایتیں ہیں جو میں نے حضرت علیؓ بن ابی طالب سے سُنی ہیں انہوں نے فرمایا کہ طہور ایمان کا نصف ہے۔ (طبقات ابن سعدؒ ج۶ ص۱۵۴) ایمان کامل طہارت باطنی (جو کلمۂ توحید سے حاصل ہوتی ہے) اور طہارت ظاہری (جو وضو وغیرہ سے حاصل ہوتی ہے) کا نام ہے۔

محدث عبد الاعلیٰؒ (المتوفی ۱۵۱ھ) جو روایتیں حضرت محمدؒ بن الحنیفیۃؒ سے نقل کرتے تھے وہ دراصل ایک کتاب تھی اور عبد الاعلیٰؒ نے براہ راست وہ روایتیں حضرت محمدؒ بن الحنیفیۃؒ سے نہیں سنی تھیں (طبقات ابن سعدؒ ج۶ ص۹۴)

امام جعفر صادقؒ (المتوفی ۱۴۸ھ) فرمایا کرتے تھے کہ ہم جو روایتیں اپنے آباء و اجداد سے نقل کرتے ہیں میں نے ان سب کو حضرت امام باقرؒ کی کتابوں میں پایا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج۲ ص۱۰۴)

حضرت ابو قلابہؒ (عبد اللہؒ بن زیدؒ الجرمی المتوفی ۱۰۴ھ) کا جب انتقال ہوا تو ان کی وصیت کے مطابق ان کی کتابیں حضرت ایوب سختیانیؒ کو دی گئیں جو ایک اونٹنی پر لاد کر لائی گئی تھیں (فی عدل راحلۃ) (تذکرہ ج۱ ص۸۸)

حضرت سمرۃؓ بن جندب (المتوفی ۵۹ھ) سے ان کے بیٹے حضرت سلیمانؒ روایتوں کا ایک نسخہ روایت کرتے ہیں اور اُن سے اُن کے بیٹے حضرت حبیبؒ (تہذیب ج۴ ص۲۳۶) اور حضرت محمدؒ بن سیرینؒ فرماتے ہیں فی رسالۃ سمرۃؓ الی بنیہ علم کثیر (ایضؒ) یعنی اس رسالہ اور

تحریر میں جو حضرت سمرةؓ نے اپنے بیٹوں کو بھیجی بہت بڑا علم ہے

مشہور تابعی حضرت ابوسبرةؒ بن سلمة الہذلیؒ (جو تابعی کبیر تھے مستدرک ج ۱ ص۷۶ وسکت عنہ الذہبیؒ) فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہؓ بن عمروؓ سے ملا انہوں نے زبانی مجھ سے حدیث بیان کی اور میں نے اپنے قلم سے اسے لکھا اور اس میں ایک حرف کی کمی بیشی میں نے نہیں کی اس حدیث میں بہت سی باتوں کا ذکر ہے جن میں سے بعض یہ بھی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت تک قیامت برپا نہیں ہوگی جب تک کہ فحش گوئی اور بدکلامی اور قطع رحمی اور پڑوس کے حقوق کو پامال کرنا اور امانت والے کا خیانت کرنا اور خائن کو امین تصور کرنا وغیرہ امور ظاہر نہ ہو جائیں الحدیث (مستدرک ج ۱ ص۷۵) امام حاکمؒ اور علامہ ذہبیؒ دونوں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مسند احمد میں بھی مروی ہے (تلخیص المستدرک ج ۱ ص۷۶)

حضرت عروہؒ بن الزبیرؒ (المتوفی سنہ ۹۴ھ) نے غزوۂ بدر کا مفصل حال لکھ کر خلیفہ عبد الملک کو بھیجا تھا (طبری ص۱۲۸۵)

حضرت سعیدؒ بن جبیرؒ (المتوفی سنہ ۹۵ھ) فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہؓ بن عمرؓ اور حضرت عبد اللہؓ بن عباسؓ سے رات کو روایتیں سنتا تھا تو پالان پر لکھتا تھا صبح کو پھر ان کو صاف کر کے لکھ لیتا تھا (دارمی ص۶۹)

حضرت نافعؒ (المتوفی سنہ ۱۱۷ھ) جو حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں تیس برس رہے تھے وہ اپنے سامنے لوگوں کو لکھوایا کرتے تھے (دارمی ص۶۹)

حضرت عبد الرحمنؒ بن عبد اللہؓ بن مسعود (المتوفی سنہ ۹۰ھ) ایک کتاب نکال لائے اور قسم کھا کر کہا کہ یہ کتاب خود حضرت عبد اللہؓ بن مسعود کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے (جامع بیان العلم ج ۱ ص۷۲)

قاضی ابن شبرمہؒ (عبد اللہؒ بن شبرمہؒ المتوفی سنہ ۱۴۴ھ) سے بعض امراء نے سوال کیا کہ یہ حدیثیں جو آپ ہمیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سناتے ہیں یہ کہاں سے آئیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ کتاب عندنا (جامع بیان العلم ج ۱ ص۷۲) کہ یہ ہمارے پاس لکھی ہوئی ہیں۔

حضرت امام زہریؒ (المتوفی سنہ ۱۲۴ھ) محدث ابو الزنادؒ فرماتے ہیں کہ ہم تو صرف حلال وحرام کے مسائل ہی لکھتے رہتے تھے لیکن امام زہریؒ جو کچھ سنتے وہ سب لکھ لیتے تھے اور بعد کو جب مسائل میں ان کی طرف رجوع کرنے کی حاجت پڑی تو میں نے اس وقت یہ جانا کہ وہ اعلم الناس ہیں (جامع بیان العلم ج ۱ ص۷۳) محدث کیسانؒ کا بیان ہے کہ میں اور امام زہریؒ طلب علم میں ایک ساتھ تھے میں نے کہا کہ میں تو صرف سُنن ہی لکھوں گا چنانچہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی تھا وہ میں نے سب لکھ لیا اور امام زہریؒ نے کہا کہ حضرات صحابہ کرامؓ سے جو کچھ مروی ہے وہ بھی لکھو کیونکہ وہ بھی سنت ہی ہے میں نے کہا کہ وہ سنت نہیں غرضیکہ میں نے وہ نہ لکھا اور امام زہریؒ نے وہ بھی لکھ لیا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کامیاب ہوئے اور میں برباد ہو گیا (جامع بیان العلم ج ۲ ص۱۸۷ وطبقات ابن سعدؒ ج ۲ ص۱۳۵ قسم دوم) امام زہریؒ ہی وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے علم کی تدوین کی اور اس کو لکھا (جامع بیان العلم ج ۱ ص۷۳)۔

قارئین کرام آپ ان مخصوص حوالوں سے بخوبی یہ معلوم کر چکے ہیں کہ علم ودرحدیث کی کتابت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ کے مبارک دور میں باقاعدہ ہوتی تھی ہاں مگر مرتب نہ تھی ابواب اور فصول وغیرہا کی صورت میں فقہی رنگ میں تدوین سب سے پہلے حضرت امام زہریؒ نے کی ہے تاکہ مسائل اور احکام کو تلاش کرنے میں بھی کوئی دقت پیش نہ آئے اور الاہم فالاہم کی ترتیب بھی برقرار رہے جیسا کہ پہلے باحوالہ یہ بات عرض کی جا چکی ہے۔

احادیث کو کتابی شکل میں جمع کرنے کا حکم خلیفۂ راشد حضرت عمرؒ بن عبد العزیزؒ نے دیا

بعد کے لوگوں میں حفظِ حدیث اور عمل کے جذبہ میں بہ نسبت پہلے مبارک دور کے جب کچھ کمی نظر آنے لگی تو خلیفۂ راشد حضرت عمرؒ بن عبد العزیزؒ نے اپنے قابل اور فاضل گورنر حضرت ابو بکرؒ بن حزم کو سرکاری سطح پر حکم لکھ کر بھیجا کہ بغور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثوں کو جمع کر کے لکھو کیونکہ مجھے علم کے مٹ جانے اور علماء کے اٹھ جانے کا خطرہ ہے اور صرف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث ہی لکھنا اور اہل علم کو

چاہیئے کہ علم کی خوب اشاعت کریں اور علمی مجالس میں بیٹھ کر تعلیم دیں تاکہ جن کو علم نہیں وہ علم حاصل کریں علم صرف اسی وقت ختم ہو سکتا ہے جب کہ وہ راز بن جائے اور اس کی نشر و اشاعت نہ کی جائے (بخاری ج ۱ ص ۲۰ و رحمۃ مہداۃ ص ۱۱) اسی طرح حضرت عمرؒ بن عبد العزیزؒ نے اہل مدینہ کو تحریر فرمایا کہ

ان انظروا حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاکتبوہ فانی خفت دروس العلم وذھاب اھلہ (دارمی ص ۶۹)	توجہ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں لکھو کیونکہ مجھے علم کے مٹ جانے اور اہل علم کے اٹھ جانے کا خدشہ ہے۔

خیر القرون کے ذمہ دار اور باشعور حضرات نے تو از خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات سے عقیدت اور محبت کی بنا پر اور اپنے دین کی حفاظت کے لئے پوری ذمہ داری محسوس کی اور حفظ و کتابت حدیث کا پورا پورا ثبوت دیا لیکن خلیفۂ راشد اور پہلی صدی کے مجدد حضرت عمرؒ بن عبد العزیزؒ نے سرکاری طور پر جس ذمہ داری کا ثبوت دیا وہ ان کا خالص مجددانہ کارنامہ ہے۔

غرضیکہ یہ ٹھوس حوالے اس بات کو بالکل واضح کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے زمانہ میں جہاں احادیث کے نوک زبان کرنے کا عام رواج اور شوق تھا وہاں کتابت حدیث کی بھی کوئی کمی نہ تھی گو ان حضرات کے مجموعے فقہی ابواب پر مدوّن اور مرتب نہ تھے لیکن ان میں علمی طور پر بہت کچھ درج تھا اور اس دور میں بھی باقاعدہ حدیثیں اور روایتیں قید تحریر میں لائی جاتی تھیں اور وہی قیمتی ذخیرہ سینوں اور سفینوں سے منتقل ہوتا ہوا نچلے روات اور محدثین تک پہنچا گویا دور اول کا سرمایۂ حدیث دوسرے دور کی کتابوں میں ہے اور دوسرے دور کا تحقیقی مواد تیسرے دور کی کتابوں کی زینت ہے اور تیسرے دور کی کتابوں میں جو اول اور دوسرے دور کی کتابیں کھپا دی گئی تھیں وہ ہزاروں اوراق میں فقہی ترتیب اور تدوین کے ساتھ ہمارے سامنے مؤطا امام مالکؒ، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن نسائی،

سنن ابی داؤد، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ اور طحاوی وغیرہ کتب حدیث کی شکل میں بالکل محفوظ اور موجود ہے اور دنیا کی تاریخ میں سب سے زیادہ باوثوق علمی اور گراں بہا سرمایہ ان معتبر اور مستند کتابوں میں درج ہے۔ الغرض قرآن کریم کے بعد اس سے زیادہ مستند اور معتبر ذخیرہ دنیا کی تاریخ کے خزانہ میں اور کوئی نہیں ہے۔

اگر تحریری سرمایہ ہی منکرین حدیث کے لئے قابل وثوق ہو سکتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زرین عہد سے تدوین کتب حدیث کے دور تک اس کی بھی کوئی کمی نہیں رہی جیسا کہ قارئین کرام ٹھوس حوالوں سے یہ پڑھ چکے ہیں علاوہ بریں اسلام میں اصول تنقید اور درایت یعنی عقلی اور نقلی حیثیت سے روایات کو پرکھنے کے اصول و ضوابط الگ موجود ہیں اور ان اصول و قواعد کے ذریعہ بخوبی احادیث کی تصحیح یا تضعیف کی جا سکتی ہے اور روات کی چھان بین اور تحقیق میں اس درجہ دیانتداری اور حق گوئی سے کام لیا گیا ہے جس کی نظیر دنیا میں نہیں مل سکتی اور یہ کاروائی اہل اسلام کے مفاخر میں شامل ہے مشہور عربی دان فاضل ڈاکٹر اسپرنگر جرمنی کا مقولہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ نہ کوئی قوم دنیا میں ایسی گذری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال سا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہو سکتا ہے (بلفظہ حاشیہ سیرۃ النبی ج ۱ ص ۶۴ از مولانا شبلیؒ)۔

باب چہارم

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور پیارے طریقوں کی حفاظت جس طرح اس امت مرحومہ نے کی ہے دنیا کی کسی قوم میں اس کی نظیر نہیں ملتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح جھوٹی اور غلط بات آپ کی طرف منسوب کرنے کی سختی سے تردید فرمائی ہے وہ اہل اسلام کے ہاں اظہر من الشمس ہے اور حدیث من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہٗ من النار متواتر احادیث میں درجۂ اول پر ہے (جیسا کہ اسی پیشِ نظر کتاب کے ص۲۳ و ص۱ میں اس کے حوالے گذر چکے ہیں)۔

آپ کے الفاظ کی نگرانی مہماتِ شریعت اور اساسی و بنیادی امور کے متعلق تو الگ رہی دعا کے الفاظ کی بھی نگرانی ہوتی تھی چنانچہ اس صحیح حدیث سے ہی بہت کچھ اخذ ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت براءؓ بن عازبؓ کو سونے کے وقت کی دعا بتلائی جس میں یہ الفاظ بھی تھے وَنبیک الذی ارسلت (یعنی میں تیرے نبی پر بھی ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا ہے) حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ دعائیہ کلمات آپ کو سنائے تاکہ ان میں غلطی نہ رہ جائے مگر میں نے یہ الفاظ پڑھ دیئے وبرسولک الذی ارسلت تو آپ نے ارشاد فرمایا لا ونبیک الذی ارسلت (بخاری ج۱ ص۳۹ و ج۲ ص۹۳۴) یعنی وہی الفاظ پڑھو جو تمہیں بتلائے گئے ہیں غور فرمائیں کہ جب دعا میں آپ نے الفاظ کی پابندی کا یہ سبق دیا ہے تو احکامِ دین اور بنیادی امور کے بارے الفاظ کی پابندی کا خیال کیسے نظرانداز کیا جا سکتا تھا۔

حضرات محدثین کرامؒ اور فقہاء عظامؒ نے حدیث کی سند اور معنی کی حفاظت کے لئے تقریباً

پینسٹھ[۶۵] علوم ایجاد کئے ہیں جن کی روشنی میں احادیث کی صحت و سقم اور معانی کی درستی اور نادرستی سے بخوبی آگاہی ہو سکتی ہے ہم طلبۂ علم کے معلومات کی خاطر اصول حدیث کی چند کتابوں کا تذکرہ کرتے ہیں جس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس امت مرحومہ نے کس محنتِ شاقہ سے اپنے محبوب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیاری باتوں کی حفاظت کی ہے۔

سب سے پہلے فن اصطلاح حدیث میں قاضی ابو محمد حسنؒ بن عبدالرحمٰنؒ بن خلاد الرامہرمزیؒ (المتوفی ۳۶۰ھ) نے کتاب لکھی ہے جس کا نام المحدث الفاصل بین الراوی والواعی ہے اس کے بعد متعدد علماء ملت نے نظم و نثر میں اس فن پر طبع آزمائی فرمائی اور عمدہ و نفیس کتابیں لکھ کر عالم اسباب میں امت پر احسان کیا اور امت کو فائدہ پہنچانے میں ایک دوسرے پر مسابقت کی ہے بعض مشہور کتابوں کے نام مع سنینِ وفاتِ مصنفین درج ذیل ہیں اکثر کتبِ اصول حدیث اور شروحِ حدیث میں ان میں سے بعض مصنفین یا ان کی کتابوں کے نام آتے رہتے ہیں لیکن اگر کتاب کا نام ہوتا ہے تو مصنف کا نام ساتھ نہیں ہوتا اور اگر مصنف کا نام ہوتا ہے تو کتاب کا نام نہیں ہوتا اور اگر دونوں کا نام ہو تو سن وفات کا ذکر ساتھ نہیں ہوتا اور طلبۂ علم کی تشنگی دور نہیں ہوتی اس لئے بتوفیق اللہ تعالیٰ و تائیدہٖ ہم نے حتی الوسع ان سب باتوں کو ملحوظ رکھا ہے لیکن سنینِ وفات کی ترتیب ایک خاص مجبوری کی وجہ سے نظرانداز کر دی گئی ہے تاہم اس میں بھی اہل علم کے لئے ان شاء اللہ العزیز خاصا فائدہ ہوگا۔

نام کتاب	نام مصنف	تاریخ وفات
معرفت علوم الحدیث	امام ابو عبداللہ محمدؒ بن عبداللہ الحاکمؒ	۴۰۵
مدخل	امام ابو عبداللہ محمدؒ بن عبداللہ الحاکمؒ	۴۰۵
المستخرج علیٰ علوم الحدیث	حافظ ابو نعیم احمدؒ بن عبداللہ الاصفہانیؒ	۴۳۰
الکفایۃ	حافظ ابوبکر احمدؒ بن علی الخطیب البغدادیؒ	۴۶۳
الجامع لآداب الشیخ والسامع	حافظ ابوبکر احمدؒ بن علی الخطیب البغدادیؒ	۴۶۳
الالماع	قاضی عیاض بن موسیٰ الیحصبیؒ	۵۴۴

نام کتاب	نام مصنف	تاریخ وفات
مالا یسع المحدث جہلہ	ابوحفص عمرؒ بن عبدالمجید القرشیؒ	۵۸۰
الخلاصہ فی معرفۃ الحدیث	ابومحمد الحسینؒ بن عبداللہ الطیبیؒ	۷۴۳
مقدمہ فی علم الحدیث	ابوالخیر محمدؒ بن محمد الجزریؒ	۸۳۳
تذکرۃ العلماء فی اصول الحدیث	ابوالخیر محمدؒ بن الجزریؒ	۸۳۳
تنقیح الانظار فی علوم الآثار	سید محمد ابراہیم المعروف بابن الوزیرؒ	۸۶۰
بُلغۃ الحثیث فی علوم الحدیث	یوسفؒ بن الحسنؒ بن عبدالہادی الدمشقیؒ	۹۰۹
المختصر فی مصطلح اہل الاثر	عبداللہ الشنشوری الشافعی الفرضیؒ	۹۹۹
خلاصۃ الفکر فی شرح المختصر	عبداللہ الشنشوری الشافعی الفرضیؒ	۹۹۹
اشرافات الاصول فی احادیث الرسول	محمدؒ بن اسحاق القونویؒ	۶۷۲
المختصر الجامع لمعرفۃ علوم الحدیث	سید شریف علیؒ بن احمد الجرجانیؒ	۸۱۶
ظفر الامانی فی مختصر الجرجانی	مولانا عبدالحی لکھنویؒ	۱۳۰۴
قصیدۃ الغرامیۃ	ابوالعباس شہاب الدین احمد اللخمی الاشبیلیؒ	۶۹۹
شرح الغرامیۃ	ابوالعباس احمدؒ بن الحسین القسطینیؒ	۸۱۰
شرح الغرامیۃ	محمدؒ بن ابراہیم الخلیل التتائی المالکیؒ	۹۳۷
شرح الغرامیۃ	شمس الدین ابوالفضل محمدؒ بن محمدؒ الدلجی العثمانی الشافعیؒ	۹۴۷
شرح الغرامیۃ	یحییٰؒ بن عبدالرحمٰن الاصفہانی الشہیر بالقرافی الشافعیؒ	۹۶۰
شرح الغرامیۃ	محمدؒ بن الامیر الکبیرؒ	۱۱۸۰
شرح الغرامیۃ	الحافظ القاسمؒ بن قطلوبغا الحنفیؒ	۸۷۸
حاشیۂ نزہۃ النظر	الحافظ القاسمؒ بن قطلوبغا الحنفیؒ	۸۷۸
بیقونیۃ	عمرؒ بن محمدؒ بن فتوح البیقونی الدمشقی الشافعیؒ	۱۰۸۰
شرح البیقونیۃ	شیخ محمدؒ بن صعدان الشہیر بجاد المولیٰ الحاجری الشافعیؒ	۱۲۲۹

نام کتاب	نام مصنف	تاریخ وفات
شرح البیقونیہ	عطیۃ الاجہوری الشافعیؒ	۱۱۹۰
شرح البیقونیہ	محمدؒ بن عبدالباقیؒ بن یوسف الزرقانیؒ	۱۱۲۲
العرجون فی شرح البیقون	نواب محمد صدیقؒ بن حسن خان القنوجیؒ	۱۳۰۷
البہجۃ الوضیئۃ	علامہ الشیخ محمود نشابہؒ (سن طباعت)	۱۳۲۸
الاقتراح فی بیان الاصطلاح	تقی الدین ابوالفتح محمدؒ بن علیؒ ابن دقیق العیدؒ	۷۰۶
الخلاصہ فی اصول الاثر	شرف الدین حسنؒ بن محمد الطیبیؒ	۸۱۶
التقاسیم والانواع	محمدؒ بن حبانؒ بن احمد البستیؒ	۳۵۴
الثواب فی الحدیث	عبداللہؒ بن محمدؒ بن جعفرؒ بن حیان الاصفہانیؒ	۳۶۰
الاعلام فی استیعاب الروایۃ عن الائمۃ الاعلام	علیؒ بن ابراہیم الغرناطیؒ	۵۷۷
المغنی فی علم الحدیث	عمرؒ بن بدرؒ بن سعید الموصلی الحنفیؒ	۶۲۲
جامع الاصول فی الحدیث	محمدؒ بن اسحاق القونویؒ	۶۷۲
المغیث فی علم الحدیث	احمدؒ بن محمدؒ بن الصاحبؒ	۷۸۸
المقنع فی علوم الحدیث	حافظ ابن الملقنؒ	۸۰۴
المنظومۃ فی اصول الحدیث	احمدؒ بن محمد الشمنیؒ	۸۷۲
نیع الدرر فی علم الاثر	محمدؒ بن سلیمان الکافیجیؒ	۹۷۸
الروض المکلل والورد المعلل	امام جلال الدین سیوطیؒ	۹۱۱
تدریب الراوی	" " "	۹۱۱
قطر الدرر	" " "	۹۱۱
مقدمہ ابن الصلاح	تقی الدین ابوعمرو عثمانؒ بن الصلاحؒ	۶۴۹
مصباح الظلام	حسینؒ بن علی الحصنی الحصکفیؒ	۹۱۷
الدرر فی مصطلح اہل الاثر	یونس الاثری الرشیدیؒ	۱۰۲۰

نام کتاب	نام مصنف	تاریخ وفات
بغیۃ الطالبین بمعرفۃ اصطلاح المحدثین	عبدالرؤفؒ بن تاج الدین المناویؒ	۱۰۳۱
الیواقیت والدرر شرح شرح نخبۃ الفکر	〃 〃 〃	۱۰۳۱
التقیید والایضاح	زین الدین عبدالرحیم العراقیؒ	۸۰۶
فتح المغیث	زین الدین عبدالرحیم العراقیؒ	۸۰۶
الفیۃ نظم الدرر فی علم الاثر	زین الدین عبدالرحیم العراقیؒ	۸۰۶
الافصاح بتکمیل النکت علی ابن الصلاح	حافظ ابوالفضل احمدؒ بن علیؒ بن حجرؒ	۸۵۲
نخبۃ الفکر	حافظ ابوالفضل احمدؒ بن علیؒ بن حجرؒ	۸۵۲
نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر	حافظ ابوالفضل احمدؒ بن علیؒ بن حجرؒ	۸۵۲
الباعث الحثیث	ابوالفداء عماد الدین اسماعیلؒ بن کثیرؒ	۷۷۴
المنہل الروی فی الحدیث النبوی	بدرالدینؒ بن جماعت الکنانیؒ	۷۳۳
زوال الترح شرح منظومۃ ابن فرحؒ	بدرالدین بن جماعۃ الکنانیؒ	۷۳۳
المنہج السوی فی شرح المنہل الروی	عزالدین الکنانیؒ	۸۱۹
محاسن الاصطلاح فی تضمین نکت ابن الصلاح	سراج الدین ابوحفص عمرؒ بن رسلان البلقینیؒ	۸۰۵
تقریب الارشاد	محی الدینؒ بن شرف النوویؒ	۶۷۶
النکت علی ابن الصلاح	بدرالدین محمد بہادر الزرکشیؒ	۷۹۴
النکت الوفیۃ شرح الالفیۃ	برہان الدین ابراہیم البقاعیؒ	۸۵۵
شرح الالفیۃ	شیخ علیؒ بن احمدؒ بن مکرم الصعیدیؒ	۱۱۸۹

نام کتاب	نام مصنف	تاریخ وفات
فتح الباقی شرح الفیۃ العراقی	قاضی ابویحییٰ زکریاؒ بن محمد الانصاری المصری الشافعیؒ	۹۲۸
قضاء الوطر من نزہۃ النظر	ابوالامداد ابراہیم اللقانی المالکیؒ	۱۰۴۱
شرح نخبۃ الفکر	علامہ سری الدینؒ بن الصائغؒ	۱۰۶۶
نظم النخبۃ	شہاب الدین احمدؒ بن محمد الطوفیؒ	۸۹۳
شرح نخبۃ الفکر	کمال الدین الاسکندری المالکیؒ	۸۲۱
لقط الدرر	عبداللہؒ بن حسین السمین العدویؒ (سن تالیف)	۱۳۰۹
مصطلحات اہل الاثر علی شرح نخبۃ الفکر	علیؒ بن السلطان الہروی القاری الحنفیؒ	۱۰۱۴
شرح شرح نخبۃ الفکر	کمال الدین محمدؒ بن محمدؒ ابن ابی الشریف المقدسیؒ	۹۰۵
بہجۃ النظر شرح شرح نخبۃ الفکر	ابوالحسن محمد صادقؒ بن عبدالہادی السندی الحنفیؒ	۱۱۳۸
العالی الرتبۃ فی شرح نظم النخبۃ	ابوالعباس احمدؒ بن محمد الشمنی الحنفیؒ	۸۷۲
فتح المغیث فی شرح الفیۃ الحدیث	علامہ شمس الدین محمدؒ بن عبدالرحمٰن السخاویؒ	۹۰۲
شرح التقریب	برہان الدین القباقبی الحلبی المقدسیؒ	۸۵۱
سلک الدرر	محمد رضی الدین ابوالفضل الغزیؒ	۹۳۵
توضیح الافکار	محمدؒ بن اسمٰعیل الامیر الیمانیؒ	۸۴۰
عقد الدرر فی نظم نخبۃ الفکر	ابوحامد سیدی العربیؒ بن ابی المحاسن الفہریؒ	۱۰۵۲
شرح نخبۃ الفکر	ابوعبداللہ فتحؒ بن شیخ الاسلام ابی محمد عبدالقادر الفاضیؒ	۱۱۱۶
حاشیۃ شرح الفیۃ	برہان الدین عمرؒ بن ابراہیم البقاعیؒ	۸۸۵
کتاب التذکرۃ	سراج الدین عمرؒ بن الملقنؒ	۸۹۳
شرح شرح الفیۃ الحدیث	زین الدین عبدالرحمٰن بنؒ ابی بکر العینیؒ	۸۹۳
شرح شرح الفیۃ الحدیث	ابراہیمؒ بن محمد الحلبیؒ	۹۵۵
شرح شرح الفیۃ الحدیث	ابوالفداء اسماعیلؒ بن جماعۃؒ	۸۶۱

نام کتاب	نام مصنف	تاریخ وفات
کوثر النبی	عبد العزیز فرہاروی صاحب النبراس	۱۲۳۹
قواعد التحدیث	جمال الدین القاسمی	۱۳۳۲
توجیہ النظر الی اصول الاثر	العلامۃ طاہر بن احمد الجزائری (حسن تالیف)	۱۳۲۸

ان کے علاوہ محمد بن المنقلوطی (المتوفی ۸۲۰ھ) اور علامہ ابن الجزری المتوفی ۸۳۳ھ وغیرہ بے شمار حضرات نے اصول حدیث کے سلسلہ میں مختصر اور مطول کتابیں تصنیف کی ہیں جن کا احصار و شمار بھی نہیں کیا جاسکتا جامع بیان العلم و فضلہ لابن عبد البر المتوفی ۴۶۳ھ شروط الائمۃ الخمسۃ للحازمی المتوفی ۵۸۴ھ مقدمہ فتح الباری للحافظ ابن حجر مقدمہ عمدۃ القاری للعلامۃ بدر الدین محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ مقدمہ شرح مسلم للنووی مقدمہ نصب الرایۃ للعلامۃ الزاہد الکوثری الحنفی المتوفی ۱۳۷۲ھ مقدمہ فتح الملہم لمولانا شبیر احمد عثمانی (المتوفی ۱۳۶۹ھ) مقدمہ تحفۃ الاحوذی لمولانا مبارک پوری المتوفی ۱۳۵۳ھ مقدمہ اعلاء السنن لمولانا ظفر احمد عثمانی المتوفی ۱۳۹۴ھ مقدمہ معارف السنن لمولانا بنوری المتوفی ۱۳۹۷ھ مقدمہ فی بیان بعض مصطلحات علم الحدیث للشیخ عبد الحق محدث دہلوی المتوفی ۱۰۵۲ھ الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ للنواب صدیق حسن خان عجالۂ نافعہ و بستان المحدثین لشاہ عبد العزیز محدث دہلوی المتوفی ۱۲۳۹ھ مقدمہ حاشیہ البخاری لمولانا احمد علی سہارن پوری (المتوفی ۱۲۹۷ھ) مقدمہ بذل المجہود لمولانا خلیل احمد سہارنپوری (المتوفی ۱۳۴۶ھ) مقدمہ لامع الدراری لمولانا محمد یحیی کاندھلوی المتوفی ۱۳۳۴ھ مقدمہ امانی الاحبار لمولانا محمد یوسف صاحب المتوفی ۱۳۸۴ھ مقدمہ ترجمان السنۃ لمولانا محمد بدر عالم مدنی المتوفی ۱۳۸۵ھ مقدمہ انوار الباری شرح البخاری لمولانا سید احمد رضا بجنوری ۔ ماتمس الیہ الحاجۃ لمولانا عبد الرشید نعمانی وغیرہ کتابیں اصول حدیث اقسام حدیث علل حدیث اور احوال رجال وغیرہا اصولی جنبوں پر خوب روشنی ڈالتی ہیں الغرض اصول حدیث کے پیش نظر جعل سازوں کے لئے جعلی حدیثیں تراش کر عوام کے سامنے پیش کرنے کا چور دروازہ ہی بالکل بند ہو جاتا ہے اور بفضلہ تعالیٰ تمام احادیث کو کتب حدیث میں ضبط کر دیا گیا

ہے اور حضرت امام بیہقی (الحافظ الجلیل ابوبکر احمد بن الحسین المتوفی ۴۵۸ھ) کا یہ قول ایک خالص حقیقت معلوم ہوتا ہے من جاء الیوم بحدیث لا یوجد عند الجمیع لا یقبل منہ (مقدمہ ابن الصلاح ص۱۰ فتح المغیث ص۹۶ توجیہ النظر ص۲۱۹) یعنی جو شخص آج اگر کوئی ایسی حدیث پیش کرے جو محدثین کرام کی کتابوں میں موجود نہیں تو وہ حدیث مقبول نہ ہوگی لیکن صد افسوس ہے کہ منکرین حدیث کی طرح جعل سازوں پر اضباط کے ایسے طرق اور سامان ہدایت کی موجودگی میں کچھ اثر نہیں کوئی نصیحت اور فہمائش ان کو کام نہیں دیتی کتنا ہی سمجھاؤ پتھر پر جونک نہیں لگتی ۔

ضعیف احادیث اور ضعیف رواۃ پر مشتمل کتب: حضرات محدثین کرام نے احادیث کو اصلی شکل میں محفوظ رکھنے کے لئے ضعیف روایات اور ضعیف رواۃ کے بارے میں الگ تصانیف لکھی ہیں تاکہ آنے والی نسلیں ان سے استفادہ کر کے ضعیف احادیث اور ضعیف رواۃ کی روایات سے اجتناب کر سکیں اس سلسلہ کی کتب بھی بے شمار ہیں چند مشہور یہ ہیں

نام کتاب	نام مصنف	تاریخ وفات
کتاب الضعفاء الکبیر والصغیر	امام بخاری	۲۵۶ھ
کتاب الضعفاء والمتروکین	امام نسائی	۳۰۳ھ
کتاب الضعفاء	ابو اسحاق الجوزجانی	۲۵۹ھ
"	ابو جعفر العقیلی	۳۲۳ھ
"	ابو نعیم استر آبادی	۳۲۳ھ
"	ابن عدی (بارہ جلدوں میں ہے)	۳۶۵ھ
"	ابو عبد اللہ البرقی	۲۴۹ھ
"	ابو الفتح محمد بن الحسین الازدی	۳۷۴ھ

علل حدیث

اسانید اور متون حدیث میں بعض رواۃ سے جو اغلاط و

اوہام سرزد ہوئے ہیں ان کی نشاندہی کے سلسلہ میں بے شمار کتابیں موجود ہیں حضرت امام بخاریؒ اور حضرت امام مسلمؒ اور حضرت امام ترمذیؒ کی علل کبیر و صغیر کتاب العلل للدارقطنیؒ کتاب العلل لابن ابی حاتمؒ۔ علل متناہیہ لابن الجوزیؒ وغیرہ کتابیں اس سلسلہ میں کافی مشہور اور علماء فن کے نزدیک معروف ہیں۔

کتب موضوعات حضرات محدثین کرامؒ نے اپنی دانست اور صوابدید کے مطابق جعلی، موضوع اور من گھڑت روایات کو الگ کر کے کتب تصنیف کی ہیں تاکہ ان پر عمل کر کے امت گمراہ نہ ہو جائے اور سنت صحیحہ سے ہٹ اور کٹ کر خودساختہ راستوں پر نہ چل نکلے اس سلسلہ کی مشہور کتابیں یہ ہیں۔

نام کتاب	نام مصنف	تاریخ وفات
موضوعات	ابن الجوزیؒ	سنہ ۵۹۷ھ
مختصر الموضوعات	امام سفارینیؒ	سنہ ھ
رسالتان فی الموضوعات	رضی الدین صغانیؒ	سنہ ۶۵۰ھ
الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ	شیخ ابی عبداللہ محمد شامیؒ	سنہ ۹۴۲ھ
〃 〃 〃	للقاضی شوکانیؒ	سنہ ۱۲۵۵ھ
الموضوعات الصریحۃ	عمرؒ بن بدرؒ	سنہ ھ
کتاب المغنی	حافظ ضیاء الدین موصلیؒ	سنہ ۶۲۳ھ
کتاب الاباطیل	ابو عبداللہ الحسین ہمدانیؒ	سنہ ۵۴۳ھ
اللؤلؤ المرصوع	محمدؒ بن خلیل قاوقجیؒ	سنہ ۱۳۰۵ھ
الکشف الالٰہی	محمد سندوسیؒ	سنہ ۱۱۷۷ھ
اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ	جلال الدین سیوطیؒ	سنہ ۹۱۱ھ
موضوعات کبیر	ملا علیؒ القاریؒ	سنہ ۱۰۱۴ھ

نام کتاب	نام مصنف	تاریخ وفات
الموضوع فی الحدیث الموضوع	ملا علیؒ القاریؒ	سنہ ۱۰۱۴ھ
تذکرۃ الموضوعات	علامہ محمدؒ بن طاہر الفتنی الحنفیؒ	سنہ ۹۸۷ھ
قانون الموضوعات	علامہ محمدؒ بن طاہر الفتنی الحنفیؒ	سنہ ۹۸۷
الآثار المرفوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ	مولانا عبدالحی لکھنویؒ	سنہ ۱۳۰۴ھ
کشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث	برہان الدین ابوالوفا سبط ابن العجمیؒ	سنہ ۸۴۱ھ
تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ	علامہ ابوالحسن علیؒ بن محمدؒ بن عراقؒ	سنہ ھ

ان کے علاوہ اور بھی کئی کتابیں ہیں جن میں حضرات محدثین کرامؒ نے جعلی اور موضوع قسم کی روایات کو جمع کر کے امت کو آگاہ کیا تاکہ ان پر عمل سے اجتناب کرے۔

شان نزول حدیث کسی بھی عقلمند کو یہ سمجھنا مشکل نہیں ہے کہ ہر متکلم کی بات کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث کا بھی اپنے مقام پر کوئی نہ کوئی سبب ضرور تھا اس سلسلہ میں علامہ ابراہیمؒ بن محمدؒ بن کمال الدین الشہیر بابن حمزۃ الحسینی الحنفیؒ المتوفی سنہ ۱۱۲۰ھ کی کتاب البیان والتعریف فی سبب ورود الحدیث تین جلدوں میں طبع ہو کر منصۂ شہود پر آ چکی ہے۔ جس میں پہلے حدیث کا ایک حصہ نقل کر کے کتب حدیث سے اس کا ماخذ بتلاتے ہیں پھر اس کی تصحیح اور تضعیف کا لحاظ کرتے ہیں اور پھر اس کا سبب وُرود بیان کرتے ہیں۔

بخاری کی احادیث کی تلاش اہل علم کے ہاں یہ مقولہ مشہور ہے فقہ البخاری فی الابواب والتراجم حضرت امام بخاریؒ ایک ایک حدیث کو کلاً یا بعضاً مختلف ابواب میں نقل کرتے ہیں بسا اوقات بخاری کی احادیث کی تلاش میں خاصی دقت پیش آتی ہے اس سلسلہ میں حضرت مولانا عبدالعزیز سیالوی ثم گوجرانوالویؒ المتوفی سنہ ۱۳۵۹ھ نے نبراس الساری فی اطراف البخاری لکھ کر امت پر احسان کیا ہے جس سے آسانی کے ساتھ بیک وقت بمجلد میں

ایک ہی حدیث متعدد ابواب میں مل جاتی ہے۔

معانی الاحادیث | کتب حدیث میں بغیر مسند دارمی کے اور کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں بظاہر مختلف اور متضاد قسم کی حدیثیں نہ آتی ہوں ان کی جمع و تطبیق کے سلسلہ میں حضرت امام شافعیؒ کی اختلاف الحدیث حضرت امام طحاویؒ (امام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہؒ جو الامام العلامۃ اور الحافظ تھے (تذکرہ ج ۳ ص ۲۸) اور وہ علماء کی سیر اور ان کی اخبار کو سب سے زیادہ جانتے تھے اور حضرات فقہاء کرامؒ کے تمام مذاہب کو جانتے تھے کان عالما بجمیع مذاہب الفقہاء (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۴۹)، علامہ ابن حزم ابو محمد علی بن احمدؒ جو الامام العلامۃ الحافظ الفقیہ اور المجتہد تھے امام طحاویؒ کی کتابوں کو صحت میں بخاری و مسلم وغیرہ کے ہم پلہ مانتے ہیں (تذکرہ ج ۳ ص ۲۲۸، المتوفی ۳۲۱ھ) کی شرح معانی الآثار اور مشکل الآثار امام ابن قتیبہؒ (المتوفی ۲۷۶ھ) کی مختلف الحدیث امام ابن عبد البرؒ کی تمہید اور اس کا ملخص استذکار اور کتب شروح حدیث اس قدر ہیں کہ ان کا آسانی سے شمار و احصاء نہیں کیا جا سکتا الغرض امت مرحومہ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی حفاظت اور امت کے لئے ان کی تسہیل و تشریح کیلئے ایسے ایسے طریقے اختیار کئے ہیں جن سے زیادہ محتاط اور معقول طریقے انسان کے بس میں نہیں ہیں اور یہ کوشش اور کاوش محض احادیث کو سنداً و متناً و مراداً محفوظ رکھنے کے لئے ہے مگر پرویز صاحب اور ان کے چیلوں کو ان حقائق سے کیا واسطہ وہ تو ان کاوشوں کو بازیچۂ اطفال سے تعبیر کریں گے ؎

تمام کار اگر مزدور کے ہاتھوں میں ہو تو کیا ۔۔۔ طریق کوہکن میں بھی وہی حیلے ہیں پرویزی

لغات الحدیث | اس فن میں متعدد کتابیں ہیں جن میں النہایہ فی غریب الحدیث لابن الاثیرؒ (مجدالدین ابی السعادات المبارکؒ بن محمد الجزریؒ المتوفی ۶۰۶ھ) الفائق علامہ جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری (المتوفی ۵۳۸ھ) المغرب للعلامۃ ابی الفتح ناصر الدینؒ بن عبد السید الحنفی الخوارزمیؒ المتوفی ۵۳۸ھ اور مجمع البحار للعلامۃ محمدؒ بن طاہرؒ وغیرہ معروف و مشہور کتابیں ہیں۔

بابِ پانزدہم

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس باب میں پہلے منکرین حدیث کے وہ شبہات عرض کریں جو حدیث کے بارے میں انہوں نے پیش کئے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کی تائید اور توفیق سے ان کے جوابات عرض کریں گے اصولی طور پر ان کے مرکزی شبہات یہ ہیں۔

(۱) چونکہ احادیث یقینی نہیں ظنی ہیں اس لئے یہ دین نہیں قرار پا سکتیں ان کی حیثیت تاریخ کی ہے اور تاریخ تنقید کی حد سے بالاتر نہیں ہوتی (طلوع اسلام ص ۳۴ ماہ اکتوبر ۱۹۴۹ء مضمون شخصیت پرستی از غلام احمد پرویز) لہذا حدیثوں کا کوئی مجموعہ دین نہیں بن سکتا (طلوع اسلام ص ۴ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۵۰ء باب المراسلات مضمون پرویز)۔

(۲) احادیث کی جس قدر کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں بخاری اور مسلم سمیت ان میں ایک حدیث بھی ایسی نہیں ہے جس کے متعلق یہ دعویٰ کیا جاتا ہو کہ اس کے الفاظ وہی ہیں جو رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمائے تھے اس بات پر بھی غور کیجئے کہ کوئی حدیث ایسی نہیں ہے جس کے الفاظ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے الفاظ ہوں تمام احادیث روایات بالمعنی ہیں (طلوع اسلام ص ۲۹ اکتوبر ۱۹۴۹ء مضمون شخصیت پرستی از پرویز)

(۳) ان مجموعوں میں ایسی باتیں موجود ہیں جو قرآن کے خلاف ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی ذات

پر اور انبیاء کرام کی شان میں طعن پایا جاتا ہے جن سے بصیرت اباء اور عقل بغاوت کرتی ہے (طلوع اسلام ص۳۷ اکتوبر ۱۹۴۹ء مضمون شخصیت پرستی از پرویز)

(۴) مشہور منکر حدیث تمنا عمادی مجیبی پھلواروی مقیم ڈھاکہ نے حدیث کے مدوّنِ اول حضرت امام محمد ابن شہاب الزھری کے بارے تاریخی طور پر ایک طویل مضمون لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام موصوفؒ عربی نہ تھے بلکہ عجمی تھے اور عجمیوں کا مشغلہ ہی اسلام مٹانا تھا اور منافقین کے گروہ نے ان کا احادیث کی تدوین میں انتخاب کیا چنانچہ تمنا عمادی صاحب لکھتے ہیں۔

اور منافقین عجم نے اپنے مقاصد کے ماتحت جمع احادیث کا کام شروع کرنا چاہا تو انہیں منافقین عجم کے آمادہ کرنے سے اس وقت خود ابن شہابؒ کو خیال ہوا کہ ہم حدیثیں جمع کرنا شروع کردیں تو یہ مدینہ بھی پہنچے اور کوفہ بھی اور مختلف مقامات سے حدیثیں حاصل کیں تو بیسیوں راویوں کے ساتھ رہے (طلوع اسلام ص۴۸ بابت ماہ ستمبر ۱۹۵۰ء مضمون محمدؒ بن شہاب زہریؒ کی تاریخ کا ایک مضمون از تمنا عمادی)۔

(۵) انہیں منافقین عجم کی ایک جماعت نے اپنا رسوخ فی الدین اور ظاہری زہد و تقوٰی دکھا کر ابن شہاب زہریؒ کو جمع احادیث پر آمادہ کیا یہ اپنے تجارتی و زراعتی کاروبار کی وجہ سے اپنے وطن مقام ایلہ میں رہا کرتے تھے مگر ایک بہت بڑی دینی خدمت سمجھ کر اس مہم پر آمادہ ہو گئے اور سنہ ۱۰۱ھ کے بعد مدینہ آکر یہاں کے لوگوں سے حدیثیں لیں اور پھر کوفہ بصرہ مصر وغیرہ مقامات سے بھی روایتیں حاصل کیں اور ہر راہ چلتے سے جو حدیث بھی مل جاتی لکھ لیتے اور یاد کر لیتے اور وہی منافقین خود بھی ان کے پاس آ آکر حدیثیں لکھواتے لگے اور دوسرے وضاعین کذابین کو ان کے پاس بھیج بھیج کر ان سے بھی حدیثیں ان کے پاس جمع کرانے لگے (ایضاً ص۵۴)

(۶) البتہ بر سبیل تذکرہ اگر کوئی حدیث ان لوگوں میں سے کسی نے اتفاقاً ان سے (یعنی امام زہریؒ) سے کبھی بیان کی ہو اور بلفظہٖ سلسلۂ اسناد کے ساتھ ان کو وہ یاد بھی رہ گئی ہو تو ممکن ہے کہ ایسی (دس) پندرہ یا کچھ زیادہ حدیثیں ایسے لوگوں سے ان کے (یعنی امام زہریؒ

کے) پاس امکانِ صحت کے ساتھ ہو سکتی ہیں مگر ان کی حدیثیں نصف سے زیادہ ایسے ہی بزرگوں سے ہیں جو سنہ ۱۰۱ھ سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے اس لئے یقیناً ایسی حدیثوں میں سے فی ہزار نو سو ننانوے حدیثیں یقیناً مرسل ہیں یعنی ان حدیثوں کو زہریؒ نے کسی واسطے سے سُنا اور وہ واسطہ حذف کر کے ان حدیثوں کو ان بزرگوں کی طرف حدثنا فلاں کہہ کر منسوب کر دیا کرتے تھے کیونکہ سنہ ۱۰۱ھ سے پہلے تحصیل احادیث کے لئے تگ و دو شہر شہر اور قریہ قریہ کی دوڑ کا دستور نہ تھا نہ کسی کو اس کی ضرورت محسوس ہوئی تھی منافقین عجم کے قال رسول اللہ قال رسول اللہ کے مفسدانہ شور سے اہل حق کے کان بھر گئے تھے اور کتنوں نے بر سبیل تذکرہ بھی روایت حدیث ترک کر دی تھی جیسا کہ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کا واقعہ کشف اللسان ص۱۱۲ میں مذکور ہوا ہے غرض جب سنہ ۱۰۱ھ سے پہلے نہ تحصیل احادیث کا دستور تھا نہ منافقین عجم کے سوا عام طور سے روایت احادیث کسی کا مشغلہ تھا تو اگر ابن شہابؒ نے سنہ ۱۰۱ھ سے پہلے حدیثیں لوگوں سے سنیں تو ان میں زیادہ تر وہی حدیثیں ہوں گی جن کو انہوں نے منافقین عجم ہی سے سُنا ہوگا چاہے وہ ان کا نام لیں یا نہ لیں (ایضاً ص۶۰)

(۷) جماعت منافقین نے اس کام کے لئے انہیں کو منتخب کیا اور یہ واقعہ ہے کہ انکی ذہانت اور فطانت اور غیر معمولی قوت حافظہ کی وجہ سے ان کا انتخاب ایک کامیاب انتخاب ہوا (ایضاً ص۵۴)

(۸) کیونکہ کتب صحاح ستہ قطعی طور پر قرآن مجید کے خلاف ہیں (پیغام توحید ص۵ ڈاکٹر احمد الدین صاحب اکال گڑھ ضلع گوجرانوالہ)

(۹) اور یہ مذکورہ صحاح ستہ کی باطل روایات نہ حدیث رسول ہیں نہ حکمت نہ تواتر نہ وحی خفی نہ تفسیر نہ سوانح حیات نہ بیان نہ اسوۂ حسنہ یہ سب بناوٹی کہانی ہے۔ (پیغام توحید ص۵ و ص۶)

(۱۰) ان روایات کے مصنفین کی مثال یہ ہے کہ جس طرح سامری نے من اثر الرسول کہہ کر بنی اسرائیل کی قوم سے بچھڑے کی پرستش کروائی تھی اسی طرح ان مذکورہ بالا مصنفین

نے قال قال رسول اللہ کہہ کر اس مصنوعی حدیث کی پرستش کرائی ہے (پیغام توحید ص۴)

(۱۱) اور ہم لوگ بھی وحدت الٰہی حاصل کرتے ہوئے اہل حدیث بنے تھے پھر معلوم ہوا کہ یہاں بجائے وحدت الٰہی کے وہ شرک ہے جو نہایت سمجھ سوچ کر بڑے غور سے کیا جاتا ہے (پیغام توحید ص۱۶)

(۱۲) یہی ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت امام بخاریؒ منافق عیسائی تھے (معاذ اللہ تعالیٰ) امام بخاری عیسائی تھے کیونکہ انہوں نے یہ روایت نقل کی ہے کہ انی نُہیت ان اقرأ القرآن راکعًا وساجدًا او کما قال اور سجدہ میں جو آیت پڑھی جانی چاہیئے وہ یہ ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ (اس کا ترجمہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں) اس لئے بخاری صاحب کو یہ مذکورہ بالا حدیث مجبوراً بنانی پڑی ہے کیونکہ منافقین عیسائی لوگ اس آیت کے پڑھنے سے مجبور تھے انتہیٰ بلفظہٖ (پیغام اتحاد بالقرآن ص۱۲)۔

(۱۳) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث لکھنے سے منع فرمایا ہے اور لکھی ہوئی احادیث کو مٹا دینے کا حکم ارشاد فرمایا جیسا کہ حضرت ابو سعید الخدریؓ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ولا تکتبوا عنی ومن کتب عنی
غیر القرآن فلیمحہ وحدثوا عنی
ولا حرج ومن کذب علیّ قال
ھمام احسبہٗ قال متعمداً
فلیتبوأ مقعدہ من النار

مجھ سے نہ لکھو اور جس نے مجھ سے قرآن کریم کے علاوہ کچھ لکھا تو اس کو مٹا دے اور مجھ سے حدیثیں بیان کرو ۔۔۔۔۔ اس میں کوئی حرج نہیں اور جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ بولا تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنالے

(مسلم ج۲ ص۴۱۴ و ابوداؤد ج۲ ص۱۵۸ و جامع بیان العلم ج۱ ص۶۳)

(۱۴) حضرت زیدؓ بن ثابت حضرت امیر معاویہؓ کے پاس گئے انہوں نے ایک حدیث کے بارے سوال کیا حضرت امیر معاویہؓ نے ایک آدمی کو وہ حدیث لکھنے کا حکم دیا اس پر حضرت زیدؓ

بن ثابت نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آپ کی کوئی حدیث نہ لکھیں تو کاتب نے وہ حدیث مٹا دی (ابوداؤد ج۲ ص۱۵۸ و جامع بیان العلم ج۱ ص۶۳)

(۱۵) حضرت ابوبکرؓ عبد اللہؓ بن عثمان ابو قحافہؓ المتوفی ۱۳ھ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پانسو حدیثوں کا ایک مجموعہ جمع کیا تھا اور ساری رات اس کے لئے بے قرار رہے اور پھر اس کو جلا دیا (محصلہ تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۵)

(۱۶) حضرت عمرؓ نے پہلے ارادہ کیا کہ حدیثیں لکھیں پھر یہ رائے قائم کی کہ نہیں لکھنی چاہئیں اور مختلف شہروں میں یہ حکم بھیجا کہ جس کے پاس کوئی حدیث لکھی ہوئی ہو تو اس کو مٹا دے (جامع بیان العلم ج۱ ص۶۵) اور انہوں نے احادیث کا لکھا ہوا مجموعہ جلا ڈالا (طبقات ابن سعدؒ ج۵ ص۱۴۰) اور حضرت ابو ہریرہؓ سے فرمایا کہ حدیثیں بیان کرنا ترک کر دو ورنہ میں تمہیں تمہارے آبائی علاقہ دوس بھیج دوں گا (البدایۃ والنہایۃ ج۸ ص۱۰۶) اور اسی طرح بعض دیگر حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ وغیرہم سے حدیثیں لکھنے کی ممانعت کا اور لکھی ہوئی حدیثوں کے جلا ڈالنے، مٹا ڈالنے اور پانی سے دھو ڈالنے کا ذکر آتا ہے۔ حافظ ابن عبد البرؒ نے جامع بیان العلم ج۱ ص۶۳ تا ص۶۸ میں باحوالہ ان روایات کی نشان دہی کی ہے ہم نے نہایت ہی اختصار کے ساتھ منکرین حدیث کے ترکِ حدیث کے لئے خود ساختہ بہانے اور عذر لنگ باحوالہ اکثر خود انہیں کی اپنی عبارات میں عرض کر دیئے ہیں تاکہ قارئین کرام تصویر کا یہ رُخ بھی بخوبی ملاحظہ کریں اور ان کے خبثِ باطن پر بھی بخوبی آگاہ ہو سکیں اور بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے ہر چیز کا حوالہ دیا ہے کیونکہ ع میرے احسان ہیں دشمن پر ہزاروں

الجواب: قارئین کرام نے منکرین حدیث کے دربارۂ حدیث تلبیسات اور شبہات تو پڑھ لئے ہیں اب بفضلہ تعالیٰ ترتیب وار ان کے جوابات بھی سنیئے کہ ان کے تارِ عنکبوت شبہات کی کیا وقعت ہے؟ اور یہ باطل حق کے سیلِ رواں میں کیسے بہتا ہے؟ ؎

شعلہ بن کر پھونک دے خاشاکِ غیر اللہ کو
فکرِ باطل کیا کہ ہے غارت گرِ باطل بھی تو

الجواب (۱) بلا کسی تفصیل کے مطلقاً تمام ذخیرۂ احادیث کو ظنی قرار دینا خالص ابلیسانہ

نظریہ ہے اصولی طور پر حدیث کی دو قسمیں ہیں خبر متواتر اور خبر واحد خبر واحد اگرچہ ظن کا فائدہ دیتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ عقائد میں اس پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ عقیدہ کی بنیاد قطعی ادلہ پر ہے جو قرآن کریم اور خبر متواتر اور اجماع ہیں چنانچہ علامہ مسعود بن عمر الملقب بسعد الدین تفتازانیؒ (المتوفی ۷۹۲ھ) لکھتے ہیں کہ خبر واحد ان تمام شرائط پر مشتمل ہونے کے باوجود بھی جو اصول فقہ میں بیان کی گئی ہیں ظن کا فائدہ دیتی ہے اور اعتقادیات کے باب میں ظن کا کوئی اعتبار نہیں ہے (شرح عقائد ص۱۰۱ ونحوہ فی شرح المواقف ص۷۲۷ والمسامرۃ ج۲ ص۸۷ وشرح فقہ الاکبر لعلی القاریؒ ص۶۸) لیکن خبر متواتر کے متعلق یہ کہنا کہ وہ ظنی ہے قطعاً باطل اور سراسر جھوٹ ہے۔ حافظ ابن حجرؒ وغیرہ تصریح فرماتے ہیں کہ خبر متواتر علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے (شرح نخبۃ الفکر ص۱ وتوجیہ النظر ص۳۶) اور خبر متواتر کا منکر کافر ہوتا ہے (توجیہ النظر ص۳۶) یہ یاد رہے کہ تواتر کی چار قسمیں ہیں تواتر الاسناد۔ تواتر الطبقہ۔ تواتر عمل و تواتر توارث اور تواتر القدر المشترک (دیکھئے مقدمہ فیصلہ بہاولپور از مولانا سید محمد انور شاہ صاحبؒ ص۱۳ ومقدمہ فتح الملہم ص۵ و ص۶ از مولانا عثمانیؒ) الغرض مطلقاً حدیث کو ظنی کہہ کر اس سے گلو خلاصی چاہنا دجل اور تلبیس کے سوا کچھ نہیں ہے۔

حضرت مولانا محمد بدر عالم المدنیؒ نے بجا فرمایا کہ قطعیت کا مسئلہ صرف اصول کے ساتھ خاص ہے فروع میں اگر ظنیت ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اس کی مثال بالکل قانونی دفعات کی سمجھئے قانون کے الفاظ اپنے اجمال کے ساتھ قطعی ہوتے ہیں اور اس کی ضمنی دفعات و تشریحات بسا اوقات ظنی ہوتی ہیں اسی لئے ان میں ہر عدالت کو اختلاف کرنے کی گنجائش مل جاتی ہے (ترجمان السنۃ ج۱ ص۱۹۵) ہر کہ ومہ اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ دنیا میں بیشتر کام ظن کے ماتحت ہی کئے جاتے ہیں مگر کوئی ظنی کہہ کر ان کو ترک نہیں کرتا مثلاً شادی کرتے ہیں تو اس کا قطعی طور پر کیا ثبوت ہوتا ہے کہ زوجین تادم حیات زندہ رہیں گے یا ان میں اختلاف کی وجہ سے طلاق کی نوبت نہیں آئے گی یا مقدمہ میں وکیل کرتے ہیں تو اس کا یقینی طور پر کیا ثبوت ہوتا ہے کہ وکیل مقدمہ

جیت ہی جائے گا یا کسی بیمار کا ڈاکٹر اور حکیم سے علاج کراتے ہیں تو اس کا کیا وثوق ہوتا ہے کہ بیمار تندرست ہو جائے گا اور موت کے چنگل سے بچ نکلے گا ؟ یا تعلیم حاصل کرتے ہیں تو کونسا جزم ہوتا ہے کہ امتحان میں کامیابی ہو جائے گی یا ہوائی جہاز اور بحری جہاز یا ریلوے یا بس اور موٹر وغیرہ پر سفر کرتے ہیں تو کیا اعتماد ہوتا ہے کہ منزل مقصود تک پہنچ ہی جائیں گے اور راستہ میں کوئی حادثہ وغیرہ پیش نہیں آئے گا وغیرہ وغیرہ بے شمار اشیاء ہیں کیا کسی نے ان کو ظنی سمجھتے ہوئے شادی ترک کر دی ہے یا مقدموں میں وکیل نہیں کرتے یا تعلیم و علاج و سفر وغیرہ چھوڑ دیا ہے غرضیکہ اصول دین اور عقائد کے علاوہ ظنی احکام میں خبر واحد اور ظنی دلیل ہی کافی ہوتی ہے اور اسی پر آج تک امت کا عمل چلا آ رہا ہے باقی دینی دنیوی امور کے فرق کی آڑ لے کر یہ کہنا کہ دنیوی امور میں ظن قابل عمل ہے اور دینی امور میں نہیں تو یہ ایک خالص طفلانہ خیال ہے کیونکہ مسلمان کا ہر جائز کام دین اور عبادت ہے اس کا اپنے وقت پر سونا بھی عبادت ہے اور نماز پڑھنا بھی عبادت ہے اور اسی سلسلہ میں حضرت معاذؓ کا یہ ارشاد ہے فاحتسب نومتی کما احتسب قومتی (بخاری ج۲ ص۶۲۲) کہ میں اپنے سونے کو بھی قیام کی طرح عبادت ہی سمجھتا ہوں اور شادی کرنا بھی نصف دین ہے جس طرح حدیث میں آتا ہے کہ جس شخص نے شادی کر لی تو آدھا دین کامل کر لیا اب باقی نصف کے بارے میں اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے (محصلہ مشکوٰۃ ج۲ ص۲۶۸ رواہ البیہقی فی شعب الایمان) اسی طرح علاج کرانا بھی دین ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے اللہ تعالےٰ کے بندو جب تم بیمار ہو جاؤ تو علاج کرایا کرو (مستدرک ج۴ ص۱۹۹ علیٰ شرطہما) اور علم کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم (الجامع الصغیر ج۲ ص۵۴ صحیح وجامع بیان العلم ج۱ ص۷ وابن ماجہ ج۱ ص۲۰) کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اگر ان اور اس قسم کے لاتعداد امور میں ہم ظن پر عمل کرتے ہیں تو یہ ظن منکرین حدیث کو خبر واحد کے سلسلہ میں کیوں ڈنگ مارتا ہے اور کیوں وہ مار نیم جان کی طرح اس میں پیچ و تاب کھاتے ہیں؟ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ ؎

یہ کاوشیں بے سبب ہیں کیسی کدورتوں کی کچھ انتہا بھی
زبان رکھتے ہیں ہم بھی آخر کبھی تو پوچھو سوال کیا ہے

الجواب (۲) یہ دعویٰ کرنا کہ تمام احادیث روایت بالمعنیٰ ہیں خالص افتراء اور سفید جھوٹ ہے بلاشبہ بعض احادیث روایت بالمعنیٰ کے طور پر ہیں جہاں کوئی راوی او کما قال یا یا حرف او سے یا مثلہ یا نحوہ یا بالمعنیٰ یا والمعنیٰ واحد وغیرہ کے الفاظ استعمال کرتا ہو باقی ان کے علاوہ تمام احادیث کے الفاظ بھی وہی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے ہیں خبر متواتر میں قطعیت کے ساتھ اور خبر واحد میں ظنیت کے ساتھ یہ کہنا بجا ہے کہ آپ ہی کے الفاظ ہیں اور بلا کسی قوی عقلی و نقلی دلیل کے ہر حدیث کے مروی بالمعنیٰ ہونے کا دعویٰ قطعاً مردود ہے اور وہ اس قابل ہے کہ ع
اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں

الجواب (۳) کوئی صحیح حدیث قرآن کریم کے خلاف نہیں ہے اگر کسی کو کوئی صحیح حدیث قرآن کریم کی کسی آیت سے متصادم یا متضاد نظر آتی ہے تو یہ اس کی اپنی فہم کا قصور ہے اس کو اعتراض سے پہلے اپنے دماغ کا کسی ماہر امراضِ دماغ ڈاکٹر سے علاج کرا لینا چاہیئے ہاں موضوع اور باطل قسم کی روایتوں سے ضرور تصادم ہے مگر اس کو کیا کیجیئے کہ ایسی حدیثوں کو حضرات محدثین کرامؒ نے چھان بین کے بعد ڈھیر لا اروڑی پر پھینک دیا اور ان سے استدلال کو حرام اور ممنوع قرار دیا ہے مگر بعض باطل فرقے ان کو اٹھا کر لے آئے ہیں اور انہوں نے اپنے عقائد و اعمال کی ان پر بنیاد رکھی ہے لیکن اس سے صحیح احادیث اور حضرات محدثین کرامؒ پر کیا زد پڑتی ہے؟ اگر منکرین حدیث کو بعض ایسی احادیث سے قرآن کریم کے ساتھ تصادم نظر آتا ہو جن میں بظاہر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف کذب معصیت اور ظلم وغیرہ کی نسبت وارد ہوئی ہے تو اس کا مکمل اور پورا جواب تو انشاء اللہ العزیز شوقِ حدیث حصہ دوم میں دیا جائے گا۔
یہاں صرف اتنا ہی عرض ہے کہ قرآن کریم میں لفظ ذنب۔ لفظ ظلم۔ لفظ ضلالت۔ لفظ غوایت اور لفظ عصیان وغیرہ بھی تو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بابت

آئے ہیں تو کیا معاذ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی ان سورتوں یا ان آیات کا جن میں ایسے الفاظ کا تذکرہ آیا ہے انکار کر دیا جائے؟ کیونکہ بظاہر تو ان الفاظ سے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں طعن پایا جاتا ہے کیوں ایسے مقامات میں پرویز صاحب کی بصیرت ایاد نہیں کرتی اور کیوں ان کی نارسا عقل یہاں بغاوت نہیں کرتی؟ آخر بات واضح ہونی چاہیئے کہ قرآن کریم میں یہ الفاظ آجائیں تو بصیرت و عقل ایاد و بغاوت نہ کرے اور حدیث میں آجائیں تو پھر کمر باندھ کر ایاد و بغاوت کود آئے۔ ہم یہاں تفصیل میں نہیں جانا چاہتے صرف یہ عرض کرتے ہیں کہ جس طرح ان آیات کو تسلیم کر کے موقع اور محل کے لحاظ سے ان الفاظ کی ایسی تعبیر کی جاتی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذوات مقدسہ پر بھی کوئی حرف و طعن نہ آئے اور قرآن کریم کی آیات کا بھی انکار لازم نہ آئے اور قرآن کریم کی آیات پر اعتماد بھی برحال رہے تو بعینہٖ اسی طرح احادیث کے بارے میں بھی یہی نظریہ پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ ہینگ لگے نہ پھٹکڑی۔

الجواب (۴) (۵) (۶) (۷) چونکہ حضرت امام زہریؒ حدیث کے پہلے مدون ہیں اس لیے منکر حدیث تمنا عمادی صاحب نے ایڑی چوٹی کا زور اس پر صرف کیا ہے کہ امام زہریؒ عربی النسل ثابت نہ ہوں اور عرب کے باشندہ نہ قرار پائیں اور ان کو عجمی کہہ کر ان کی کڑی منافقین عجم کے ساتھ جوڑ دی جائے تاکہ حدیث کا سرے سے اعتبار ہی نہ رہے کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری کہ نہ دین رہے اور نہ دین کی کوئی بات ہی رہے اور مسجد و کلیسا کا فرق ہی بالکل اٹھ جائے جیسا کہ منکرین حدیث کا سرغنہ نیاز فتحپوری یہ لکھتا ہے مسجد و کلیسا ناقوس و اذان میں کوئی فرق نہیں ہے بلفظہٖ (من و یزدان حصہ اول ص ۳۳) معاذ اللہ تعالیٰ یہ ہے منکرین حدیث کا باطل اور خالص کافرانہ عندیہ اور عقیدہ۔
امام زہریؒ کا نسب نامہ یہ ہے محمدؒ بن مسلمؒ بن عبید اللہؒ بن عبد اللہ بن شہاب بن عبد اللہ بن الحارث بن زہرۃ بن کلاب القرشی المدنی جو سنہ ۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور حضرت عبد اللہؓ بن عمرؓ حضرت سہلؓ بن سعد حضرت انسؓ بن مالک حضرت محمودؓ بن الربیع حضرت ابو امامہؓ بن سہل وغیرہم حضرات صحابہ کرامؓ اور حضرت سعیدؒ بن المسیبؒ جیسے کبار تابعینؒ سے علم حاصل

کیا حضرت امام زہریؒ کے تلامذہ میں حضرت عقیلؒ یونسؒ۔ زبیدیؒ صالح بن کیسانؒ معمرؒ شعیبؒ بن ابی حمزہؒ امام اوزاعیؒ امام مالکؒ امام لیثؒ۔ ابن ابی ذئبؒ عمروؒ بن الحارثؒ ابراہیم بن سعدؒ اور سفیانؒ بن عیینہؒ جیسی جلیل القدر ہستیاں موجود ہیں (دیکھئے تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص۱۰۲ و ۱۰۳ و تہذیب التہذیب ج ۹ ص۴۴۵) حافظ ابن حجرؒ نے امام زہریؒ کے اساتذہ کرام میں حضرت عبداللہؓ بن جعفرؓ حضرت ربیعہؓ بن عباد حضرت مسورؓ بن مخرمہ رضؓ حضرت ابوالطفیل (عامرؓ بن واثلہ جو حضرات صحابہ کرامؓ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے تجرید اسماء الصحابہؓ ج ۱ ص۳۱۱ ان کی وفات ۱۱۰ھ میں مکہ مکرمہ میں ہوئی تہذیب التہذیب ج ۵ ص۸۲) حضرت سائبؓ بن یزیدؓ حضرت محمودؓ بن لبیدؓ حضرت ثعلبہؓ بن ابی مالک حضرت سنینؓ ابو جمیلہ۔ حضرت قبیصہؓ بن ذویب اور حضرت مالکؓ بن اوس بن الحدثان وغیرہ صحابہ کرامؓ کا اور معروف و مشہور حضرات تابعینؒ میں جم غفیر کا اور تلامذہ میں حضرت عطاؒ بن ابی رباح حضرت ابوالزبیر مکیؒ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ حضرت یحییٰؒ بن سعید الانصاریؒ حضرت ایوب سختیانیؒ حضرت محمدؒ بن المنکدرؒ۔ حضرت موسیٰؒ بن عقبہؒ حضرت ہشامؒ بن عروہؒ وغیرہ وغیرہ جلیل القدر محدثین کا ذکر کیا ہے (ملاحظہ ہو تہذیب ج ۹ ص۴۴۶ و ص۴۴۹) لیکن تمنا عمادی ملحد اور زندیق کی ستم ظریفی دیکھئے کہ وہ ان تمام حضرات کو منافقین عجم سے تعبیر کرتے ہیں اور امام زہریؒ کے اساتذہ کو وضاعین اور کذابین کہتے ہیں اور ان کے جمع حدیث کو جو خلیفہ راشد حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ کے حکم سے معرض وجود میں آئی منافقین عجم کی سازش قرار دیتے ہیں اور ان کی اس اہم دینی خدمت کو اور ان کی بلا مدافعت مسلّمہ ثقاہت و عدالت کو اپنے خبث باطن کی وجہ سے خاک میں ملا رہے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ان کی تحصیل علم کی کاوش ۱۱۰ھ سے بعد کی ہے کیا یہ حضرات صحابہ کرامؓ جن کے نام اوپر درج کئے گئے ہیں سب کے سب ۱۱۰ھ کے بعد تک زندہ رہے تھے اور کیا یہ تمام ثقات تابعین ۱۱۰ھ کے بعد تک زندہ رہے تھے جن کے پاس امام زہریؒ نے حاضر ہو کر علم حدیث حاصل کیا؟ اور کیا خلیفہ راشد حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ ۱۱۰ھ کے بعد فوت ہوئے تھے جنہوں نے تدوین حدیث کا حکم دیا تھا؟ اور کیا یہ تمام اکابر حضرات منافقین

عجم اور کذاب، وضاع تھے؟ اور پھر حضرت امام زہریؒ کے کوفہ بصرہ مصر وغیرہ علاقوں سے حدیثیں حاصل کرنے سے ان کی حدیثوں پر کیا زد پڑتی ہے؟ کیا ان مقامات سے علم حاصل کرنا حرام تھا مقام ایلہ میں ان کی رہائش کی وجہ سے وہ غیر عربی کیسے بن گئے؟ کیا تمنا عمادی صاحب پھلواری سے بھگوڑے بن کر جب ڈھاکہ پہنچے تو کیا وہ بنگالی النسل ہو گئے؟ کچھ تو سوچ سمجھ کر بات کرنی چاہیئے لیکن انکار حدیث کی وجہ سے منکرین حدیث پر ایسی جہت پڑی ہے کہ وہ عقل سے بھی بیگانہ ہو گئے ہیں نہ دین کے نہ دنیا کے مشہور ہے دھوبی کی کتیا نہ گھر کی نہ گھاٹ کی حضرت امام زہریؒ کی بعض روایات مرسل بھی ہیں لیکن یہ دجالانہ دعویٰ کہ ان کی ایک ہزار حدیثوں میں نوسو ننانوے یقیناً مرسل ہیں خالص افترا نرا بہتان اور صریح جھوٹ ہے یہ کتنا فریب اور جھوٹ ہے کہ ان پر یہ افترا باندھا کہ وہ اپنی روایات میں واسطہ حذف کر کے اوپر کے بزرگوں سے کڑی جوڑ دیتے تھے اور حدثنا فلاں کہہ دیتے تھے معدودے چند حدیثوں میں ان کے ارسال سے یہ نتیجہ اخذ کرنا انتہائی دجل اور خالص ابلیسانہ کاروائی ہے۔ قارئین کرام آپ عمادی صاحب کے یہ خالص کافرانہ اور ملحدانہ الفاظ بھی پڑھ چکے ہیں کہ منافقین عجم کے قال رسول اللہ قال رسول اللہ کے مفسدانہ شور سے اہل حق کے کان بھر گئے تھے نعوذ باللہ من کفریاتہ اگر قال رسول اللہ کے الفاظ مفسدانہ شور ہے تو دنیا میں مصلحانہ آواز کیا ہوگی؟ اور اگر منکرین حدیث اہل حق ہیں تو خدا تعالےٰ کی ساری دنیا میں اہل باطل کون ہوگا؟ کف اللسان کے حوالہ کے پیش نظر حضرت ابن عباسؓ کے بعض غیر ثابت شدہ روایتوں کو ترک کرنے سے ان کی صحیح روایات کو ترک کرنا کیسے لازم آتا ہے؟ اور ان میں عقلی اور منطقی کیا تلازم ہے؟ یہ یاد رہے کہ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ سے دو ہزار چھ سو ستر (۲۶۷۰) مسند حدیثیں مروی ہیں (البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص۳۰۲) اگر آپ نے کلیۃً روایات ترک کر دی تھیں تو یہ روایات کیوں بیان کیں؟

عمادی صاحب کا یہ کہنا کہ ۱۱۰ھ سے پہلے شہر شہر اور قریہ قریہ احادیث کے لئے تگ و دو کا دستور نہ تھا اور یہ کہ منافقین عجم کے علاوہ ۱۱۰ھ سے قبل تحصیل حدیث کا دستور نہ تھا مجنونانہ بڑ سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتا کیونکہ آپ اسی پیش نظر کتاب

ہیں با حوالہ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت جابرؓ وغیرہ بعض حضرات صحابہ کرامؓ نے اور بعض ثقات
تابعینؒ نے ایک ایک حدیث کے لئے دور دراز کی مسافتیں طے کی تھیں اور حضرات صحابہ
کرامؓ اور تابعین میں تحصیل علم کے شوق و ذوق کے بارے میں مفصل حوالے آپ پہلے
پڑھ چکے ہیں کیا یہ تمام حضرات منافقین عجم تھے؟ معاذ اللہ تعالیٰ افسوس ہے کہ عمادی صاحب
اس ملک پاکستان میں بیٹھ کر اور پناہ لے کر جو خالص اسلام کی بنیاد پر قائم کیا گیا ہے اور
جس کی اساس ہی قرآن وسنت اور بطرز خلفاء راشدینؓ حکومت پر رکھی گئی ہے ایسی
بے باکی اور کھلی جسارت کے ساتھ یہ ملحدانہ نظریات سپرد قلم کر رہے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے
اور با اختیار طبقہ کے ایسے مضامین پر خاموشی سادھ لینے پر تاسف بالائے تاسف
ہوتا ہے اگر ان کی ذات کے متعلق کوئی سرپھرا کوئی ہلکی سی بات بھی کہدے تو اس کے
لئے طوق وسلاسل اور جیل کی کال کوٹھریاں تیار ہیں مگر حضرات سلف صالحینؒ کو بشمولیت
حضرات صحابہ کرامؓ منافقین عجم کہا جائے تو پھر سب اچھا ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) کیا عمادی
صاحب کے نزدیک ۱۲۰ھ کے بعد کوئی عربی یا عجمی مخلص مسلمان زندہ نہ تھا کہ امام زہریؒ
کو منافقین عجم ہی سے حدیثیں لینا پڑیں بقول عمادی خواہ ان کا نام لیں یا نہ لیں کوئی بات تو
عمادی صاحب ہوش میں آ کر کیا کریں جیسے ملنگوں کی طرح بے تکی ہانکنے کا نام تو تاریخی تحقیق
نہیں ہے عمادی صاحب حضرت امام زہریؒ ان کے اساتذہ اور تلامذہ اور حضرت عمرؒ
بن عبدالعزیزؒ وغیرہم جیسی پاکیزہ شخصیتوں کے بارے میں بار بار منافقین عجم کا جملہ بول کر
اپنے ماؤف دل کی بھڑاس نکالتے ہیں جو ان کے خبث باطن پر دال ہے غرضیکہ عمادی
وغیرہ کی ان دجالانہ وسیسہ کاریوں سے نہ تو حضرت امام زہریؒ کی مسلمہ شخصیت پر
کوئی زد پڑتی ہے اور نہ صحت احادیث پر البتہ عمادی صاحب اور ان کے چیلے چانٹے
ان کافرانہ نظریات کو اپنانے کی وجہ سے جہنم میں اپنے لئے اسفل السافلین کے طبقہ کی
کاوش ضرور کر رہے ہیں کیونکہ سچ ہے ؎

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

الحاصل حضرت امام زہریؒ مخلص مسلمان جلیل القدر محدث ثقہ عادل عربی النسل
اور قریشی تھے ان کو منافق قرار دینے والا خود کافر ملحد زندیق دجال اور پکا منافق ہے اسی
طرح ان کے اساتذہ اور تلامذہ اور جمع حدیث پر آمادہ کرنے والے اکثر خالص عربی سچے
مسلمان اور دین اسلام کے صحیح خیرخواہ تھے جن میں خلیفہ راشد بھی ہیں اور جن عجمیوں
سے بھی انہوں نے علم حدیث حاصل کیا وہ بھی اپنے دور کے مخلص مسلمان اور ثقہ ثبت
اور حجت تھے بلاشبہ حضرت امام زہریؒ کی ذہانت وفطانت اور غیر معمولی قوت حافظہ کی
وجہ سے کتب حدیث کی تدوین ہوئی اور خلیفہ راشد کی نگاہ انتخاب بھی کامیاب رہی اور
آنے والی نسلوں تک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کا قیمتی ذخیرہ
جمع ومدون ہو کر محفوظ رہا تاکہ وہ اس سے فائدہ اٹھا کر سعادت دارین حاصل کریں اور
بحمد اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوا اور ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا اور انکار حدیث کی باد خزاں
کا اس پر قطعاً کوئی اثر نہیں پڑا اور نہ پڑ سکتا ہے بقول علامہ اقبالؒ ؎

زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی
نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آداب سحر خیزی

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اہل عجم میں اس وقت اور اس وقت سے لے کر آج تک
کیا مخلص ثقہ عادل اہل علم لوگ نہیں تھے؟ اور کیا عجمیوں کے لئے علم حدیث اور دیگر
علوم حاصل کرنا حرام ہے؟ اگر دیگر حضرات سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف حضرت امام
ابوحنیفہؒ اور امام بخاریؒ وغیرہ کو ہی پیش نظر رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ علم و دین کو
ثریا سے اتار کر اس کی نشر واشاعت کرنے والے بھی موجود تھے اور خالص عجمی تھے چونکہ
حضرت امام مسلمؒ کے علاوہ صحاح ستہ کے بقیہ حضرات مصنفین عجمی ہیں اس لئے تمنا
عمادی اور اسی طرح ڈاکٹر احمد دین صاحب وغیرہ (دیکھئے پیغام اتحاد بالقرآن ص۱۲)
منکرین حدیث منافقین عجم کے الفاظ بول کر اپنے چیلوں کے یہ ذہن تیار کر رہے
ہیں کہ یہ عجمی ہیں اور معاذ اللہ تعالیٰ منافق ہیں اور انہوں نے حدیثیں دین کا حلیہ بگاڑنے کے
لئے جمع کی ہیں اور اسلام کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لئے یہ کاروائی کی ہے کبھی یہ دین

کتب حدیث کو عجمی سازش قرار دیتے ہیں اور کبھی اس کو مجوسیوں اور ایرانیوں کی کارستانی بتاتے ہیں مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ یہ حضرات قابل اعتماد نہیں تو ان کی جمع کردہ کتب حدیث کا کیا اعتبار ہوگا؟ اور وہ کیونکر دین اور دین کا معتمد علیہ حصہ قرار پائیں گی؟ بس اس کے سوا ان حضرات کی اور کوئی خطاء اور قصور نہیں ہے جس کی وجہ سے ان کو منافقین عجم کا طعن دیا جاتا ہے۔ ؎

نوائے صبح گاہی نے جگر خون کر دیا میرا خدایا جس خطا کی یہ سزا ہے وہ خطا کیا ہے

منکرین حدیث پر تو کوئی زیادہ افسوس نہیں ہے کیونکہ ان کا مشن ہی انکار حدیث اور ترک حدیث ہے مگر صد افسوس تو مولانا مودودی صاحب پر ہے جو یہ کہتے ہیں کہ۔ کوئی شریف آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ حدیث کا مجموعہ ہم تک پہنچا ہے وہ قطعی طور پر صحیح ہے مثلاً بخاری جس کے بارے میں اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا جاتا ہے حدیث میں کوئی بڑے سے بڑا غلو کرنے والا بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس میں جو چھ سات ہزار احادیث درج ہیں وہ ساری کی ساری صحیح ہیں۔ یہ تقریر انہوں نے ۱۵ ارمئی ۱۹۵۵ء کو برکت علی ہال میں سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حدیث کے موضوع پر کی تھی (ماخوذ از الاعتصام ص۱ کالم ۲ ، ۴ رشوال ۱۳۷۴ھ ۲۷ مئی ۱۹۵۵ء)

اس کا صاف لفظوں میں یہ مطلب ہوا کہ پوری امت مسلمہ جو صحیحین بخاری اور مسلم کو صحیح کہتی اور علی الخصوص بخاری کی جملہ روایات کو صحیح مانتی ہے وہ مودودی صاحب کے نزدیک شرفاء کے زمرہ سے خارج ہے پھر منکرین حدیث کا کیا قصور ہے جو ایسی واہی تباہی باتیں حدیث کے متعلق کہتے ہیں مگر ؎

دل سوز سے خالی ہے نگہ پاک نہیں ہے پھر اس میں عجب کیا تو بے باک نہیں ہے

الجواب (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متصل اور مرفوع حدیثیں حضرات محدثین کرامؒ کے اتفاق و اجماع سے صحیح ہیں (ملاحظہ ہو اما الصحیحان فقد اتفق المحدثون علی ان جمیع ما فیہما من المتصل المرفوع صحیح بالقطع حجۃ اللہ البالغۃ ج ۱ ص۱۳۴ طبع مصر) اور صحاح ستہ کی باقی چار کتابوں (نسائی

ابوداؤد ترمذی اور ابن ماجہ اور عند بعض المحققین بجائے ابن ماجہ کے مؤطا امام مالکؒ ملاحظہ ہو فیہ تمس الیہ الحاجۃ ص۳۶) میں بعض روایات ضعیف بھی ہیں بلکہ بعض موضوع بھی ہیں جن کی حضرات محدثین کرامؒ نے نشاندھی کر دی ہے لیکن صحاح ستہ کی صحیح احادیث میں سے کوئی حدیث قرآن کریم کی کسی بھی آیت کریمہ کے ہرگز ہرگز خلاف نہیں اگر کسی کوتاہ فہم کو صحاح ستہ کی کسی حدیث کا قرآن کریم کی کسی آیت کریمہ سے تضاد نظر آتا ہے تو وہ اس کی اپنی سوء فہم کا نتیجہ ہے ایسا سطحی قسم کا تعارض تو قرآن کریم کی بعض آیات کریمات کا آپس میں بھی معلوم ہوتا ہے اور بخاری ج ۲ ص۷۱۲ کی وہ روایت جس میں نافع بن ازرق (خارجیوں کے فرقہ ازارقہ کے رئیس) کے قرآن کریم کی بعض آیات کے بعض دوسری آیات سے تعارض کے سلسلہ میں سوال اور حبر الامت ترجمان القرآن حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے مسکت جوابات کا تذکرہ ہے اس کی واضح دلیل ہے لہذا ڈاکٹر احمد الدین صاحب ملحد کا یہ دعوٰی کہ کتب صحاح ستہ قطعی طور پر قرآن مجید کے خلاف ہیں خالص ہرزہ سرائی اور قطعاً جھوٹ اور صریح بہتان ہے اور اسی طرح ان کا صحاح ستہ کی تمام روایات کے بارے میں یہ دعوٰی کہ وہ حدیث رسول نہیں اور باطل روایات ہیں خالص زندیقانہ اور کافرانہ نظریہ ہے صحیحین کی تمام اور بقیہ کتب اربعہ کی بجز چند روایات کے باقی سب روایات حدیث رسول بھی ہیں اور حکمت و موعظت بھی وحی خفی بھی ہیں اور قرآن کریم کی تفسیر بھی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ کا اسوۂ حسنہ بھی ہیں اور آپ کی سوانح حیات بھی یہ بناوٹی کہانی نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کا بہترین اور قابل اعتماد سرمایہ اور ذخیرہ ہے اور اس کا انکار بغیر کسی پاگل یا ملحد کے اور کوئی نہیں کر سکتا باقی رہا تواتر کا انکار تو اس سے کیا مراد ہے؟ اگر یہ مراد ہو کہ ان کتب کی نسبت ان کے مصنفین کی طرف متواتر نہیں تو یہ دعوٰی سراسر باطل ہے مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک تمام اسلامی یا منسوب باسلام فرقے تواتر کے ساتھ اس نسبت کو صحیح تسلیم کرتے ہیں اور ان کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور اگر یہ مراد ہو کہ صحاح ستہ میں مذکور حدیثیں متواتر نہیں تو اس میں بھی تفصیل ہے۔

اگر تواتر لفظی مراد ہو تو صحاح ستہ میں حدیث من کذب علیّ وغیرہ تواتر لفظی کی مد میں شامل ہیں اس لئے کلیتہً تواتر کا انکار ایک جاہلانہ بات ہے اور اگر تواتر عمل اور تواتر طبقہ اور تواتر معنوی مراد ہو تو صحاح ستہ ایسی روایات سے بفضلہ تعالیٰ بھری پڑی ہیں اور اس تواتر کا انکار بھی ایک مجنونانہ بات ہے جیسا کہ کسی بھی اہل علم اور سمجھدار سے یہ بات مخفی نہیں ہے حضرات مصنفین صحاح ستہ کو سامری کہنا (جس کا نام موسیٰ بن ظفر تھا اور وہ بنو اسرائیل کی ایک شاخ بنو سامرہ کا منافق تھا) اور ان کی جمع اور نقل کردہ تمام روایات کو مصنوعی قرار دینا اور قال قال رسول اللہ کے الفاظ سے تمسخر اڑانا خالص شیطنت ہے جو دریدہ دہن منکرین حدیث ہی کا شیوہ اور حصہ ہے دوسرا کوئی اس وصف بد میں ان کا شریک و سہیم نہیں ہو سکتا۔ ڈاکٹر احمد دین صاحب کا یہ کہنا کہ ہم وحدت الٰہی حاصل کرنے کے لئے اہل حدیث بنے تھے لیکن معلوم ہوا کہ یہاں، بجائے وحدت الٰہی کے سوچ سمجھ کر شرک کیا جاتا ہے (محصلہ) یہ بات ان کی خاصی غور طلب اور قابل توجہ ہے ہم اس مقام پر اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتے

بقدر ضرورت اس پر الکلام المفید فی اثبات التقلید میں بحث ہم نے کردی ہے کہ ہر کہ ومہ کے لئے بلا رسوخ فی العلم کے ترک تقلید کر کے نام نہاد اہل حدیث بننا گمراہی کا پہلا پھاٹک ہے جیسا کہ ڈاکٹر احمد الدین صاحب تقلید چھوڑ کر وحدت الٰہی حاصل کرنے کے لئے اہلحدیث بنے اور آخر میں نتیجہ ظاہر ہے کہ سرے سے حدیث ہی کا انکار کر کے حضرات مصنفین صحاح ستہ کو سامری قرار دے کر اپنا قارورہ ابلیس لعین سے جوڑ کر آتش دوزخ میں اس کے ہمیشہ کے ساتھی بن گئے ابلیس لعین کے پیش نظر بھی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ نہ کرنے میں وحدت الٰہی ہی مطلوب تھی اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی (معاذ اللہ تعالیٰ) حقارت ملحوظ تھی جو حشر اس کا ہوا یا ہوگا وہ محتاج بیان نہیں اور یہی حشر اس کے چیلے ڈاکٹر احمد الدین کا ہوا اور انشاء اللہ تعالیٰ ہوگا۔ ڈاکٹر موصوف بزعم خویش اگر خود ساختہ وحدت الٰہی حاصل کرنے کے لئے اہلحدیث نہ بنتے تو بزرگوں کا احترام دل میں ہوتا اور امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاریؒ کو عیسائی اور

منافق نہ کہتے یہ ان کی انتہائی جسارت اور بے باکی ہے کہ اسلامی دنیا کی ایک عظیم شخصیت کو کھلے لفظوں میں منافق اور عیسائی قرار دیتے ہیں، اور اس پر ان کا مردہ ضمیر بھی انہیں ملامت نہیں کرتا نعوذ باللہ من شرور انفسنا ؎

ہے ذوق تجلی بھی اسی خاک میں پنہاں
غافل تو نرا صاحب ادراک نہیں ہے

یہ روایت انی نہیت ان اقرأ القرآن راکعًا وساجدًا او کما قال صرف حضرت امام بخاریؒ ہی نے نہیں نقل کی بلکہ دیگر مصنفین کتب صحاح ستہ وغیرہم نے بھی نقل کی ہے اور ڈاکٹر موصوف کے نظریہ کے ماتحت معاذ اللہ تعالیٰ وہ سبھی، منافق عیسائی قرار پاتے ہیں یہ عہدہ صرف حضرت امام بخاریؒ ہی کے لئے مختص نہیں رہتا۔ قارئین کرام! آپ نے منکرین حدیث کی دربارہ احادیث اور حضرات محدثین کرامؒ دریدہ دہنی ملاحظہ کرلی اس لئے حب حدیث اور حب حضرات محدثین کرامؒ کی وجہ سے خلاف طبیعت اور خلاف عادت اگر منکرین حدیث کے بارے میں ہمارے بعض الفاظ سخت معلوم ہوں تو ہمیں معذور تصور کیا جائے کیونکہ ؎

دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

(غالب بتغییر یسیر)

اب ڈاکٹر صاحب سے سوال یہ ہے کہ قرآن کریم کی کس آیت سے صراحۃً ثابت ہے کہ سجدہ میں لازمًا الحمد للہ الذی الآیہ کریمہ ہی پڑھنی ہے جس سے اجتناب کرتے ہوئے امام بخاریؒ کو یہ حدیث بنانی پڑی؟ کیا فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝ اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وغیرہا آیات قرآن کریم میں موجود نہیں ہیں جو رکوع اور سجود میں پڑھی جاسکتی ہیں ڈاکٹر صاحب آنجہانی تو جہاں جانا تھا وہاں جاچکے ہیں شاید ان کا کوئی چیلہ ہی ہمارا ادھار ختم کردے دیدہ باید ؎

شب ستاروں سے سج گئی آخر — اب یہ فرصت کہاں سحر دیکھیں

الجواب (۱۳) اگر کتابت حدیث کی نہی سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ حدیث حُجت نہیں تو یہ استدلال قطعاً باطل ہے کیونکہ خود اسی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سنہری موتیوں کی طرح چمکتے ہوئے یہ الفاظ بھی موجود ہیں حدثوا عنی ولا حرج میری حدیثیں بیان کرو اس میں قطعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ بالکل واضح امر ہے کہ اگر حدیث حجت نہ ہوتی تو آپ حدیث بیان کرنے کا ہرگز حکم نہ دیتے معلوم ہوا کہ آپ کی حدیث بیان کرنا امر مطلوب ہے جواب کے لئے اتنی ہی بات کافی ہے کہ اگر حدیث حجت نہ ہوتی تو آپؐ حدیث بیان کرنے کا حکم نہ دیتے مگر ہم یہاں محض اللہ تعالیٰ کی توفیق سے طلبۂ علم کے لئے قدرے تفصیل سے کام لینا چاہتے ہیں یہ یاد رہے کہ حدیث اور سنت دونوں الفاظ مترادفہ ہیں اور اکثر محدثین کرامؒ کا یہی نظریہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول وفعل اور تقریر پر لفظ حدیث اور لفظ سنت دونوں کا اطلاق ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک لفظ حدیث صرف قول پر اطلاق ہوتا ہے اور لفظ سنت قول وفعل اور تقریر سب پر بولا جاتا ہے اور اس لحاظ سے لفظ سنت عام ہے (توجیہ النظر ص۳)۔

اب غور طلب امر یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت اور حدیث دین اور حجت نہیں تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تارک سنت کو اپنی امت کی فہرست سے کیوں خارج کر دیا ہے؟ اور آپؐ نے تارک سنت کو ملعون کیوں قرار دیا ہے؟ اور سنت پر عمل کرنے کی اور اس کو مضبوطی سے پکڑنے کی تاکید کیوں فرمائی ہے؟ اور خلاف سنت کاموں سے پرہیز کرنے کا حکم کیوں دیا ہے؟ کیا معاذ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرات صحابہ کرامؓ کو اور پوری امت کو ایک غیر دینی یا نری تاریخی بات پر قائم رہنے کی پُرزور الفاظ میں تاکید در تاکید فرماتے رہے؟ ہر عقلمند آدمی اسی سے حدیث اور سنت کی اہمیت اور اس کی دینی حیثیت اور اس کی حجیت کو بخوبی آسانی سے سمجھ سکتا ہے باقی جس نے میں نہ مانوں کی رٹ لگائی ہے تو اس کے لئے اس جہان میں سرے سے کوئی علاج ہی نہیں ہے حدیث کو وہی تسلیم کرے گا جس میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہوگی اور اس محبت کے نتیجے میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت ہوگی اسلئے کہ

خدا تعالیٰ اور اس کے رسول برحق کی محبت لازم ملزوم ہیں جب حدیث کی محبت نہیں تو یقین جانئے کہ خدا تعالیٰ کی محبت بھی نہیں ؎

رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل … جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

ہم نہایت ہی اختصار کے ساتھ باحوالہ سنت اور آپ کی اطاعت کی اہمیت کی چند حدیثیں عرض کرتے ہیں غور فرمائیں۔

۱۔ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فمن رغب عن سُنّتی فلیس منی (بخاری ج۲ ص۷۵۷) جس نے میری سنت سے اعراض کیا تو وہ میرا نہیں۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھ قسم کے آدمی ہیں جن پر میں لعنت بھیجتا ہوں اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے اور ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے ان میں سے ایک تقدیر کو جھٹلانے والا ہے (طلوع اسلام ص۱۳ جنوری ۱۹۵۱ء میں ہے کہ مجوسیوں (مجوسیوں) میں ایمان کا مدار خیر و شر (تقدیر) کا مسئلہ تھا جب اہل ایران مسلمان ہوئے تو انہوں نے اپنے اس قدیم عقیدے کو عربوں میں پھیلا دیا بلفظہٖ اور ص۱۴ میں لکھا ہے۔ یعنی پانچ اجزائے ایمان آمنت باللّٰہ وملائکتہٖ وکتبہٖ ورسلہٖ والیوم الاٰخر خدا کی طرف سے اور چھٹا جز ایرانیوں کی طرف سے بلفظہٖ۔ حدیث میں تو ایرانی اور مجوسی تو ماہرین حدیث گھس ہی گئے تھے معاذ اللہ تعالیٰ لیکن غضب بالائے غضب تو یہ ہے کہ یہ مجوسی قائم مقام کر قرآن کریم میں بھی گھس گئے ہیں۔ اور کمال ہوشیاری اور چابکدستی سے سورۃ الفرقان کے پہلے رکوع میں تقدیر کا مسئلہ گھسیڑ آئے ہیں خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا ۝ کہ ہر چیز کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے اور ہر چیز کی تقدیر بھی صرف اسی نے مقدر اور مقرر فرمائی ہے۔ صفدر) اور ایک ان میں والتارک لسنتی ہے (موارد الظمآن ص۴۲ و مستدرک ج۱ ص۳۶ قال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح)

۳۔ حجۃ الوداع کے خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اے لوگو میں تم میں وہ چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم اس پر مضبوطی سے قائم رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے

وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہے (مستدرک ج۱ ص۹۳ وسنن الکبریٰ ج۱ ص۱۱۴ ومفتاح الجنۃ ص۴)

۴۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے ایک کتاب اللہ دوسری سُنتی (میری سنت) اور حوض کوثر کی رسائی تک یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی (مستدرک ج۱ ص۹۳ وسنن الکبریٰ ج۱۰ ص۱۱۴)۔

۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دو چیزیں تم میں چھوڑ رہا ہوں جب تک تم ان کو مضبوطی سے تھامے رہو گے تو گمراہ نہ ہو گے ایک کتاب اللہ دوسری چیز وسنۃ نبیہ (موطا امام مالک ص۳۶۳) اللہ تعالےٰ کے پیغمبر کی سنت ہے۔

ان تمام احادیث سے سنت کی اہمیت اور اس کے ترک کی وعید بالکل عیاں ہے ان صحیح اور مفصل روایات سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت کو جو دو چیزیں دی ہیں اور ان پر قائم رہنے کی تاکید فرمائی ہے وہ کتاب وسُنت ہیں مسلم ج۲ ص۲۷۹ کی ایک روایت سے کتاب اللہ کے ساتھ دوسری چیز اہل بیت کا ذکر ہے جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوسری چیز اہل بیت کی قدر اور تعظیم ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت سے عقیدت ومحبت شرعی طور پر ایک ثابت شدہ حقیقت ہے اور ہر صحیح العقیدہ مسلمان کے دل میں ان کی محبت پیوستہ ہے یہ بات محل نزاع سے خارج ہے لیکن ان تفصیلی روایات کے پیش نظر دو چیزیں جو آپ نے امت کو دی ہیں وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہیں ہاں کتاب اللہ کے ذکر کے بعد آپ نے جملہ معترضہ کے طور پر اہل بیت کے احترام کا تذکرہ کیا ہے اور مسلم کی جتنی روایت مذکور ہے وہ صحیح ہے مگر سنت کا جملہ راوی نے نسیاناً یا اختصاراً ترک کر دیا ہے اور مسلم کی حدیث کے الفاظ بھی اس کی غمازی کرتے ہیں الفاظ یہ ہیں وانا تارك فيكم ثقلين اولهما كتاب الله فيه الهدٰى والنور فخذوا بكتاب الله واستمسكوا به فحث على كتاب الله ورغب فيه ثم قال واهل بيتي اذكركم الله

في اهل بيتي اذكركم الله في اهل بيتي اذكركم الله في اهل بيتي الحديث

یعنی میں تم میں بھاری بھرکم وزن کی دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان میں پہلی کتاب اللہ ہے اس میں ہدایت اور نور ہے سو کتاب اللہ کو پکڑو اور اس کو مضبوطی سے تھامو آپ نے کتاب اللہ کو تھامنے پر ابھارا اور رغبت دلائی پھر فرمایا کہ میرے اہل بیت کا خیال رکھنا میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی عظمت یاد دلاتا ہوں میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا خوف یاد دلاتا ہوں میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا نام یاد دلاتا ہوں الخ ہر سمجھدار آدمی الفاظ حدیث کو دیکھ کر بخوبی یہ سمجھ سکتا ہے کہ ثقلین میں اولہما کا ذکر تو کتاب اللہ سے کر دیا گیا ہے اور ثانیہما کا کوئی تذکرہ نہیں ہوا اور وہ تفصیلی روایات کے پیش نظر سنت ہے ہاں اس حدیث میں کتاب اللہ پر عمل کرنے کے ساتھ جملہ معترضہ کے طور پر بار بار اہل بیت کے ادب واحترام کو ملحوظ رکھنے کی تاکید فرمائی ہے لیکن ثقلین میں سے دوسری چیز نہیں کما لا یخفی علی الفطن واللہ تعالیٰ اعلم۔

۶۔ حضرت امیر معاویہؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں آپ نے فرمایا کہ تمہیں کس چیز نے یہاں بٹھلایا ہے کہنے لگے حضرت ہم نے فرضی نماز پڑھی ہے اور اب ہم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا مذاکرہ کر رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا ذکر فرماتے ہیں تو اس کی شان بلند ہو جاتی ہے (مستدرک ج۱ ص۹۴ قال الحاکمؒ والذہبیؒ علی شرطہما)

یعنی جب تم قرآن کریم اور سنت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اور اس کے احکام کا ذکر کرتے ہو تو حدیث وان ذكرني في ملاءٍ ذكرته في ملاءٍ خير منهم (بخاری ج۲ ص۱۱۰۱) کے مطابق تمہارا ذکر بھی رب تعالیٰ فرشتوں کی بہتر جماعت میں کرتے ہیں تو تمہاری کیا ہی شان اور درجہ ہے؟ اس حدیث میں آپ نے سنت کے مذاکرہ پر کوئی نکیر نہیں فرمائی بلکہ تائید ہی فرمائی ہے اگر سنت حجت نہ ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاف فرما دیتے

کہ سنت کے مذاکرہ کی کیا ضرورت ہے؟ کیا تمہیں کتاب اللہ کافی نہیں؟ معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک بھی اور حضرات صحابہ کرامؓ کے نزدیک بھی کتاب اللہ کے ساتھ سنت کی اہمیت بھی تھی۔

۷۔ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک نہایت ہی بلیغ اور مؤثر خطاب فرمایا سامعین کے دلوں میں خوف پیدا ہوا اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہ پڑے اس موقع پر آپ نے فرمایا نعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ الحدیث (موارد الظمآن ص۵۶ و مستدرک ج۱ ص۹۶ قال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح)

یعنی تم پر میری اور میرے خلفاء راشدینؓ کی جو ہدایت یافتہ ہیں سنت لازم ہے اس کو اپنی ڈاڑھوں سے مضبوط پکڑو اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی اور حضرات خلفاء راشدینؓ کی سنت کو مضبوطی سے پکڑنا ہم پر لازم اور واجب ہے اصول فقہ کی رو سے لفظ علیٰ الزام (اور وجوب) کے لئے ہوتا ہے (اصول شاشی ص۱۲۳ نورالانوار ص۳۲ الحسامی ص۱۸۳)

۸۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین کلام اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور بہترین سیرت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت ہے اور بُرے کام وہ ہیں جو دین میں نئے نئے نکالے جائیں (مسلم ج۱ ص۲۸۴)

۹۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد کچھ ایسے پیشوا بھی آئیں گے جو میری ہدایت پر نہیں چلیں گے اور نہ میری سنت پر عمل کریں گے اور ان میں ایسے شخص بھی اٹھ کھڑے ہوں گے جن کے دل شیطانوں کے دل ہوں گے (کہ حق کی ہر چیز کا بر ملا شیطان کی طرح انکار کرتے رہیں گے) اور ان کے جسم انسانوں کے ہوں گے (مسلم ج۲ ص۱۲۷)

۱۰۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کی۔ (بخاری ج۲ ص۱۰۵۷ وابن ماجہ ص۲)۔

۱۱۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امانت لوگوں کے دلوں کی تہ میں اُتری پھر

لوگوں نے قرآن اور سنت کا علم حاصل کیا (بخاری ج۲ ص۱۰۴۹) یعنی وہ امانت جو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین پر پیش کی اور وہ یہ بار گراں نہ اٹھا سکے مگر انسانوں نے اپنے نازک کندھوں پر اس بار امانت کو اٹھایا جو تکلیف شریعت کی امانت تھی اور اس امت کے حق میں وہ قرآن و سنت کی شکل و صورت میں موجود و محفوظ ہے۔

۱۲۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے جب حضرت عثمانؓ بن عفان کے ہاتھ پر بسلسلہ خلافت بیعت کی تو فرمایا (ابایعک علیٰ سنۃ اللہ وسنۃ رسولہ والخلیفتین من بعدہ (بخاری ج۲ ص۱۰۷۰) کہ میں آپ کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی سنت اور طریقہ پر بیعت کرتا ہوں۔

۱۳۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جب خلیفہ عبدالملک کی بیعت کی تو تحریری طور پر یہ شرط لگائی کہ میں بیعت کرتا ہوں علیٰ سنۃ اللہ وسنت رسولہ فیما استطعت وان بنیّ قد اقروا بذلک (بخاری ج۲ ص۱۰۶۹ و ج۲ ص۱۰۸۰)

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی سنت پر جو میرے بس میں ہوگا اور بلاشبہ میرے بیٹے بھی اسی کا اقرار کرتے ہیں۔

۱۴۔ حضرت ابوبکرؓ کے پاس ایک عورت آئی اور اُن سے یہ مسئلہ پوچھا کہ مجھے پوتے کی وراثت سے کتنا حصہ ملتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ مسئلہ مجھے کتاب اللہ میں بھی معلوم نہیں۔

وما علمت لک فی سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شیئًا فارجعی حتی اسأل الناس

اور میں تیرے لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت میں بھی کچھ نہیں جانتا تو فی الحال واپس چلی جا میں لوگوں سے دریافت کرونگا

چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں سے یہ مسئلہ پوچھا تو حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس صورت میں دادی کو چھٹا حصہ دلوایا ہے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ کسی اور نے بھی تیرے ساتھ یہ مسئلہ آپؐ سے سُنا ہے؟ حضرت محمدؓ بن مسلمہؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ہاں میں نے سُنا ہے بات ویسی ہی ہے جیسا کہ حضرت مغیرہؓ فرماتے ہیں یہ سُن کر حضرت ابوبکرؓ نے اس عورت کو وراثت کا چھٹا حصہ دلوایا۔

(ابوداؤد ج ۲ ص۲۴۵ ابن ماجہ ص۲۰ معرفت علوم الحدیث ص۱۵ مستدرک ج ۴ ص۳۳۸ قال الحاکم والذہبی علی شرطہما) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ کے نزدیک قرآن کریم کے بعد مسئلہ کے حل کے لئے سنت ہی کا مقام تھا لیکن ان کو یہ حدیث معلوم نہ تھی دریافت کرنے کے بعد علم ہوا تو اسی کے مطابق فیصلہ صادر فرمایا اگر ان کے نزدیک حدیث حجت نہ ہوتی تو اس انداز کی گفتگو اور اس کاوش کی ہرگز انہیں ضرورت پیش نہ آتی۔

۱۵۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں شہروں میں مقیم حکام پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انہیں اس لئے بھیجا ہے کہ وہ لوگوں کو ان کا دین اور جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کی تعلیم دیں (ابوعوانہ ج ۱ ص۴۰۹)۔

۱۶۔ خلیفہ راشد حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ سے ایک شخص نے تقدیر کا مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں تجھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اس کے حکم میں میانہ روی کی بھی (کہ نہ افراط ہو اور نہ تفریط) واتباع سنت نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کی وصیت بھی کرتا ہوں اور آپ کی سنت کے خلاف لوگوں نے جو چیزیں گھڑی ہیں ان کو چھوڑنے کی وصیت بھی کرتا ہوں کیونکہ خلاف سنت چیزیں گھڑنے کی ان کو کوئی ضرورت نہیں فعلیک بلزوم السنۃ فانہا لک باذن اللہ عصمۃ الحدیث تم پر لازم ہے کہ سنت کی پابندی کرو کیونکہ سنت ہی تیرے لئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بچاؤ کا ذریعہ ہے (ابوداؤد ج ۲ ص۲۷۷)۔

ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے حضرات خلفاء راشدینؓ اور دیگر حضرات صحابہ کرامؓ کے نزدیک سنت کی کتنی اور کیسی اہمیت تھی کہ وہ کسی بھی موقع پر اسے نظر انداز نہ کرتے تھے لیکن آج انقلاب زمانہ کی حال اور تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیں کیونکہ وبضدہا تتبین الاشیاء انگریزی کے اخبار اور مسلم لیگ کے سرکاری ترجمان پاکستان سٹینڈرڈ ۶ فروری ۱۹۵۵ء کے پرچہ میں ایڈیٹر کے قلم سے یہ مضمون صادر ہوا یہ سنت ہی تھی جس نے اسلام کے ابتدائی جمہوری مزاج میں بگاڑ پیدا کیا یہ سنت ہی تھی جس نے مسلمانوں کو متعدد فرقوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کی وحدت کو پارہ پارہ

کر دیا یہ سنت ہی تھی جس نے بنو امیہ اور بنو عباسؓ کے عہد میں مذہبی لوگوں کو غیر معمولی اہمیت دلوائی اور یہ سنت ہی تھی جس نے دولت عثمانیہ کو ناقابل علاج مریضوں کو آماجگاہ بنایا بلفظہٖ معاذ اللہ تعالیٰ گویا ترک سنت اور بے عملی سے جو جو مفاسد دنیا میں رونما ہوئے وہ ان مغربیت زدہ لوگوں نے بیچاری سنت کے ذمہ لگا دیئے ہیں کتنی حیرت اور کتنا تعجب ہے ان لوگوں کی غلط ذہنیت پر اور ان کے ان باطل نظریات و افکار پر فوا اسفا ؎

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

یہ یاد رہے کہ جب تک مسلمان قوم حب الدنیا ترک کر کے جہاد اور دین کی طرف رجوع نہیں کرے گی کبھی ذلت کے چکر سے نہیں نکل سکتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم خود غرضی کی خرید و فروخت کرو گے اور جانوروں کی دُموں کو پکڑے رکھو گے اور انہیں کی خدمت میں لگے رہو گے اور زراعت پر راضی ہو جاؤ گے اور جہاد چھوڑ دو گے۔

سلط اللہ علیکم ذلاً لا ینزعہ حتّٰی ترجعوا الی دینکم (ابوداؤد ج ۲ ص۱۳۴ مسند احمد ج ۲ ص۴۲ والجامع الصغیر ج ۱ ص۳۰ وقال حسن) تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کرے گا اور اس کو اس وقت تک نہیں ہٹائے گا جب تک تم اپنے دین کی طرف نہ لوٹو گے۔

اور الجامع الصغیر کی روایت میں اذا ضنّ الناس بالدینار والدرہم کے الفاظ بھی ہیں یعنی جب لوگ سونے اور چاندی کے سکوں میں بخل سے کام لیں گے اور ان سے حقوق اللہ اور حقوق العباد پورے نہیں کریں گے۔ اس حدیث میں مسلمانوں کی پستی اور زبوں حالی کا اصولی سبب تو حب الدنیا اور ترک دین بتایا گیا ہے مگر بے دین لوگ مسلمانوں کی اس ذلت کا سبب سنت کو گردانتے ہیں اور جرأت اور بے باکی کے ساتھ ایسی خرافات کی برملا اشاعت ہو رہی ہے مگر کوئی پوچھنے والا نہیں ؎

کس نمے پرسد کہ بھیا کون ہو — سیر ہو یا پاؤ ہو یا پون ہو

حقیقت یہ ہے کہ اگر پاکستان بننے کے بعد حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ

وغیرہ چند مخلص بزرگ قرارداد مقاصد نہ منظور کراتے تو خدا جانے بے دین ٹولہ اس" خالص نظریاتی مملکت میں کیا کیا شوشے چھوڑتا دراصل قرارداد مقاصد منکرین حدیث اور تجدد پسندوں کے لیے موت کی گھنٹی تھی کیونکہ خالص مذہبی تحریک کے خلاف وہ اپنی تحریک کا پورے زور و شور اور شیطنت کے ساتھ آغاز کر چکے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاکستان کے مسلمانوں نے ختم نبوت اور نظامِ اسلامی کے لیئے بے پناہ قربانیاں دی ہیں ؎

حد و ادراک سے باہر ہیں باتیں عشق مستی کی
سمجھ میں اس قدر آیا کہ دل کی موت ہے دوری

مطلب حدیث | قارئین کرام یہ بات تو بخوبی سمجھ چکے ہیں کہ حضرت ابو سعید الخدری رض کی روایت سے عدم حجیتِ حدیث پر استدلال باطل ہے کیونکہ اگر حدیث سرے سے حجت ہی نہ ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حَدِّثوا عَنِّي وَلَا حَرَجَ کا ارشاد ہرگز نہ فرماتے حالانکہ یہ ارشاد اسی حدیث میں موجود ہے زیادہ سے زیادہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حدیث کو قیدِ تحریر میں نہ لایا جائے سو اس کی وجہ حضرات شُراحِ حدیث سے سُن لیجیئے کیونکہ مُرادِ حدیث کو جیسے حضرات فقہاء کرام اور حضرات محدثین عظام سمجھتے ہیں کوئی اور نہیں سمجھتا اور نہ سمجھ سکتا ہے۔ ہم اختصاراً یہاں اسی حدیث کی شرح میں حضرت امام نووی رح کا حوالہ نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ۔ قاضی (عیاض رح) نے فرمایا کہ حضرات سلف میں جو حضرات صحابہ کرام اور تابعین رح ہیں کتابتِ علم کے بارے میں بہت اختلاف رہا ہے بہت سے حضرات نے کتابت کو ناپسند کیا اور ان میں اکثریت نے لکھنے کی اجازت دی ہے پھر تمام مسلمانوں کا اس کے جواز پر اجماع ہو گیا اور یہ اختلاف ختم ہو گیا۔ اور اس حدیث میں نہی کی مراد کے بارے میں اختلاف ہے سو کہا گیا ہے کہ نہی صرف اس کے حق میں ہے جس کو اپنے حافظہ پر اعتماد اور وثوق ہو اور لکھنے میں یہ خوف ہو کہ کہیں کتاب پر اعتماد کر کے حفظ سے نہ رہ جائے اور ان احادیث کا محمل جو جواز

کتابت کے بارے میں وارد ہوئی ہیں وہ لوگ ہیں جو اپنے حافظہ پر اعتماد نہیں کرتے جیسے وہ حدیث جس میں آتا ہے کہ ابو شاہ رض کو لکھ کر دو اور حضرت علی رض کا صحیفہ اور وہ تحریر جس میں حضرت عمرو رض بن حزم کو فرائض اور سنن اور دیات کے احکام لکھوا کر دیئے گئے اور وہ حدیث جس میں زکوٰۃ اور نصاب زکوٰۃ کے متعلق احکام کی تحریر کا ذکر ہے جو حضرت ابو بکر رض نے حضرت انس رض کو دی جب کہ انہیں بحرین کا عامل بنا کر بھیجا اور حضرت ابو ہریرہ رض کی یہ حدیث کہ حضرت عبد اللہ رض بن عمرو رض بن العاص لکھا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا اور ان کے علاوہ وہ احادیث جن میں کتابت حدیث کا ثبوت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نہی کی حدیث اِن (اجازتِ کتابت کی) احادیث سے منسوخ ہے اور نہی اس وقت تھی جب کہ قرآن کریم کے ساتھ اختلاط کا خوف تھا اور جب یہ خوف جاتا رہا تو لکھنے کی اجازت ہو گئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کتابتِ حدیث کی نہی صرف اس صورت کے ساتھ مختص تھی جب کہ ایک ہی صحیفہ اور کاپی میں قرآن کریم کے ساتھ حدیث لکھی جائے کیونکہ اس صورت میں پڑھنے والے پر قرآن و حدیث کے الفاظ کے اختلاط کا اشتباہ پیدا ہوتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم (نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۴۱۴ و ص ۴۱۵)

حضرت امام نووی رح کا یہ جواب بالکل حقیقت پر مبنی ہے اور خود راوی حدیث حضرت ابو سعید الخدری رض (سعد رض بن مالک بن سنان) نے بھی جن سے گیارہ سو ستر (۱۱۷۰) احادیث مروی ہیں (خطبات مدراس ص ۴۵) اس حدیث سے یہی سمجھا ہے کہ حدیث حجت ہے اور اس کو یاد کرنا چاہیئے چنانچہ حضرت ابو نضرہ رح (منذر رح بن مالک العبدی رح المتوفی ۱۰۹ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سعید الخدری رض سے کہا کہ حضرت! ہمیں حدیثیں یاد نہیں رہتیں آپ لکھوا دیتے کیوں نہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ولن نجعلہ قرآنا ولکن احفظوا عنا کما حفظنا نحن عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (دارمی ص ۶۶ طبع ہند و ص ۱۲۲ طبع دمشق و جامع بیان العلم ج ۱ ص ۶۴) یعنی حدیث کو لکھ کر ہم قرآنی شکل نہیں دینا چاہتے لیکن تم بھی ہم سے حدیثیں یاد کرو جیسا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یاد کرتے رہے اور حضرت ابو سعید الخدری رض ہی کا یہ ارشاد ہے تذاکروا الحدیث فان الحدیث یہیج الحدیث

(دارمی ص۱۴۸ ومستدرک ج۱ ص۹۴) یعنی حدیث کا مذاکرہ کیا کرو کیونکہ ایک حدیث سے دوسری حدیث کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے اگر ان کے نزدیک حدیث حجت نہ ہوتی تو تلامذہ کو حدیث یاد کرنے کی اور مذاکرۂ حدیث کرنے کی ہرگز تلقین نہ فرماتے اور خود بھی متعدد حدیثیں بیان نہ کرتے الحاصل حضرت ابوسعید الخدریؓ کی اس حدیث سے عدم حجیت حدیث پر استدلال کرنا عقلاً و نقلاً ہر طریقہ سے سراسر باطل ہے اور اس کا کوئی وزن نہیں ہے قرآن کریم کے بعد حدیث شریف ہمارا دین بھی ہے اور بہترین علمی سرمایہ بھی ہے کیونکہ اس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہے سہ

تمہیں بتاؤ ہمیں اس سے روکنے والو   نبی کا ذکر مقدم ہے کیا کیا جائے

الجواب (۱۴) حضرت زیدؓ بن ثابت کاتبین وحی میں شامل تھے ان کو حدیث لکھنے سے اس لئے منع کیا گیا تاکہ قرآن وحدیث کے الفاظ کا آپس میں اختلاط نہ ہو جائے اگر ان کی روایت کے پیشِ نظر حدیث حجت نہ ہوتی تو وہ نہ تو خود احادیث سے استدلال کرتے اور نہ بیان کرتے حالانکہ ان سے بے شمار حدیثیں مروی ہیں (   )

ہم اس سلسلہ میں تطویل اختیار کئے بغیر تمنا عمادی صاحب ہی کا جواب عرض کئے دیتے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ البتہ منع کتابت کی وہ حدیث جو ابوسعید خدریؓ سے صحیح مسلم (وغیرہ) میں مروی ہے کہ مجھ سے سُن کر قرآن کے سوا کچھ نہ لکھو اور جس نے لکھا وہ اس کو محو کر دے ضرور صحیح ہے مگر اس کے مخاطب صرف کاتبین وحی تھے کیونکہ کاتبین وحی اگر وحی کے علاوہ آپ کی اور باتیں بھی لکھتے تو اس کا سخت خطرہ تھا کہ کسی وقت خود ان کو شبہ ہو جاتا کہ یہ جو میں نے لکھا ہے یہ وحی میں داخل ہے یا وحی سے خارج اس لئے کاتبین وحی کو قرآن کے سوا آپ کی اور باتوں کے لکھنے کی ممانعت بالکل قرین عقل اور مبنی بر مصلحت تھی چنانچہ سنن ابی داؤد میں ہے کہ حضرت معاویہؓ نے زیدؓ بن ثابت سے ایک حدیث پوچھی جب انہوں نے بیان کی تو حضرت معاویہؓ نے ایک شخص سے لکھ لینے کو کہا زیدؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو حدیث لکھنے سے منع کیا تھا تو حضرت معاویہؓ نے جو لکھوایا تھا اس کو محو کرا دیا زیدؓ بن ثابت کاتب وحی تھے اس لئے ان کو منع فرمایا تھا مگر

زیدؓ فقیہ نہ تھے اس لئے اس کو عام ممانعت سمجھے اور حضرت معاویہؓ کی فراست اور ان کا تفقہ ہر چند مشہور ہے مگر خدا اور رسول کے آگے سر جھکا دینے کی خوبی تھی اس لئے محو کر دیا بلفظہٖ (طلوع اسلام ص۵۸ ماہ ستمبر ۱۹۴۹ء مضمون محمد بن شہاب الزہریؒ از تمنا عمادی)

ہمارا بھی اس جواب پر کُلّی صاد ہے بجز اس ترمیم کے کہ حضرت امیر معاویہؓ حدیث کے منکر نہ تھے بلکہ حدیث کو حجت سمجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ وہ خود بھی حدیثیں بیان کرتے تھے اور بیان کرنے کا حکم بھی دیتے تھے لکھتے بھی تھے، ور لکھواتے بھی تھے جیسا کہ ان کے بعض حوالے پہلے گذر چکے ہیں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت مسلمہؓ بن مخلد (المتوفی ۶۲ھ) نے حضرت زیدؓ بن ثابت سے سوال کیا کہ ہمیں جبراً قاضی بنا دیا گیا ہے ہم کیا کریں؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرو اس میں نہ ملے تو پھر سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق فیصلہ کرو الخ (سنن الکبریٰ ج۱۰ ص۱۱۵) معلوم ہوا کہ حضرت زیدؓ بن ثابت نے حدیث وسنت کو مستدل قرار دیا ہے اور کہیں بھی اسے نظر انداز نہیں کیا۔

الجواب (۱۵) حضرت ابوبکرؓ کے پانسو احادیث کے جلانے کی روایت صحیح نہیں ہے خود علامہ ذہبیؒ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں فھذا لا یصح (تذکرہ ج۱ ص۵) یعنی یہ روایت صحیح نہیں ہے اور مصحح نے حاشیہ پر لکھا ہے ھکذا فی الاصل ولعلہ لا یصلح یعنی اصل نسخہ میں ایسا ہی ہے اور شاید کہ یہ لفظ لا یصلح ہو یعنی یہ روایت استدلال واحتجاج کی صلاحیت نہیں رکھتی اور ان کا لا یصح یا لا یصلح کہنا بالکل بجا ہے کیونکہ اس کی سند میں علی بن صالح راوی ہے اور یہ راوی گیارہویں طبقہ کا اور مستور ومجہول ہے (تقریب ص۲۷۲) اور دوسرا راوی اس کا موسیٰ بن عبداللہ بن حسن ہے امام ابن معینؒ اس کی توثیق کرتے ہیں مگر امام بخاریؒ فرماتے ہیں فیہ نظر (میزان ج۳ ص۲۱۳ ولسان ج۶ ص۱۲۳) جس راوی کے بارے میں حضرات محدثین کرامؒ فیہ نظر فرماتے ہیں اس کی روایت موضوع اور منکر روایت کے بعد درجہ سوم میں ضعیف ہوتی ہے (دیکھئے لسان المیزان ج۱ ص۸) الغرض ایسی ضعیف روایت سے یہ ثابت کرنا کہ حضرت ابوبکرؓ نے احادیث کا مجموعہ جلا ڈالا تھا بالکل ایک لایعنی استدلال ہے اس کے برعکس حضرت ابوبکرؓ سے صحاح ستہ

اور دیگر کتب حدیث میں متعدد احادیث موجود ہیں اور وہ حدیثوں سے استدلال بھی کرتے تھے جیسا کہ دادی کی وراثت کا حوالہ پہلے گذر چکا ہے چونکہ حضرت ابوبکرؓ نہایت متین سنجیدہ اور کم گو بزرگ تھے اور حدیث کے سلسلہ میں احتیاط اس پر مستزاد تھا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صرف دو سال اور چار ماہ زندہ رہے (اکمال ص۵۸۷) اور اس مختصر زمانہ میں بھی ملکی انتظام اور سات محاذوں پر مجاہدین اسلام کو ہدایات دینا وغیرہ بے شمار الجھنیں انہیں درپیش تھیں اور اگرچہ بہ نسبت دیگر بعض حضرات کے ان کی حدیثیں کم ہیں مگر ہیں ضرور جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ حدیث کو حجت سمجھتے تھے حقیقت یہ ہے کہ جن ابھرتے ہوئے فتنوں کی سرکوبی پامردی کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ نے کی وہ صرف انہیں کا کام تھا ورنہ ہر فتنہ گر گویا بزبان حال یہ کہتا تھا ؎

حضور حق میں اسرافیل نے میری شکایت کی ٭ یہ بندہ وقت سے پہلے قیامت کر نہ دے برپا

الجواب (۱۶) حضرت عمرؓ کا حکم حدیثیں نہ لکھنے یا لکھی ہوئی حدیثوں کو مٹا دینے کا حکم مطلق نہیں بلکہ مقید ہے وہ یہ ہے کہ ایک ہی صحیفہ اور کاپی پر قرآن کریم کے ساتھ جو حدیثیں لکھی جائیں یہ حکم اس سے مقید ہے چنانچہ ان کا اپنا ارشاد یہ ہے۔

وانی واللہ لا اشوب کتاب اللہ بشیٔ ابدًا (جامع بیان العلم ج ۱ ص۶۴)	کہ بخدا میں کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ کسی اور چیز کو نہیں ملاؤں گا۔

اور ایک روایت میں ان سے مروی ہے

وانی واللہ لا البس کتاب اللہ بشیٔ ابدًا (تدریب الراوی ص۲۸۷)	اور میں بخدا کبھی بھی کتاب اللہ کے ساتھ کسی چیز کو خلط ملط نہیں کروں گا۔

اس سے صراحۃً معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کا یہ حکم صرف اس صورت سے وابستہ ہے جس میں قرآن کریم کے پہلو بہ پہلو روایات لکھی جائیں اور اگر ایسے لوگوں کو منع کیا ہو یا کسی موقع پر کوئی ایسا مجموعہ محو کر دیا ہو یا محو کرنے کا حکم دیا ہو تو اس میں نقلاً و عقلاً کیا خرابی ہے؟ حضرت عمرؓ تو خود احادیث سے استدلال و احتجاج کرتے تھے بخاری و مسلم اور دیگر کتب حدیث میں ان کی مروی احادیث موجود ہیں صرف صحیح بخاری میں ان کی ساٹھؔ

روایتیں موجود ہیں حافظ ابونعیمؒ فرماتے ہیں کہ ان سے غیر مکرر صرف متون احادیث دوؔ سو ہیں اور امام ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ سے پانچ سو سینتیس ۵۳۷ روایات مروی ہیں (تنقیح لابن الجوزیؒ ص۱۸۴) اور خود حضرت عمرؓ جب حکام اور مجاہدین کو رخصت کرتے تو فرماتے واقلوا الروایۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا شریککم (دارمی ص۴۷ وجامع بیان العلم ج ۲ ص۱۲۱) کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روایتیں کم بیان کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ کار خیر میں شریک ہوں۔ ظاہر بات ہے کہ عموماً زیادہ حدیثیں بیان کرنے والا ایسی احتیاط نہیں کر سکتا جتنا کہ کم حدیثیں بیان کرنے والا کرتا اور کر سکتا ہے۔

اگر حضرت عمرؓ سرے سے حدیث اور روایت کے قائل نہ ہوتے تو حدیث بیان کرنے سے مطلقاً منع فرماتے اور اس کی کلیۃً مذمت کرتے روایتیں کم ہوں یا زیادہ (جامع بیان العلم ج ۲ ص۱۲۲) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو انہوں نے فرمایا اقلوا الروایۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا فیما یعمل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایتیں کم بیان کرو مگر ہاں جو عمل کے متعلق ہوں (مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص۲۶۲ ونحوہ فی البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص۱۰۷) اس سے ثابت ہوا کہ تقلیل کا حکم صرف ان روایات کے بارے تھا جو قصص اور اخبار وغیرہا کے بارے میں تھیں نہ کہ عمل سے متعلق۔

حضرت مسروقؒ (بن الاجدعؒ جو ثقہ تابعی تھے المتوفی ۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں یہ بھی فرمایا ردوا الجہالات الی السنۃ (جامع بیان العلم ج ۲ ص۱۸۷) جہالتوں کو سنت کی طرف لوٹاؤ۔ اور بکیرؒ بن الاشجؒ (بکیرؒ بن عبداللہ الاشجؒ المتوفی ۱۱۷ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ایک قوم آئے گی اور وہ تمہارے ساتھ قرآن کریم سے شبہات پیش کر کے الجھیگی۔

فخذوھم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ (جامع بیان العلم ج ۲ ص۱۲۳، زد ملادی اردو ص۳۶)	سو تم ان کو احادیث کے ذریعہ پکڑو کیونکہ سنت کو جاننے والے ہی کتاب اللہ کو سب سے زیادہ جانتے ہیں

اور مورق العجلیؒ (بن مشمرج جو ثقہ تابعی تھے المتوفی سنہ ۱۰۵ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے لکھ کر یہ حکم بھیجا۔

تعلموا السنۃ والفرائض واللحن کما تتعلمون القرآن (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۳۴ و ج ۲ ص ۱۲۳)	کہ تم سنت اور اسی طرح فرائض اور اغلاط سے بچنے کا اور تجوید کا علم حاصل کرو جیسا کہ تم قرآن کریم کا علم حاصل کرتے ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک سنت کا علم بھی اسی طرح مطلوب ہے جس طرح قرآن کریم کا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن کریم کے اجمال اور شبہات کو حل کرنے کے لئے احادیث کا علم ضروری ہے اور اسی سے زائغین کو نکیل ڈالی جاسکتی ہے۔

حضرت عمرؓ نے امام شریحؒ کو خط لکھا کہ تمہارے پاس جب کوئی مقدمہ آئے تو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرو اس میں نہ ملے تو وانظر فی سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاقض بہا الخ (دارمی ص ۳۴ اردد وسنن الکبریٰ ج ۱۰ ص ۱۱۵ والبدایۃ والنہایۃ ج ۹ ص ۲۴) پھر تم سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھو اور سنت کے مطابق فیصلہ کرو حضرت عمرؓ نے حضرت ابوہریرہؓ پر ابتداءً واقعی احادیث بیان کرنے کی کچھ پابندی عائد کی تھی محض اس وہم اور شبہ کی بنا پر کہ چونکہ یہ بکثرت حدیثیں بیان کرتے ہیں کہیں بے احتیاطی سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کوئی غلط بات منسوب نہ کر دیں لیکن آخر میں یہ پابندی اٹھا دی تھی چنانچہ خود ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب میری یہ شکایت حضرت عمرؓ نے سنی کہ میں کثرت سے حدیثیں بیان کرتا ہوں تو میری طرف حاضر ہونے کا پیغام بھیجا گیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم اس دن ہمارے ساتھ تھے جب ہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ فلاں کے گھر میں تھے؟ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ ہاں میں موجود تھا فرماتے ہیں کہ میں جانتا تھا کہ یہ سوال انہوں نے مجھ سے کیوں کیا ہے؟ لیکن خود ہی حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تو جانتا ہے کہ میں نے یہ سوال تجھ سے کیوں کیا ہے میں نے کہا ہاں جانتا ہوں کیونکہ اس دن اور اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔

من کذب علیَّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار قال اما اذاً فاذھب فحدث (البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۰۷)	کہ جس شخص نے مجھ پر دیدہ دانستہ جھوٹ بولا تو وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے حضرت عمرؓ نے فرمایا بہر حال اب تم جاؤ اور حدیث بیان کرو۔

اس سے صاف عیاں ہوگیا کہ حضرت عمرؓ کو یہی خدشہ تھا کہ حضرت ابوہریرہؓ کہیں کوئی غلط بات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ کردیں جب تسلی ہوگئی تو حکم دیا کہ اب حدیثیں بیان کرو غرضیکہ کتابت حدیث کی نہی یا عارضی طور پر اس کے بیان پر پابندی اور عمل کے علاوہ غیر ضروری اخبار پر مشتمل احادیث کی پابندی یا بعض احادیث کو مٹا دینے وغیرہ سے ہرگز ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حدیث حجت نہیں مگر لا تسلم کا کیا مداوا ہے ؎

وفاؤں کے ہزاروں دے چکے ہیں امتحاں اب تک
مگر وہ ہیں کہ اس پر بھی ہیں ہم سے بدگماں اب تک

حدیث کے بغیر قرآن کی وضاحت نہیں ہوتی یہ ایک خالص حقیقت ہے کہ حدیث سے صرفِ نظر کرتے ہوئے قرآن کریم کے احکام پر عمل نہیں کیا جاسکتا بجائے اس کے کہ ہم اپنی طرف سے اس کی تشریح کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس پر بھی حوالہ اور نقل ہی پیش کردیں۔

حضرت عمرانؓ بن حصینؓ سے ایسے ہی کسی سرپھرے نے سوال کیا کہ یہ مسئلہ صرف قرآن کریم سے بتائیے اس پر برہم ہو کر انہوں نے ارشاد فرمایا کہ تم یہ بتاؤ کہ اگر تیرا اور تیرے ساتھیوں کا استدلال قرآن کریم پر ہی بند ہے تو کیا تو قرآن کریم میں پاتا ہے کہ ظہر اور عصر کی چار چار رکعتیں (فرض) ہیں اور مغرب کی تین (فرض) ہیں پھر ارشاد فرمایا کہ اگر تیرا اور تیرے ساتھیوں کا احتجاج صرف قرآن کریم ہی میں منحصر ہے تو بتاؤ کہ قرآن کریم میں تم پاتے ہو کہ بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف سات سات دفعہ ہے اور کیا عرفات میں ٹھہرنے اور رمی جمار کی تفصیل اس میں ہے؟ پھر فرمایا کہ قرآن کریم میں چور کے ہاتھ کاٹنے کے حکم کا اسلامی حکمرانوں کو ذمہ دار قرار دیا گیا ہے بتاؤ کہ ہاتھ کلائی سے کاٹا جائے یا کہنی سے یا کندھے کے قریب سے (الکفایۃ فی علوم الروایۃ ص ۔ للخطیبؒ) اور اسی طرح نصاب قطع وغیرہ کی تفصیل کس آیت سے معلوم ہوتی ہے؟۔ اور نیز انہوں نے فرمایا کہ کیا قرآن کریم میں ہے کہ چالیس بکریوں میں

ایک بکری زکوٰۃ میں لی جائے گی؟ اور کیا یہ تصریح قرآن کریم میں موجود ہے کہ اتنے اونٹوں میں اور اتنے دراہم میں زکوٰۃ ہے؟ تو یہ باتیں تم نے کس سے لی ہیں الخ (مفتاح الجنۃ صـ۵۷ و صـ۵۸ وقال اخرجہ البیہقیؒ) الغرض حدیث کو تسلیم کئے بغیر نماز زکوٰۃ اور حج وغیرہ اسلام کی بنیادی چیزوں کی سمجھ بھی نہیں آسکتی اور حافظ ابن عبد البرؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت عمرانؓ بن حصینؓ کی روایت یوں نقل کرتے ہیں کہ۔

عن عمرانؓ بن حصینؓ انہ قال لرجل انك امرؤ احمق اتجد فی کتاب اللہ الظھر اربعًا لا تجھر فیھا بالقرأۃ ثم عدد علیہ الصلوۃ والزکوٰۃ ونحو ھذا ثم قال اتجد فی کتاب اللہ مفسرًا ان کتاب اللہ ابھم ھذا وان السنۃ تفسیر ذٰلك۔ (جامع بیان العلم ج ۲ صـ۱۹۱)

حضرت عمرانؓ بن حصینؓ نے اس شخص سے فرمایا کہ تو بڑا بے وقوف آدمی ہے کیا تو کتاب اللہ میں پاتا ہے کہ ظہر کی چار رکعتیں (فرض) ہیں جن میں جہر سے قرأت نہیں؟ پھر انہوں نے اس شخص کے سامنے نماز اور زکوٰۃ وغیرہ اشیاء شمار کیں پھر فرمایا کہ کیا تو یہ چیزیں کتاب اللہ میں مفسر پاتا ہے؟ بلاشبہ کتاب اللہ میں یہ امور مجمل ہیں اور سنت اس کی تفسیر کرتی ہے۔

امام حاکمؒ یہ روایت اس طرح نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرانؓ بن حصینؓ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ اے ابو نجیدؓ (یہ حضرت عمرانؓ کی کنیت تھی) آپ ہمیں صرف قرآن کریم سنائیں اس پر حضرت عمرانؓ نے فرمایا کہ تو اور تیرے ساتھی قرآن کریم پڑھتے ہو کیا تو مجھے بتا سکتا ہے کہ نماز کی تفصیل اور اس کی حدود کیا ہیں؟ اور کیا تو مجھے بتا سکتا ہے کہ زکوٰۃ میں سونے اور اونٹوں اور گائے بیل اور دیگر مال کی قسموں کا نصاب کیا ہے؟ لیکن میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر رہتا تھا اور تو غائب تھا پھر فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کی یہ اور یہ شرح بیان فرمائی ہے وہ شخص بولا آپ نے مجھے (علمی طور پر) زندہ کر دیا اللہ تعالیٰ آپ کو زندہ رکھے حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ وہ

شخص مرنے سے قبل فقہاء مسلمین میں شمار ہونے لگا۔ (مستدرک ج ۱ صـ۱۱۰ ومفتاح الجنۃ صـ۲۳) ملاحظہ فرمائیں کہ اگر کسی میں فطرت صحیحہ موجود ہو تو وہ کس طرح حق کے سامنے گردن جھکاتا ہے مگر منکرین حدیث کی گردن کبھی حق کے سامنے جھکنے پر آمادہ نہیں بلکہ الٹا وہ حضرات محدثین کرامؒ پر لعن وطعن کرتے ہیں اور اس کو اپنا کمال اور ہنر سمجھتے ہیں ؎

وہ تیری گلی کی قیامتیں کہ لحد کے مردے اکھڑ گئے
یہ میری جبین نیاز ہے کہ جہاں دھری تھی دھری رہی

منکرین حدیث کا وجود بھی ضروری ہے

اس دنیا کا سلسلہ ہی یوں جاری ہے کہ یہاں تقابل ہی کے ذریعہ کسی چیز کی حقیقت اور اصلیت تک رسائی ہوتی اور ہو سکتی ہے۔ اگر رات نہ ہو تو دن کی کیا قدر ہو سکتی ہے اگر سیاہی نہ ہو تو سفیدی کی کیا قیمت پڑ سکتی ہے اگر باطل نہ ہو تو حق کی شناخت کیسے ممکن ہے اگر کفر نہ ہو تو اسلام کی عظمت کیسے واضح ہو سکتی ہے اگر شرک نہ ہو تو توحید کی حقیقت کیسے عیاں ہو سکتی ہے اگر بدعت نہ ہو تو سنت کی روشنی کیسے چمک سکتی ہے غرضیکہ تقابل ہی سے حقیقت ہویدا ہوتی ہے ؎

گلہائے رنگا رنگ سے ہے رونق چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

اگر منکرین حدیث اس جہان میں نہ آتے تو ہماری طرح بے شمار مسلمانوں کے ایمان میں پختگی اور یقین کامل اور تازگی پیدا نہ ہوتی یہ لوگ آئے تو ہمارا ایمان مضبوط ہو گیا اس لئے کہ یہ لوگ آئے تو ہمیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی پیشگوئی کا مصداق خارج میں کھلے طور پر نظر آ گیا حضرت مقدامؓ بن معدی کربؓ (المتوفی ۸۷ھ) روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریب ہے کہ ایک شخص تم میں سے (مثلاً جناب عبد اللہ صاحب چکڑالوی اور اس کے چیلے) اپنے پلنگ (یا آرام کرسی) پر بیٹھا ہو گا اس کو میری حدیث سنائی جائے گی تو وہ کہے گا کہ میرے سامنے صرف کتاب اللہ پیش کرو اس میں جو ہمیں حلال ملے گا اس کو حلال سمجھیں گے اور اس میں جو حرام ہے ہم اسی ہی کو حرام سمجھیں گے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے بھی (بہت سی اشیاء کا) حرام ہونا بیان کیا ہے سو وہ ویسا ہی حرام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے (ترمذی ج ۲ ص ۹۱ ومستدرک ج ۱ ص ۱۰۹ وابن ماجہ ص ۳ ومشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۹) اور ان کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا خبردار بے شک مجھے کتاب اللہ دی گئی ہے اور (استدلال واحتجاج میں) اس کی مثل بھی اس کے ساتھ دی گئی ہے (وہ حدیث وسنت ہے) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ اور جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کتاب وحکمت اتاری۔ اس سے معلوم ہوا کہ جیسے کتاب منزل من اللہ ہے اسی طرح حکمت بھی منزل من اللہ ہے اور حکمت سے مراد سنت ہے تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۸۴ اور اس پر سلفؒ کا اتفاق ہے کتاب الروح ص ۹۲) خبردار قریب ہے کہ کوئی سیر شکم آدمی جو اپنی کرسی (یا پلنگ) پر بیٹھا ہوگا اور کہے گا کہ صرف یہی قرآن قابل احتجاج ہے سو جو کچھ اس میں تم حلال پاؤ اسی کو حلال سمجھو اور جس چیز کو اس میں حرام پاؤ اسی کو حرام سمجھو خبردار وہ شخص کہیں تمہارے لئے گھریلو گدھا اور اور سامنے کے دانتوں سے شکار کرنے والے درندے نہ حلال کردے اور وہ تمہارے لئے کسی ذمی کی گری پڑی چیز نہ حلال کردے ہاں مگر اس کا مالک ہی اس سے مستغنی ہو جاوے تو معاملہ جدا ہے اور جو شخص کسی قوم کا مہمان بنا اس پر اس کی مہمانی لازم ہے اگر وہ اس کی مہمانی کا حق ادا نہیں کرتے (اور وہ مضطر ہے) تو وہ اس سے اپنی مہمانی کے حق کا بدلہ لے سکتا ہے (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۷۶ ودارقطنی ج ۲ ص ۵۴۵ ودارمی ص ۱۴۰ طبع دمشق ومشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۹) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا حق فرمایا۔ منکر حدیث ڈاکٹر احمد الدین صاحب لکھتے ہیں کہ جب کتا۔ گدھا۔ رینڈیر۔ گنگرو اور افریقہ امریکہ آسٹریلیا کے ہزارہا جاندار کی حلت وحرمت اگر قرآن میں نہیں ہے تو پھر کس کے حکم سے حرام یا حلال کیا گیا؟ (پیغام توحید ص ۱۲) کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے پورا ہونے میں کوئی کسر باقی رہ گئی ہے؟ سچ ہے ؎

گفتہ او گفتہ اللہ بود — گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اور حضرت ابورافع رضؓ (المتوفی تقریباً ۳۶ھ) کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں سے کسی کو ہرگز ایسی حالت میں نہ دیکھوں کہ وہ آرام کرسی پر بیٹھا ہوا ور اس کے پاس میرا کوئی امر یا نہی آئے اور وہ یہ کہے کہ میں نہیں جانتا ہم نے جو کچھ کتاب اللہ میں پایا ہے ہم صرف اسی ہی کی پیروی کریں گے (مستدرک ج ۱ ص ۱۰۸ قال الحاکمؒ والذہبیؒ علی شرطہما وابوداؤد ج ۲ ص ۲۷۹ ومسند احمد ج ۶ ص ۸ وترمذی ج ۲ ص ۹۱ وابن ماجہ ص ۳ ومشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۹ والبیہقیؒ فی الدلائل ج ص) یہ لوگ دعوت الی القرآن تو دیں گے لیکن عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے ان کا قرآن کریم سے کوئی تعلق نہ ہوگا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یدعون الی کتاب اللہ ولیسوا منہ فی شئ (ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰۰ ومستدرک ج ۲ ص ۱۴۷) کہ وہ کتاب اللہ کی طرف دعوت دیں گے لیکن کتاب اللہ سے ان کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔

حدیث کی توہین کرنے والوں سے قطع تعلق

حضرت عبداللہؓ بن المغفل (المتوفی ۵۷ھ) نے ایک شخص کو دیکھا (جو ان کا اپنا بھتیجا تھا ابن ماجہ ص ۳) کہ وہ ایک انگلی پر سنگریزہ رکھ کر دوسری انگلی کی مدد سے پھینک رہا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اس سے نہ تو شکار ہوتا ہے اور نہ دشمن زخمی ہوتا ہے لیکن اس سے دانت ٹوٹ سکتا ہے اور آنکھ زخمی ہو سکتی ہے اس کے بعد انہوں نے دیکھا کہ وہ شخص پھر اسی کاروائی میں مصروف ہے حضرت عبداللہؓ بن مغفل نے فرمایا کہ میں نے تجھے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث سنائی ہے کہ آپ نے خذف سے منع فرمایا اور یہ فرمایا کہ آپ نے اسے مکروہ سمجھا ہے اور تو پھر وہی کام کر رہا ہے میں تجھ سے اتنا اور اتنا زمانہ کلام نہیں کروں گا (بخاری ج ۲ ص ۸۲۳ ودارمی ص ۶۳) اور یہ روایت مسلم ج ۲ ص ۱۵۲ ابن ماجہ ص ۲۴ اور مستدرک ج ۴ ص ۲۸۳ میں بھی ہے اور اس میں ہے کہ بخدا میں تیرے ساتھ کبھی بھی گفتگو نہیں کرونگا اور ایسا ہی ایک واقعہ حضرت ابن عمرؓ سے پیش آیا اور انہوں نے حدیث سنانے کے بعد اور اس شخص کے اس پر عمل نہ کرنے کے بعد فرمایا کہ بخدا میں تجھ سے کبھی گفتگو نہیں کروں گا (مستدرک ج ۴ ص ۲۸۳)۔

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے ایک موقعہ پر فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتیں جب تم سے اجازت طلب کر کے مسجد جائیں اور (وعظ نصیحت کے طور پر) اپنا حصہ لینا چاہتی ہوں تو تم ان کو نہ روکو اس پر حضرت ابن عمرؓ کے فرزند حضرت بلالؒ نے کہا کہ بخدا ہم تو ضرور ان کو روکیں گے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے تجھ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی ہے اور تو کہتا ہے کہ ہم انہیں روکیں گے۔ حضرت ابن عمرؓ نے ان کو اتنا برا کہا کہ اتنا بُرا کبھی بھی نہیں کہا تھا (محصلہ مسلم ج۱ ص۱۸۳ والمعنیٰ لہ والدارمی ص۶۳ والترمذی ج۱ ص۷۴ وابوعوانۃ ج۲ ص۵۷)

اور ابوداؤد الطیالسی ص۲۵ کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اس کو تھپڑ بھی رسید کیا اور معرفت علوم الحدیث ص۱۸۲ اور جامع بیان العلم ج۲ ص۱۹۵ کی روایت میں ہے کہ تین مرتبہ فرمایا لعنک اللہ تجھ پر خدا تعالےٰ کی لعنت ہو اور معرفت علوم الحدیث، کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ صدمہ کی وجہ سے رو پڑے اور غصہ میں آکر اٹھ کھڑے ہوئے اور تفصیلی روایت میں موجود ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے اس بیٹے سے تادم زیست نہیں بولے (مشکوٰۃ ج۱ ص۹۶ وقال رواہ احمدؒ)۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے اس لئے انکار کیا کہ ان کے فرزند نے صراحت کے ساتھ حدیث کی مخالفت کی تھی اگر وہ اس کی وجہ یہ بیان کرتے کہ زمانہ بدل چکا ہے یا بعض عورتیں اظہار تو یہ کریں گی کہ وہ مسجد جا رہی ہیں لیکن دل میں کچھ اور ہی راز پوشیدہ رکھیں گی تو ظاہر امر ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس پر نکیر نہ فرماتے اور اسی ہی کی طرف حضرت عائشہؓ کی حدیث اشارہ کرتی ہے (فتح الباری ج۲ ص۲۷۹) ترمذی ج۱ ص۷۴ کی روایت میں حضرت بلالؒ کے یہ الفاظ موجود ہیں یتخذنہ دغلاً یعنی عورتیں مسجد جانے کو کسی اور طرف جانے کا یا کسی فساد اور فتنہ کا ذریعہ بنالیں گی شائد فرط غصہ میں حضرت ابن عمرؓ نے یہ جملہ نہیں سنا یا حافظ صاحبؒ کا ذہن اس کی طرف منتقل نہیں ہوا امام ترمذیؒ فرماتے حدیث حسن صحیح۔ حضرت عائشہؓ کی جس حدیث کی طرف حافظ صاحبؒ نے اشارہ کیا ہے وہ بخاری ج۱ ص۱۲۰ میں موجود ہے جس کا خلاصہ یہ ہے حضرت عائشہؓ

فرماتی ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ حالت پا اور دیکھ لیتے (شوخ لباس پہننا خوشبو لگا کر نکلنا مردوں کے ساتھ راستوں میں اختلاط کرتے ہوئے چلنا پردہ کا اہتمام نہ کرنا وغیرہ) جو آپ عورتوں نے پیدا اور ظاہر کی ہے تو ضرور ان کو مساجد میں جانے سے منع فرما دیتے۔

حضرت عبادہؓ بن الصامت (المتوفی ۳۴ھ) نے ایک موقع پر یہ حدیث بیان کی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک درہم کو دو درہموں کے بدلے فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے (کیونکہ اس میں ربوٰ آتا ہے کیونکہ جنس ایک ہے) اس پر ایک صاحب بولے کہ میں اس بیع میں کوئی حرج نہیں سمجھتا حضرت عبادہؓ نے فرمایا کہ میں تجھ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تو کہتا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں بخدا میں اور تو ایک چھت کے نیچے اکٹھے نہیں رہ سکتے (دارمی ص۶۳) حضرت عبادہؓ روم کی سرزمین میں حضرت امیر معاویہؓ کے ماتحت جہاد میں مصروف تھے اور ان کے مقابل میں قائل خود حضرت امیر معاویہؓ تھے جب حضرت عبادہؓ مدینہ واپس چلے گئے تو حضرت عمرؓ نے وجہ پوچھی تو انہوں نے یہ تفصیل بتائی حضرت عمرؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کو خط لکھا کہ بات وہی ہے جو حضرت عبادہؓ کہتے ہیں۔ (ابن ماجہ ص۳ واستیعاب ج ص لابن عبدالبرؒ وقرۃ العینین ص۵۶)۔

حضرت خراشؒ بن جبیرؒ (المتوفی [illegible]ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے مسجد میں ایک نوجوان کو خذف کرتے (اور سنگریزے پھینکتے) دیکھا ایک بزرگ نے اسے منع کیا اور اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی حدیث سنائی لیکن اس نوجوان نے پھر اپنی کاروائی شروع کر دی تو وہ بزرگ فرمانے لگے کہ میں نے تجھے حدیث سنائی ہے اور تو نے پرواہ نہیں کی بخدا میں تیرے جنازے میں اور تیری بیمار پرسی کے لئے حاضر نہیں ہوں گا (دارمی ص۶۳) یہ تھا ان حضرات کا حدیث سے والہانہ جذبہ اور محبت مگر بدقسمتی سے آج منکرین حدیث ایک دو تین ہی نہیں بلکہ حدیث کے مجموعہ ذخیرہ سے صراحتًہ انکار بلکہ استہزاء کرتے ہیں اور نہ تو خود ان کو اس پر کوئی ندامت ہوتی ہے اور نہ

ان کے دوست واحباب ہی ان سے تعلق منقطع کرتے ہیں (یہ یاد رہے کہ سنت سے ثابت شدہ کسی چیز کے ساتھ (گو اس کا فقہی طور پر درجہ استحباب ہی کا کیوں نہ ہو) استہزاء و تمسخر کرنا موجب کفر ہے حتیٰ کہ اگر کسی نے مونچھیں صاف کرائیں اور کسی نے اس پر استہزاء کیا تو کافر ہو جائے گا (المسامرۃ ج ۲ ص ۲۰۳ طبع مصر) حضرت ملا علی القاری لکھتے ہیں کہ مونچھوں کا کاٹنا اور صاف کرنا حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں میں سے ہے سو اس کو برا سمجھنا باتفاق علماء کفر ہے۔ (شرح الفقہ الاکبر ص ۲۱۳) اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو دین اور دین کی کسی چیز اور حدیث کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کرنے سے بچائے آمین ثم آمین۔

قارئین کرام! اس کتاب کا آغاز یوم ۲ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ ۱۲ فروری ۱۹۵۰ء کو ہو چکا تھا اور کچھ حصہ مرتب بھی کر لیا گیا تھا لیکن درمیان میں کافی عرصہ درس و تدریس اور دیگر کتب کی تالیف اور علالت وغیرہا کی وجہ سے سلسلہ منقطع ہو گیا اب بفضلہ تعالیٰ ۲ ذوالقعدہ ۱۳۹۰ھ ۳۱ دسمبر ۱۹۷۰ء کو یہ کتاب تکمیل ہوئی اللہ تعالیٰ اس کو اس راقم اثیم کے لئے ذریعہ نجات اور عامۃ المسلمین کے لئے باعث ہدایت بنائے اور محض اپنے فضل و کرم سے اس کو قبول فرمائے وصلی اللہ تعالےٰ وسلم علیٰ خیر خلقہ محمد و علیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وجمیع اتباعہ الیٰ یوم الدین آمین یا رب العالمین۔

احقر الناس ابو الزاہد محمد سرفراز خان خطیب جامع مسجد گکھڑ
ضلع گوجرانوالہ (پاکستان)